UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226581

UNIVERSAL
LIBRARY

اَلنَّصِیحَۃُ الْحَقُّ

تفسیر سورۂ یوسف

المسمّٰی بہ

البحمال والکمال

از

رضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری

۲۹۷ا۱۲
م ج
226581

مصنف

ناشر ہذا حامیین بالصلوٰۃ والسلام و برہان و استقامت ۔ ومعرب ۔ ۔ ۔

OUP.- 880—5-8-74—10,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۲۹۷۵۱۳ Accession No. 112282

Author ح م

Title محمد سلیمان سلمان منصور پوری

الجمال والکمال

This book should be returned on or before the date last marked below.

فہرست مضامین کتاب الجمال والکمال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
فصل اوّل ۱ - تا ۳۲		ابراہیم علیہ السلام کی رائے کو تقدم	۸
حروف مقطعات قرآنی بامعنی ہیں	۱	اسمٰعیل علیہ السلام متعدد السنہ کے فاضل تھے	۸
حصر معانی دشوار ہے	۱	اُنھوں نے عربی کو علمی زبان بنایا	۸
سورتیں جن کا آغاز مقطعات سے ہوا	۱	زندہ رہنے والی زبان	۸
لفظ سورت کے لغوی معانی اور وجہ تسمیہ	۱	کتب سابقہ کی السنہ کا فقدان	۹
وہ حروف جو مقطعات میں آئے	۲	عربی میں حیات و نمو کی طاقت	۹
لفظ آیت کے معانی	۳	زبان عربی کی وسیع الحدود مملکت	۹
قرآن پاک کے متعلق چار وعدے	۴	انسانی طاقت سے مافوق حالت ...	۱۰
قرآن کو کتاب کہنے کی وجہ اوّل	۵	اولڈ انگلش اور عربی قدیم	۱۰
وجہ دوم	۵	قرآن مجید اور ۱۳ ضدیاں	۱۰
وجہ سوم	۵	ایس پی ۔ سکاٹ کی رائے عربی پر	۱۰
قرآن پاک کن وجوہ سے مبین ہے ...	۵	عربی کا نثر و نظم و موسیقی میں کامل العیار ہونا	۱۰
اسم قرآن کے معنی	۶	عربی صرف و نحو مکمل ہے	۱۱
اس معنی میں پیشگوئی مضمر ہے	۶	عربی مصدر کے تین حروف	۱۱
کتاب و قرآن کا آیت واحد میں اجتماع	۶	ایک مصدر سے ۶ مصادر	۱۱
قرآن کا عربی ہونا اہل عرب پر احسان	۷	خاص خاص معنی کے لئے خاص خاص حروف	۱۲
آخری کتاب کی زبان عالم پر احسان ہے	۷	حرف میم کی خصوصیات	۱۲
کیا کوئی زبان جدید ہوئی	۷	حرف الف کی خصوصیات	۱۲
کیا کوئی یوروپین زبان	۷	اعراب کا اثر معانی پر	۱۳
ایس پی ۔ سکاٹ نے یوروپین السنہ کا منبع عربی کو بتلایا	۷	حرکات کی طاقتیں	۱۳

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
حروف وحرکات کا تعلق معانی سے	۱۳	چاند کا نام قمر کیوں	۲۰
معانی کا تعلق حرف وحرکات سے ..	۱۳	ہلال وقمر و بدر	۲۰
علامہ ابن جنی کا قول	۱۴	سجدہ کی حقیقت لغوی وشرعی	۲۰
علامہ ابن تیمیہ رح	۱۴	خواب یوسف کیوں تعبیر طلب تھا	۲۰
صرف کبیر۔ ایک لفظ کی ۹۶ شکلیں ..	۱۵	لفظ ساجدین کی وجہ	۲۱
اشتقاق صغیر	۱۵	خواب کی قسم اوّل	۲۲
اشتقاق اوسط	۱۵	" قسم دوم	۲۲
اشتقاق کبیر	۱۵	" قسم سوم	۲۳
خاصیت ابواب	۱۵	مبشرات - رویائے صادقہ	۲۳
لفظ واحد کے معانی کثیرہ	۱۶	۴۶ حصہ نبوت کے معنی	۲۴
معنی واحد کے لغات کثیرہ	۱۶	انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں	۲۴
کثرت وقلت الفاظ اور تمدن	۱۶	سیدنا ابراہیمؑ کا ایک خواب ...	۲۴
عربی تجی سب السنہ سے کم	۱۷	کاذا تری میں لطافت معنی	۲۴
مخارج وادای صوت اور عربی تجی ..	۱۷	سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک خواب	۲۵
عربی مستقل زبان ہے	۱۷	ہر دو خوابات میں عدم تاویل	۲۵
توحید خالص اور زبان خالص	۱۷	خواب یوسف اور ضرورت تاویل	۲۵
عقل کی ضرورت	۱۷	اخوۃ - اور اخوان میں فرق	۲۶
احسن القصص	۱۷	آل کے معنی "	۲۶
نبی صلعم کی رغبت کن مسائل پر تھی ..	۱۸	اضافت آل بڑے شخص کی طرف ...	۲۶
قرآن مجید اور استدلالی واقعات بشری	۱۸	آل بننے کے لئے قرابت نسب ضروری نہیں	۲۷
اسم یوسف کا عربی ترجمہ	۱۸	قرابتی داخل آل ہوتے ہیں	۲۷
مختصر سوانح یوسف ؑ	۱۸	آل نبیؐ کے لئے ایمان وعمل صالح کی ضرورت	۲۷
توصیف یوسف از زبان نبویؐ	۱۹	رفع ضرر - کی تدبیر ضروری ہے	۲۸
۱۱ تاروں کی روایت	۱۹	حسد کی برائی	۲۸
سورج کا نام شمس کیوں ہے	۱۹	ابلیس کی حسد سے تباہی	۲۸
شمس فرشتہ سماوی کیوں ہے	۱۹	حاسد کو موقعہ حسد نہ دو	۲۸

مضمون	صفحہ
خواب یوسف سے تین نتائج	۲۸
اجتباء کی بحث	۲۸
نعمت کے لغوی معنی اور استعمال	۲۹
قرآن مجید و معنی نعمت	۲۹
نعمت سے کیوں نبوت مراد ہوئی	۳۰
یعقوبؑ کا حسن ادب	۳۰
آل الرجل میں خود اس شخص کی شمولیت	۳۱
صحیحین میں الفاظ درود	۳۱
مفعول فعیل کے اسماء اور فرق معانی	۳۱
اسم الٰہی کا مدلول آیت سے تعلق	۳۱
آیت میں علیم حکیم لانے کی خوبی	۳۲
فصل - ۳۲ تا ۵۶	
عناد کا آغاز	۳۲
برادران یوسف کے نام	۳۳
برادران یوسف ہرگز نبی نہ تھے	۳۳
ابن حزم - ابن کثیر و خازن	۳۳
کتاب الفصل	۳۳
آیات للسائلین کی پیشگوئی	۳۳
واقعات مصر و کنعان مکہ و مدینہ میں	۳۳
۱۰ بطون قریش - اعداء رسول ص	۳۴
بنونی یا بن یامین	۳۴
بن یامین کا مختصر ترجمہ	۳۴
احبیت	۳۵
افعل التفضیل میں واللہ و ما فوق	۳۵
اخوۃ یوسف و بدویت	۳۶
محمد حنفیہ کی حکایت	۳۶

مضمون	صفحہ
امامین حسنین علیہما السلام کا درجہ	۳۶
مسلم اور مسئلہ احبیت	۳۶
قرآن اور مسئلہ احبیت	۳۶
نبی کریم صلعم احب الخلق ہیں	۳۷
خود رائے و اطاعت	۳۷
تحسین عمل اپنی رائے سے	۳۸
گناہ بامید توبہ	۳۸
قیاس اور عمل صالح	۳۹
عمل صالح کی تعریف	۳۹
مسئلہ توبہ اور اعتراض	۴۰
گناہ و جہالت - توبہ و عجلت	۴۰
رؤبن مانع قتل	۴۰
مدار اعمال نیت پر ہے	۴۱
فصل یوسفؑ کا چاہ میں گرایا جانا ۴۱ تا ۵۶	
الدین النصح	۴۱
برادران یوسفؑ کا انداز کلام	۴۲
جواب یعقوبؑ اور تہذیب کلام	۴۲
غفلت اور خطرناک نتائج	۴۳
جدال لفظی	۴۳
عمر یوسفؑ چاہ میں گرانیکے وقت	۴۴
قرآن - لفظ واحد - معانی کثیرہ	۴۴
لا یشعرون کا تعلق	۴۴
قتادہ سید المفسرین	۴۴
افعال انسانی و الطاف رحمانی	۴۵
رحمت ربانیہ کا جوش	۴۵
مومن کے لغوی و شرعی معنی	۴۶

مضمون	صفحہ
گل کاری کا کرتہ	۴۶
روایت ابن عباسؓ	۴۶
قول ابناءِ یعقوبؑ کے کاذب ہونے کے قرائن	۴۷
صبر جمیل و استعانت باللہ	۴۷
قرآن کے ۱۰ مقامات میں تعلیم صبر ..	۴۷
صبر کرنے کا حکم	۴۸
نہی از بے صبری	۴۸
صابرین اور معیت الٰہی	۴۸
صابرین اور محبت ربانی	۴۸
صبر کی افضلیت	۴۹
صبر پر بے حساب اجر	۴۹
نصرت اہل صبر - - -	۴۹
اہل صبر ہی اہل عزیمت ہیں	۴۹
اہل صبر اور حظوظ عظیمہ	۴۹
صبر اور رسائی مطلوب - .. -	۵۰
صبر و امامت .. .. -	۵۰
صبر اور مقامات دیگر	۵۰
صبر و شکر پر حدیث صحیح	۵۰
قرآن اور تعلیم صبر کے ۱۶ طریقے	۵۰
حقیقت صبر	۵۱
صبر اور انواع ثلثہ	۵۱
استعانت باللہ کی تعلیم	۵۲
مدار ایمان استعانت باللہ پر ہے -	۵۲
سورہ الحمد کا بار بار نماز میں پڑھا جانا ..	۵۲
اللہ کے بندہ کی شناخت	۵۲
داود کا نام	۵۳

مضمون	صفحہ
عربی میں بچہ کے لئے مختلف لغت	۵۳
شَرَوْہُ کی ضمیر	۵۴
بھائیوں نے یوسفؑ کو فروخت نہ کیا تھا	۵۵
زُہد کے لغوی معنی اور حدیث	۵۵
زُہد کے اصطلاحی معنی	۵۶
امام زُہریؒ کا قول	۵۶
اسلامی زہد اور ہندوانی جوگ	۵۶
یوسفؑ کو مصر لے جانے والے	۵۶
چاہ میں رہنے کی مدت ..	۵۶
فصل داخلہ مصر عشق اور معیت	۵۶ تا ۱۰۰
عزیز مصر کا نام اور منصب	۵۷
زلیخا نام کسی معتبر کتاب میں نہیں	۵۷
مصر کی وجہ تسمیہ	۵۷
مصر کا محل وقوع	۵۸
حدود اربعہ مصر	۵۸
وضع طبیعی مصر	۵۸
مساحت مصر	۵۸
آبادی مصر	۵۸
اہرام مصر	۵۸
ابوالہول	۵۸
مصر کے پہاڑ	۵۹
دریائے نیل	۵۹
نیل کے ہر سہ نہیج مسلمانوں نے دریافت کیے	۵۹
نیل کے معاون دریا	۶۰
نیل کی شاخیں	۶۰
کمی و افزونی نیل کی تاریخیں	۶۰

مضمون	صفحہ
نیل کے مختلف نام	۶۰
نیل اور باکرہ کی بھینٹ	۶۱
عمر فاروق کا اس رسم کو بند کرنا ..	۶۱
فرمان امیرالمؤمنین بنام نیل ..	۶۱
حسن و جمال مصر	۶۱
ملکہ کلیوپیٹرا	۶۲
مصر کا ذکر قرآن پاک میں	۶۲
فتح مصر کی پیشگوئی حدیث میں ..	۶۲
مصر اور مصاہرت انبیاء	۶۲
مصر اور ولادت انبیاء	۶۳
مصر اور داخلہ انبیاء	۶۳
قرآن پاک اور مومنین مصر ..	۶۳
مصر اور تاریخ اسلام	۶۳
سفیر نبوی اور شاہ مصر کی گفتگو ..	۶۳
مقوقس کا انجام	۶۳
تعداد لشکر اسلام بوقت فتح مصر	۶۵
چار اصحابہ - کہ ہر ایک اُن میں سے ہزار مرد کے برابر سمجھا جاتا -	۶۵
امارت بنو امیہ	۶۵
خلافت عباسیہ	۶۵
دولت طولونیہ	۶۵
دولت اخشیدیہ	۶۵
دولت عبیدیون	۶۵
دولت ایوبیہ	۶۵
دولت ممالیک	۶۵
دولت چراکسہ	۶۵
خلافت عثمانیہ	۶۵
دولت خدیویہ	۶۵
مصر کے مشہور شہر	۶۶
القاہرہ	۶۶
جامع ازہر	۶۶
اسکندریہ کا کتب خانہ	۶۶
ابوالفرج یہودی کا افتراء	۶۶
تعداد کتب شاہ برکذب ہے	۶۷
قصبہ سویز	۶۷
نہر سویز اور لاگت	۶۷
عمرو بن العاص کا خط امیرالمؤمنین کے نام	۶۷
لاش فرعون اور اعلام قرآنی ..	۶۹
قبہ امام شافعیؒ	۷۰
مزار راس حسینؓ	۷۰
خرید و فروخت غلامان بعہد قدیم ..	۷۱
پولوس اور تائید غلامی	۷۱
غلام جو امام بنے	۷۱
غلام جو بادشاہ بنے	۷۱
اسلام اور اصلاح غلامی	۷۱
رسم تبنیت	۷۲
تبنیت قدرت کی گستاخی ہے	۷۲
تبنیت کا کڑوا پھل	۷۲
یوسف و موسیٰ علیہما السلام اور مسئلہ تبنیت	۷۲
اسلام اور نسخ تبنیت	۷۲
تمکین یوسفؑ	۷۴

مضمون	صفحہ
خلافت راشدہ اور تمکین	۷۴
عزیز کے گھر میں یوسفؑ کی خدا داری	۷۴
اللہ تعالیٰ کے عجیب کام	۷۴
جوانی یوسفؑ اور مختلف اقوال	۷۵
اسلام و مسند و سال بلوغ	۷۵
اعطاء و اتیاء میں فرق	۷۵
حدیث میں معنی احسان	۷۶
یوسفؑ کا ہر معنی میں محسن ہونا ..	۷۶
اَلْتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا کا اسلوب کلام ..	۷۶
اور عدہ شدہ پر احسان	۷۷
یوسفؑ پر احسان	۷۷
سایۂ عرش یوم قیامت	۷۸
اوصاف حدیث یوسفؑ میں جمع تھے ..	۷۸
ارتکاب فواحش اور تدابیر فساق ..	۷۹
ہَیْتَ لَکَ کے معنی صحیح بخاری ..	۷۹
اِنَّهٗ رَبِّیْ کی ضمیر کا مرجع	۷۹
زانی ظالم ہوتا ہے	۸۰
زنا ظلم بر خود ہے	۸۰
زنا خاندان زانی پر ظلم ہے	۸۰
زنا زانیہ پر ظلم ہے	۸۰
زنا خاندان زانیہ پر ظلم ہے	۸۰
زنا شوہر زانیہ پر ظلم ہے	۸۱
زنا ہونے والے شوہر پر ظلم ہے	۸۱
زنا مولود پر ظلم ہے	۸۱
زنا ملک و قوم پر ظلم ہے	۸۱
وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا کے معنی ..	۸۱

مضمون	صفحہ
بعض معانی کا عقل و شرع کے مخالف ہونا	۸۱
روایتوں کا بے سر و پا ہونا	۸۲
ان روایتوں میں تضاد اور تناقض ہے	۸۲
امام ابن حزم کی تفسیر	۸۲
فخر رازی نے اتباع کیا	۸۲
ابو حاتم و ابو عبیدہ کے تائید	۸۲
بیضاوی کا اعتراض	۸۲
رازی کا جواب	۸۲
ایک اور معنی	۸۳
ہم اور بہا کے مرجع	۸۳
کشاف اور معنی ہَمَّ	۸۴
ہمت ہم کے معنی از احمد بن یحییٰ ثعلب	۸۴
آیت کا صاف ترجمہ	۸۴
نظم قرآنی سے استدلال	۸۴
برہان ۔ ہادی و غیر ہادی پر اطلاق ..	۸۵
لَوْلَا کا جواب محذوف	۸۵
برہان رب اور ضعف روایات ..	
کعب قرظی	۸۶
معنی برہان از ابن حزم	۸۶
وعظ یوسفی برہان رب تھا	۸۶
سوء و فحشاء کا فرق	۸۷
عبد سن جانب اللہ پیار اخطاب ہے	۸۷
معراج نبوی اور خطاب عبد ..	۸۷
اخلاص کے لغوی معنی	۸۸
اخلاص کے شرعی معنی	۸۸
اخلاص و صدق میں فرق ..	۸۸

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
اخلاص وصدق میں ترتیب	۸۸	اقوال تابعین وعمر شاہد	۹۶
قرآن اور تاکید اخلاص	۸۸	شاہد عورت کا نہ ہونا تھا	۹۶
خواجہ فضیل عیاض و معنی اخلاص	۸۸	حمایت بے جا میں بار ثبوت کا الٹنا	۹۶
اخلاص پر حدیث قدسی	۸۸	الزام بروئے تعزیرات ہند	۹۷
بلاغت قرآنی اور یوسفؑ کا مخلص ہونا	۸۹	فقدان شہادت اور استدلال بقرائن	۹۷
یوسف علیہ السلام کا بھاگنا	۹۰	فیصلہ ہائے عمل مرتضیٰؓ و عمر فاروقؓ	۹۷
کورتہ کا پھٹنا آخری دروازہ کے قریب تھا	۹۰	قاضی شریح و کعب والبی اس کا ذکر	۹۷
قد اور قط میں فرق لغوی	۹۰	ان کیدکن عظیم شوہر زن کا مقولہ ہے	۹۷
سید کے معنی	۹۱	اس مقولہ کے وقت شوہر زن کی حالت	۹۷
امراۃ العزیز کے لونڈی ہونے کا مئلہ	۹۱	قرآن میں حکم مرد و عورت کے فضائل	۹۸
زوجین میں تساوی و تشاکل ضروری ہے	۹۱	قرآن میں سو سے عورتوں کی مدح	۹۸
لونڈی سے جواز نکاح	۹۱	قول عزیز مصر و عورتوں کی تذلیل	۹۹
اس نکاح کی شروط	۹۱	قدیم عیسائیوں میں عورت کا درجہ	۹۹
ارادہ کے معنی لغوی	۹۲	یوسف علیہ السلام کا حلم	۱۰۰
امراۃ العزیز نے کس معنی میں لفظ ارادہ کا استعمال کیا	۹۲	شاہد عورت کی حمایت نہ کر سکا	۱۰۰
یا تو ہلاک کرنے کا مدعا	۹۲	مکائد شیطانی پر تقویٰ و خشیت کی فتح	۱۰۰
عورت کا پلٹنی کھانا	۹۲	نصرت الٰہی گناہوں سے بچنے والوں کے ساتھ	۱۰۰
عبرت فساق	۹۲	**فصل**	
عشق شہوانی مبدل بانتقام شیطانی	۹۳	تعلیمِ نسوۃ کی ضرورت نہیں	۱۰۱
مرثد رضی اللہ عنہ کا واقعہ	۹۳	مدنی و مدینی کا فرق	۱۰۱
مرثد کو عناق سے نکاح کی اجازت نہ ملی	۹۴	زمانہ مصر نے عبد غلام کا طعنہ دیا	۱۰۱
آیت الزانی لا ینکح پر نوٹ	۹۴	با ایمان عورتوں کی مدح	۱۰۱
لفظ شہادت کے معنی	۹۴	معنی مکر۔ مکر و خبیث کا تعلق	۱۰۲
		مکا کے معنی مکر سے	۱۰۲
		چڑیا کا کانٹے سے کھانے کا رواج	۱۰۳
		حسن یوسف و بائیبل	۱۰۳

مضمون	صفحہ
حسن یوسف وحدیث " " "	۱۰۳
انسان یا فرشتہ " " "	۱۰۳
انسان کو فرشتہ کہنا تعریف نہیں " "	۱۰۳
صاغر کے معنی از راغب " " "	۱۰۴
امرأۃ العزیز کی نسبت عورتوں پر " "	۱۰۴
عصمت یوسف پر عورت کا اقرار " "	۱۰۴
امرأۃ العزیز کی پست فطرتی " "	۱۰۴
ہوائے نفسانی کی ناپائداری " "	۱۰۵
محبّت لذّت " " " "	۱۰۵
محبّت نفع " " "	۱۰۵
محبّت خیر " " " "	۱۰۵
معصیت ومصیبت کا مقابلہ " "	۱۰۵
صبا کی وجہ تسمیہ " " "	۱۰۶
مصیبت اور رجوع الی اللہ " "	۱۰۶
معصیت ومصیبت " " " "	۱۰۶
لاحول ولا قوۃ کی معنی " " "	۱۰۶
قول یوسف علیہ السلام پر غور " "	۱۰۷
مبادیات زنا کی حرمت " "	۱۰۷
غیر محرم سے ترک پردہ " " "	۱۰۷
استجابت دعا " "	۱۰۸
قبولیت دعا نوح علیہ السلام " "	۱۰۸
دعا ابراہیم علیہ السلام " "	۱۰۸
دعا ایوب علیہ السلام " " "	۱۰۹
دعا یونس علیہ السلام " " "	۱۰۹
دعا موسیٰ علیہ السلام " " "	۱۰۹
دعا زکریا علیہ السلام " " "	۱۰۹

مضمون	صفحہ
دعا والدہ مریم ع " " "	۱۰۹
دعا نبوی صلی اللہ علیہ وسلم " " "	۱۱۰
قبولیّت بشکل دیگر " " "	۱۱۰
سمیع العلیم " " " "	۱۱۱
معنی سمیع " " " "	۱۱۱
جہمیہ واہل بدعت " " "	۱۱۱
معنی علیم " " " "	۱۱۱
قرآن میں پیشگوئیاں اور علم " "	۱۱۱
خلافت راشدہ کی پیشگوئی " "	۱۱۱
علم الٰہی ماضی وحال واستقبال " "	۱۱۲
علم الٰہی بر جزئیات وکلیات "	۱۱۲
حرف ثم " " " "	۱۱۳
بے گناہی یوسف کی نشانات " "	۱۱۳
اہل دنیا کا جھوٹا غرور " " "	۱۱۳
امرائے مصر کے جابانہ اختیارات	۱۱۴
مصائب انبیاء اور ان کا رضی بقضا ہونا	۱۱۴
فصل	
خمر کے لغوی معنی " " "	۱۱۴
مے کے لغوی معنی - ابتداء " "	۱۱۵
جام جم کی حقیقت " "	۱۱۵
شراب ام الخبائث ہے " "	۱۱۵
حرمت شراب پر حدیث مسلم " "	۱۱۵
حکم حرمت خمر - عمل مسلمین " "	۱۱۵
پولس - اور اجازت شراب "	۱۱۶
انگور بمعنی خمر " " "	۱۱۶
یوسف علیہ السلام اور انتظام زندان "	۱۱۶

مضمون	صفحہ
قیدیوں کے خواب	۱۱۶
فصل جیل میں تبلیغ	
خاصان ربانی کا شیوۂ تبلیغ	۱۱۶
یوسف علیہ السلام اور مواقع تبلیغ	۱۱۶
تبلیغ کی تدابیر	۱۱۶
قیدی اور خوراک	۱۱۶
تمہید تبلیغ اور فوائد	۱۱۷
تعلیم الٰہی	۱۱۸
اثبات پر تقدم نفی	۱۱۸
کلمہ لا الٰہ الا اللہ	۱۱۹
ایمان بر قیامت	۱۱۹
اقرار توحید کے ساتھ اقرار نبوت	۱۱۹
لفظ کا عام و خاص استعمال	۱۱۹
ابراہیم علیہ السلام کا مختصر حال	۱۱۹
مہاجر - مجاہد - بانی کعبہ	
مناظر ہونا	۱۱۹
عزم و اداء ابراہیمی	۱۱۹
اسحٰق علیہ السلام کا مختصر حال	۱۲۰
یعقوب علیہ السلام کا مختصر حال	۱۲۰
شرک کی اجازت کسی کو بھی نہیں	۱۲۰
انبیاء اور شرک	۱۲۰
شرک منافی فضیلت انسانی ہے	۱۲۱
مشرکین کے شرک کی چیزیں	۱۲۱
شرک کی تعریف	۱۲۱
شرک کی دو بڑی نوعیں	۱۲۱
ہندوستانی مسلمانوں میں شرک	۱۲۲
عدم تدبر قرآن	۱۲۲
صاحبی السجن کی بلاغت	۱۲۳
پٹھانوں کی قوم جو ارباب کہلاتی ہے	۱۲۳
مختلف اسماء کو رب بنالیا گیا	۱۲۴
واحد حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے	۱۲۴
جملہ مخلوق کی پیدائش دو چیزوں سے ہے	۱۲۴
قہار کے معنی	۱۲۴
بہت سے اکٹھا کر یا واحد اللہ	۱۲۵
بطلان شرک پر دوسری آیت	۱۲۵
لفظ سلطان پر بحث	۱۲۶
اولین سلطان	۱۲۶
فرضی دیوتاؤں اور دیویوں کی نفی	۱۲۶
مشرکین اپنے معبود خود بناتے ہیں	۱۲۶
جواز شرک پر کوئی دلیل نہیں	۱۲۶
حکم دینا صرف اللہ ہی کا کام ہے	۱۲۷
اللہ نے توحید کا حکم دیا	۱۲۷
اقرار نماز میں اور پھر انکار	۱۲۷
دین القیم	۱۲۸
وعظ یوسفی اور توحید	۱۲۸
مسلمان اپنے دل کی جانچ کرے	۱۲۸
مسلمانوں کی جھوٹی تاویلیں	۱۲۹
صلیب	۱۲۹
عیسائیت اور صلیب	۱۲۹
قرآن اور نفی تصلیب مسیح	۱۳۰
متحرالزم اور شکل صلیب	۱۳۰
قسطنطین اور علامت بت پرستی	۱۳۰

مضمون	صفحہ
تصلیب کا رواج قدیم	۱۳۱
حسن مصاحبت یوسفؑ	۱۳۱
عیب سامنے نہ جتاؤ	۱۳۱
تعبیر خواب - بائیبل اور اسلامی روایات	۱۳۱
تعبیر تین دن بعد پوری ہوئی	۱۳۱
خواب ربیعہ اور تعبیر فاروق رضؓ ..	۱۳۲
مسند احمدؒ کی حدیث دربارہ تعبیر ..	۱۳۲
فصل تدبیر رہائی ۱۳۳ تا ۱۳۵	
ظن کے متضاد معنی اور محل استعمال ..	۱۳۳
تدبیر یوسفی	۱۳۳
ضابطہ اپیل	۱۳۳
اپنی بہبود و سود کی تدبیر	۱۳۳
سنت یوسفی سبق آموز ہے ..	۱۳۳
ایک حدیث کی تضعیف	۱۳۴
قرآن و ترک تدبیر	۱۳۴
قوانین کونیہ و اسباب	۱۳۴
بیان اسباب و طرق قرآن	۱۳۴
دو حدیثوں کا ذکر	۱۳۵
طاعون اور فاروق دامین الامت	۱۳۵
عمل تدبیر خلاف تقدیر نہیں	۱۳۵
اہل توکل کون ہیں	۱۳۶
فعل یوسفؑ سنن مہدیٰ سے تھا -	۱۳۶
جنگ بدر و احد - احزاب و حنین کی تدابیر -	۱۳۶
ترک تدبیر توکل نہیں	۱۳۶
ساقی کی فراموش کاری	۱۳۶

مضمون	صفحہ
شراب کا اثر بد	۱۳۷
انساہ الشیطٰن کی ضمیر	۱۳۷
ائمہ اسلام اور بائیبل	۱۳۷
تضعیف روایت متعلق ضمیر	۱۳۷
آیات سے استدلال	۱۳۷
عزیز - امراۃ العزیز کو رہائی سے لاپروائی	۱۳۸
بضع سنین	۱۳۸
سورہ روم میں بضع سنین	۱۳۸
صدیق دائی خلف کی مناجبت	۱۳۸
شرط اور صدقہ	۱۳۸
جواز سود پر غلط استدلال	۱۳۹
چار دلائل	۱۳۹
مسلمانوں کی سقیم الحالی	۱۳۹
سود دنیا موجب سقیم الحالی ہے	۱۳۹
قیام بیت المال کی ضرورت	۱۳۹
علماء کرام کی توجہ درکار ہے	۱۳۹
فصل خواب شاہ و رجوع بیوسفؑ ۱۴۰ تا ۱۴۹	
خواب شاہ	۱۴۰
نام شاہ و خاندان	۱۴۱
فرعون یوسفؑ و فرعون موسیٰؑ	۱۴۱
معنی تعبیر	۱۴۱
مصر قدیم اور پرستش گاؤ	۱۴۱
خواب کیوں وہشت انگیز تھا	۱۴۲
اہل دربار باتونی تھے	۱۴۲
ساقی کا درجہ اور طبیعت	۱۴۳

مضمون	صفحہ
درباروں کے اکثر لوگ	۱۴۳
معنی صدیق	۱۴۳
ابراہیم صدیق	۱۴۳
ابوبکر صدیق	۱۴۴
جاء بالصدق وصدق به	۱۴۴
صفت صدق	۱۴۴
تفاوت درجات صدق	۱۴۴
صادق	۱۴۵
صدوق	۱۴۵
صدیق	۱۴۵
صفات صدیق از شاہ ولی اللہؒ	۱۴۶
ابوبکر کا صدیق ہونا	۱۴۶
ثانی اثنین ہونا	۱۴۷
خود غرض لوگ	۱۴۷
تعبیر یوسفؑ	۱۴۸
مصر میں سبب قحط	۱۴۸
خواب سے بڑھ کر تعبیر	۱۴۸
پندرھویں سال کا حال	۱۴۸
یوسفؑ کے اعلیٰ اوصاف	۱۴۹
فصل عدالتانہ تحقیقات	۱۵۰ تا ۱۶۱
یوسفؑ کی طلبی اور انکار	۱۵۰
عدالتانہ تحقیقات کا مطالبہ	۱۵۰
یوسف کے اوصاف حزم وعفو	۱۵۰
عورتوں کا متفقہ بیان	۱۵۱
امراۃ العزیز کا اقبال جرم	۱۵۲
امراۃ العزیز کا قول تا غفور الرحیم ہے ..	۱۵۲

مضمون	صفحہ
مفسرین نے دو اقوال بتلائے	۱۵۳
خلش سینہ	۱۵۳
فراء نحوی کا قول	۱۵۳
قرینہ صارفہ کی عدم موجودگی	۱۵۳
علامہ ابن تیمیہ رح	۱۵۳
علامہ ابن کثیر رح	۱۵۳
مجاہد و ابن عباس رضی اللہ عنہما	۱۵۳
تفسیر ماوردی	۱۵۴
لیعلم کا فاعل	۱۵۴
ضمائر دیگر	۱۵۴
اقبال جرم اور تعجب	۱۵۴
فطرت انسانی اور اقبال جرم ..	۱۵۵
اقبال سے اثبات عصمت یوسفی	۱۵۵
ہم بہا کے غلط معنی کی تغلیط	۱۵۵
انا راودتہ پر نظر ثانی	۱۵۶
ترکیب نفس	۱۵۶
جہل وعلم - ظلم وعدل	۱۵۶
نفس امارہ	۱۵۶
" لوامہ	۱۵۷
نفس مطمئنہ	۱۵۷
اعتراف وعذر گناہ	۱۵۷
الا ما رحم ربی کا مشار الیہ	۱۵۷
غفور الرحیم پر خاتمہ آیت	۱۵۷
عورت کی جوانی ونکاح	۱۵۷
فخر رازی اور والدہ فرزندان یوسف	۱۵۸
بائیبل کا بیان	۱۵۸

مضمون	صفحہ
زوجہ یوسفؑ کا نام اور خاندان	۱۵۸
فوطی فار - و فوطی فرع	۱۵۸
ہر دو میں وجوہ امتیاز	۱۵۸
منسی اور فرائیم کے معانی	۱۵۸
امراۃ لوط و نوح علیہما السلام	۱۵۹
دنیا میں عذاب	۱۵۹
امراۃ العزیز کی اخلاقی صورت	۱۵۹
عشق نفسانی و حب ایمانی	۱۵۹
مہاجرات و انصاریات کی حب ایمانی	۱۵۹
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن مردانہ	۱۶۰
حدیث جابر رضؓ	۱۶۰
حدیث ربیع رضؓ	۱۶۰
حدیث انس رضؓ	۱۶۰
اسلام اور واقعہ امراۃ العزیز	۱۶۰
امراۃ العزیز اور صحابیات	۱۶۱
فصل یوسف و داخلہ دربار ۱۶۲ تا ۱۶۴	
مکالمہ اور عزت	۱۶۲
شاہ اور صدیق کی قدر و قیمت	۱۶۲
صبر و عصمت کے ثمراۃ	۱۶۲
اہل توحید کیلئے غور	۱۶۲
شرک کیوں مغضوب رب ہے	۱۶۲
طلب منصب	۱۶۲
مفت خوری اور بلند ہمت	۱۶۲
ملازمت غیر مسلم	۱۶۲

مضمون	صفحہ
ضرورت پر اوصاف خود کا اظہار	۱۶۳
وزیر خزانہ کے دو اوصاف	۱۶۳
اعزاز یوسف و اعلان شاہی	۱۶۳
حکومت رحمت ہے	۱۶۴
خلافت نتیجہ ایمان و عمل صالح ہے	۱۶۴
فصل قحط و برادران یوسف ۱۶۴ تا ۱۷۳	
بھائیوں کا یوسف کے سامنے آنا	۱۶۴
یوسف کو نہ پہچاننا	۱۶۴
بن یامین کو ساتھ لانے کا اقرار	۱۶۵
یہ اقرار کس طرح کیا گیا	۱۶۵
قیمت غلہ کی واپسی	۱۶۵
صلہ رحم و احسان براخوان	۱۶۷
غیر ضروری بحث	۱۶۷
برادران یوسفؑ کی واپسی	۱۶۷
حرص مفرط خوبیوں کو چھپا لیتی ہے	۱۶۷
رحم کے معنی	۱۶۸
ارحم الراحمین	۱۶۸
سفر طائف میں دعائے نبوی	۱۶۸
جھوٹ کی برائی	۱۶۸
جھوٹ کا چھٹ سکنا	۱۶۹
واپس شدہ مال پر خوشیاں	۱۶۹
بعیر کے لغوی معنی	۱۶۹
قحط میں تقسیم غلہ کا طریق	۱۷۰
امین الامت کا انتظام خوراک	۱۷۰

مضمون	صفحہ
تغلیط روایت کہ مال و اسباب و آزادی کے بدلہ غلہ دیا گیا۔	۱۷۰
مطالبہ عہد	۱۷۰
اِلَّا اَنْ یُّحَاطَ بِکُمْ	۱۷۰
تدبیر انسانی اور شرط ایمانی	۱۷۱
باب واحد سے عدم داخلہ	۱۷۱
وَعَلَیْہِ فَلْیَتَوَکَّلْ	۱۷۱
نظر بد	۱۷۱
غرض یعقوب علیہ السلام	۱۷۲
افواج کی روانگی مختلف اطراف سے	۱۷۲
فتح مکہ میں معلی و مسفلہ کے راستے	۱۷۲
عمل بر اسباب و انقطاع از اسباب	۱۷۲
ارتباط دل با مسبب الاسباب	۱۷۲
انجام توحید توکل ہے	۱۷۲
توکل ہی حقیقت توحید ہے	۱۷۳
فصل بن یامین یوسف کا شناخت کیا جانا	۱۷۳ تا ۱۹۷
یعقوب علیہ السلام ذو علم تھے	۱۷۳
علوم انبیاء اکتسابی نہیں	۱۷۳
اَکْثَرُ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ کا اشارہ	۱۷۴
اقوال و افعال نبی۔ نبوت و بشریت۔	۱۷۴
حدیث تابیر	۱۷۴
واقعہ مغیث و بریرہ	۱۷۴
آوے اِلَیْہِ	۱۷۴
ایک دعا کے الفاظ	۱۷۴
ابتیاس	۱۷۵

مضمون	صفحہ
ساغر کا واقعہ	۱۷۵
عیر کے لغوی معنی اور استعمال	۱۷۵
اِنَّکُمْ لَسَارِقُوْنَ کا قائل	۱۷۶
صواع کے معنی	۱۷۶
مختلف دھاتوں سے پیالہ کے نام	۱۷۶
حَمْل و حِمْل میں فرق	۱۷۶
تغیر حرکات سے تبدیلی معنی	۱۷۷
برآمدگی مسروقہ پر انعام	۱۷۷
بیان فرزندان یعقوبؑ	۱۷۷
ت قسم صرف اللہ پر	۱۷۷
ملت اسرائیلی اور سرقہ کی سزا	۱۷۸
تلاشی اور برآمدگی	۱۷۸
کیہ کے مختلف معانی	۱۷۸
لَمْ یَکَدْ یَرَاھَا	۱۷۸
کِدْنَا سے حفاظت یوسفؑ	۱۷۹
احتیال باطل کی روک تھام	
احکام مختص	۱۷۹
ابناء یعقوبؑ سے مثل بمثل معاملہ	۱۸۰
تقابل الفاظ	۱۸۰
جزاء سیئۃ سیئۃ کے معنی	۱۸۰
حج اور سزائے مجرم	۱۸۰
حضرت یوسفؑ اور ملکی قانون	۱۸۰
غیر اسلامی سلطنت کے مسلم ملازمین	۱۸۰
قانون بین الاقوام	۱۸۰
سیدنا سعدؓ بن معاذؓ و فیصلہ یہود	۱۸۰
عمدہ فیصلے اور علم	۱۸۱
وقعت درجات و علم	۱۸۱

مضمون	صفحہ
عالم پر عالم	۱۸۱
معنی علیم	۱۸۱
بطون ماوری پر تقسیم	۱۸۱
قدّ سرق الخ	۱۸۲
راویوں کی جانچ	۱۸۲
محدثین کرام کی مساعی جمیلہ	۱۸۲
اصول محدثانہ کا نفاذ	۱۸۲
یوسف علیہ السلام کا حلم	۱۸۳
یعقوبؑ کا بڑھاپا	۱۸۳
شیخ	۱۸۳
عمر یعقوبؑ	۱۸۳
مجرم اور دوسرے کی گرفتاری	۱۸۳
وَجَدْنَا مَتَاعَنَا کی بلاغت	۱۸۴
برادران یوسفؑ کا مشورہ	۱۸۴
معنی فرط	۱۸۵
قول ابن عباسؓ بشان طیبہ عائشہؓ	۱۸۵
فرق افراط و تفریط	۱۸۵
قریہ کے معنی لغوی و اصطلاحی	۱۸۵
مصر۔ قریہ ۔ بلد	۱۸۵
مختلف اجناس کی باربرداری کے نام	۱۸۵
ابناء یعقوبؑ کی دو تقریریں ..	۱۸۶
یعقوب علیہ السلام اور غیر متزلزل قلب	۱۸۶
معنی کظم	۱۸۷
کظم و حزن	۱۸۷
تبییض عین	۱۸۷
بصارتِ یعقوبؑ	۱۸۷

مضمون	صفحہ
مراتب مرض اور معنی حرض	۱۸۸
بث و حزن	۱۸۸
یعقوبؑ مقام تفویض و رضا	۱۸۸
شوکتِ کلامِ الٰہی	۱۸۸
فرق تجسس و تحسس	۱۸۹
" جاسوسی اور عین	۱۸۹
روح الٰہی سے یاس کفر ہے	۱۸۹
توحید و تفویض کی تعلیم	۱۸۹
برادران یوسف ۔ عاجزانہ گفتگو	۱۹۰
صدقہ اور اولاد نبی	۱۹۰
اہل بیت پر حرمت صدقہ	۱۹۰
حدیث مروی امام حسن علیہ السلام	۱۹۰
یوسف صدیق پر اثر گفتگو	۱۹۱
یوسف اور شفقت آمیز سوال	۱۹۱
بن یامین و ابنائے یعقوبؑ	۱۹۱
یوسف کی شناخت ہوگئی	۱۹۲
شناخت کیونکر ہوئی	۱۹۲
شناخت کی وجوہ ہشت گانہ	۱۹۲
پہلے شناخت نہ کرسکنے کا سبب	۱۹۳
دماغ انسانی اور اثر امتداد زمانی ..	۱۹۴
گناہ اور جہالت	۱۹۴
کمی جہل ۔ اور افزونی عرفان	۱۹۴
اطمینان برادران	۱۹۵
معنی تقویٰ اور نتیجہ	۱۹۵
تقویٰ اور ابتدا و انتہائی سلوک	۱۹۵
صبر کے معانی و اقسام	۱۹۵

مضمون	صفحہ
ستائش خود سے پرہیز اور طریقہ تعلیم	۱۹۵
اعتراف برادران	۱۹۶
فرق خاطی و مخطی	۱۹۶
حیات یوسفی کا دوسرا شاندار نظارہ	۱۹۶
دلداری و درگذر	۱۹۶
تشریب کے لغوی معنی۔ محاورہ تطبیق	۱۹۷
اسم پاک الٰہی ۔ امید غفران	۱۹۷
یوسفؑ کب پہچانے گئے	۱۹۷
فصل قمیص یوسف بصارت یعقوبؑ	
"بنی اسرائیل کا مصر جانا" ۱۹۸ تا ۲۲۰۔	
قمیص کے لغوی معنی	۱۹۸
وجہ تسمیہ	۱۹۸
فرق قمیص و درع	۱۹۸
یوسفؑ کا پہلا۔ دوسرا۔ تیسرا کرتہ	۱۹۸
موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے	۱۹۸
نکہت یوسفی	۱۹۵
ابو ھم	۱۹۹
رجز نبوی بمیدان حنین	۱۹۹
یوسف اور چاہ کنعان	۱۹۹
قطعہ سعدی شیرازی رح	۱۹۹
انبیاء اللہ کا علم الغیب	۱۹۹
نبیرگان یعقوبؑ کا گستاخانہ کلام	۲۰۰
بشیر یہود اتھا	۲۰۰
اعتماد الٰہی کا نتیجہ	۲۰۰
ابنائے یعقوب اور اقبال جرم	۲۰۱

مضمون	صفحہ
درخواست مغفرت	۲۰۱
التوائے درخواست	۲۰۱
روایت تخصیص شب جمعہ	۲۰۱
انتظار رحیم	۲۰۱
بیس سالہ روایت کی تضعیف	۲۰۲
فصل داخلہ مصر ملاقات پدر و پسر ۲۰۲ تا ۲۱۳	
خالہ و والدہ ۔ یا ام و والدہ	۲۰۲
تعظیم والدین	۲۰۲
خرّوا لہ سجّدا کی توجیہات	۲۰۳
کیا یوسفؑ صرف جہت سجدہ تھے ..	۲۰۳
سجدہ غیر کے متعلق علماء کرام کی نیک تعلیم	۲۰۳
عہد یوسف میں مفصل شریعت نہ تھی۔	۲۰۴
شریعت موسوی اولین شریعت ہے۔	۲۰۴
زد جگان یعقوبؑ خواہران حقیقی ..	۲۰۴
سجدہ شکرانہ باجازت الٰہی	۲۰۴
حکم الٰہی کے بغیر یوسفؑ گوارا نہ کرسکتے	۲۰۴
والدین اور ترقی فرزند	۲۰۴
حمد الٰہی بزبان یوسفؑ	۲۰۴
مرشد کو مرید کا۔ یا مرید کو مرشد کا سجدہ	۲۰۵
یوسف اور حسن ادب	۲۰۵
صحرائی زندگی اور مدنی زندگی ..	۲۰۵
صحرائی زندگی پر فقرہ حدیث	۲۰۵
میگفت گدایدون کنعان خوش تو	۲۰۵
معنی اسم الٰہی لطیف	۲۰۶
مناسبت اسم مذکور	۲۰۶

مضمون	صفحہ
ان واقعات میں احسان بر یوسفؑ	۲۰۶
" احسان بر یعقوبؑ	۲۰۶
انسان کو کیا لازم ہے	۲۰۶
مسلمانوں کو کیا لازم ہے	۲۰۶
اقبال اور معانی	۲۰۶
مدت فراق	۲۰۷
مصر جانے والے	۲۰۸
اعداد بائیبل میں غلطی	۲۰۹
کتاب الاعمال کی تعداد	۲۰۹
جد دل بنی اسرائیل بوقت خروج	۲۱۰
تنقید بر اعداد	۲۱۰
میعاد قیام بنی اسرائیل	۲۱۲
اسماء عبرانی کے معانی	۲۱۲
یعقوب و موسیٰ علیہما السلام کے اقوال ابناء اسرائیل کی نسبت آخر وقت میں	۲۱۳
فصل دعائے ثنا منجانب یوسف علیہ السلام	۲۱۳ تا ۲۱۸
فاطر	۲۱۹
رب العالمین ہی ولی المومنین ہے ..	۲۱۹
توفنی	۲۱۹
الفاظ مومن و مسلم کا فرق	۲۱۹
قرآن مجید میں صالحین	۲۲۰
شمولیت صالحین مستقل دعا ہے	۲۲۱
دعائے یوسفی کے اجزاء	۲۲۱
احسانات مادی و روحانی کا اعتراف	۲۲۱
حمد و ثنا	۲۲۱

مضمون	صفحہ
اللہ تعالیٰ کی ولایت فی الدارین	۲۲۱
وہ انبیاء جن کو حکومت ملی	۲۲۱
حکومت اچھی چیز ہے	۲۲۱
بروں کے پاس جا کر حکومت بری بن جاتی ہے	۲۲۱
خلافت میں حکومت و روحانیت کا اجتماع	۲۲۲
مسلم اور اہلیت حکومت	۲۲۲
حکومت و خدمت دین	۲۲۲
حکومت اور نگہداشت دین	۲۲۲
حکومت اور مظاہر عدل و رحم	۲۲۲
علم برتر از حکومت ہے	۲۲۲
حکومت بلا علم حماقت ہے	۲۲۲
علم بلا حکومت بے زیب و زینت ہے ..	۲۲۲
آخرت اور اس کی تکمیل	۲۲۲
اسلام پر مرنے کی علامات	۲۲۲
دعا برائے مسلمانان	۲۲۳
دعائے یوسفی پر مکرر غور	۲۲۳
ارادہ دعا شاہراہ کامیابی ہے	۲۲۳
علامت اجابت	۲۲۳
انہماک دعا اور قرب الٰہی	۲۲۳
غلط کہ دعا قبول نہ ہوتی	۲۲۳
مبارک جنہیں دعا مانگنی آتی ہے	۲۲۳
بندہ کا مالک پر اعتماد	۲۲۴
محبت رحمانی	۲۲۴
رحمت ربانی	۲۲۴
ہیبت جلالی	۲۲۴
شفقت قیومی	۲۲۴

مضمون	صفحہ
غنائے عزیزی	۲۲۴
بندۂ مولیٰ نامراد نہیں ہو سکتا	۲۲۴
دعائے یوسف میں سوال موت نہ تھا	۲۲۴
نقصان دین اور دعائے موت	۲۲۵
امیر المؤمنین سیدنا علیؓ کی دعا	۲۲۵
امام المحدثین بخاریؒ کی دعا	۲۲۵
حالات اقوام ماضیہ و اخبار غیب	۲۲۶
آرزوئے نبوی صلعم	۲۲۶
نبی صلعم نے لوگوں کو آگ سے بچایا	۲۲۷
کسی نبی نے اجر نبوۃ نہیں لیا	۲۲۷
انبیاء کے مقولے	۲۲۷
نبی صلعم نے سوال اجر نہیں کیا	۲۲۸
اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى پر حاشیہ	۲۲۸
رغبت بر قرآن	۲۲۸
آیت کے لغوی معنی	۲۲۸
آیت و الف لام	۲۲۹
وقائع یوسف کا ظہور مکرر	۲۲۹
مشرکین عرب کے بعض عقائد	۲۳۰
شرک عبادت و استعانت	۲۳۰
مسلمان عقائد کی پڑتال کریں	۲۳۱
دعوت الی الحق کے احکام	۲۳۲
دعوت پر نبی صلعم کے کام	۲۳۳
اسلام اور فرضیت تبلیغ	۲۳۳
نبی صلعم اور بصیرت	۲۳۳
مسلمان اور بصیرت	۲۳۴
سبحان اللہ کی فضیلت	۲۳۴
نبوۃ رجال سے مخصوص ہے	۲۳۵
ام موسیٰ - ام عیسیٰ و ہاجرہ	۲۳۵
نبی کیوں بشر ہوتا ہے	۲۳۵
مبنائے اعتراض	۲۳۵
نبی کے بشر ہونے کی حکمت	۲۳۶
اُسوۂ و نمونہ	۲۳۶
اہل مکہ و مواقع عبرت	۲۳۶
آخرت بہتر از دنیا ہے	۲۳۷
تدبیر موازنہ	۲۳۷
معنی اذا استائس الرسل	۲۳۸
صحت معنی	۲۳۸
قَدْ كُذِّبُوْا کا نمونہ	۲۳۹
عذاب کے دو اصول	۲۴۰
تحدی قرآن	۲۴۱
قرآن عبرت ہے	۲۴۱
قرآن مصدق ہے	۲۴۱
ہر ایک مذہب دوسرے کا مکذب	۲۴۲
قرآن و تفصیل کل	۲۴۳
قرآن ہدایت ہے	۲۴۴
کتب سابقہ کے محدود دائرے	۲۴۴
قرآن کا فیض از ابتدائی نزول	۲۴۴
مختلف ممالک کے چند صحابہ	۲۴۴
قرآن رحمت ہے	۲۴۵
یہودیوں اور ہنود کے قیود	۲۴۵
حقوق اناث	۲۴۵
حقوق انسانیت	۲۴۵

مضمون	صفحہ
اخلاق حسنہ	۲۴۶
حرمت خمر	۲۴۶
استحکام عدل	۲۴۶
حفاظت شہادت	۲۴۶
تعلیم عفو و درگزر	۲۴۷
تہذیب و شائستگی	۲۴۷
حکومت نوعی یا شخصی	۲۴۷
تمدن و حریت	۲۴۸
قرآن کی رحمت عام	۲۴۸
قرآن سے استفادہ اٹھانے والے مبارک ہیں	۲۴۸
مماثلت احوال یوسفی و محمدی	۲۵۰
اوّل - رویائے صالحہ سے ہر دو نبوت کا آغاز	۲۵۰
دوم - تعبیر یوسف علیہ السلام و تبیین ورثہ بن نفل	۲۵۱
سوم - درجہ اجتہاد	۲۵۱
چہارم - علم تاویل اور تعلیم الکتاب	۲۵۱
پنجم - اتمام نعمت و ختم نبوت	۲۵۱
امر و نہی بعہد آدمؑ	۲۵۲
امر و نہی بعہد نوحؑ	۲۵۲
داؤد علیہ السلام اور فتح باب مناجات	۲۵۳
ششم - قتل و طرح ارض	۲۵۴
دار الندوہ اب حنفی مصلی ہے	۲۵۴
ہفتم - غیابت الجب اور غار ثور	۲۵۵
ہشتم - سیارہ یوسف اور قافلہ انصار	۲۵۵
نہم - حسن یوسف - و جمال محمدی ..	۲۵۶
دہم - تہمت	۲۵۶

مضمون	صفحہ
یازدہم - خواب یوسفؑ و خواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم	۲۵۶
دوازدہم - وعظ صدیق سورہ یوسف میں	۲۵۷
وعظ محمدی سورہ جن میں ..	۲۵۷
سیزدہم - حکومت مصر	۲۵۷
صدیق اور خلفاء نبویہ	۲۵۷
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر نگین ممالک	۲۵۷
چاردہم - قحط کنعان اور قحط مکہ	۲۵۸
پانزدہم - برادران یوسف و ابوسفیان	۲۵۸
شانزدہم - غلہ مصر کنعان میں	۲۵۹
غلہ نجد مکہ میں	
ہفدہم - نتائج حکومت مصر اور فتح مکہ	۲۵۹
ہژدہم - درخواست ترحم برادران یوسف و قبیلہ بنو سعد بکر -	۲۵۹
نوزدہم - برادران یوسف اور قریش کو مژدہ لا تثریب	۲۵۹
بستم - بنو اسرائیل کا مصر اور بنو عدنان کا مدینہ میں جا آباد ہونا	۲۶۰
بست و یکم - یوسف اور تصدیق انبیاء فرزند یوسف اور تصدیق نبوی	۲۶۱
بست و دوم - خالہ اور دایہ	۲۶۱
بست و سوم - سبک روحی یوسف اور غناء مصطفوی	۲۶۱
درود و دعا	۲۶۲
آخری گذارش	۲۶۲

مضمون	صفحہ
باب المشاہیر	
امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ص۱۳۳	
احمد بن یحییٰ ثعلب ص۸۵	
انس رضی اللہ عنہ ص۱۶۱	
قاضی ایاس بن معاویہ ص۹۸	
بریرہ رضی اللہ عنہا ص۱۷۵	
زبیر بن العوام قرشی الزہری رضی اللہ عنہ ص۶۹	
زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ص۳۱	
حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ ص۶۴	
امام حسن رضی اللہ عنہ ص۱۳۷	۲۶۵
امام حسین رضی اللہ عنہ ص۱۳۷	۲۶۵
سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ص۱۸۱	
امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ص۱۳۲	
قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ ص۹۸	۲۶۵
سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ص۱۴۴	۲۶۵
قفال مزدری رح	۲۶۵
عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ ص۶۶	۲۶۶
عبدالرحمٰن بن ابویعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ ص۹۸	۲۶۶
سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ	۲۶۶
عثمان بن جنی ص۱۵	۲۶۷

مضمون	صفحہ
سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ص۹۸	۲۶۸
ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ ص۸۳	۲۶۹
صوفی خازن رحمۃ اللہ علیہ ص۳۳	۲۶
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ص۹۸	۲۱۹
خواجہ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ ص۸۹	۲۶۹
ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ ص۸۳	۲۷۰
کعب سوراُزدی رضی اللہ عنہ ص۹۸	۲۷۰
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ص۷۱	۱۷۱
امام محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ ص۲۰	۱۷۱
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ص۷۹	۲۷۲
امام زہری رحمۃ اللہ علیہ ص۵۷	۲۷۲
سیدنا محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ ص۱۱۶	۲۷۲
امام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ ص۱۸۶	۲۷۲
سلطان محمود غزنوی رح ص۱۲۷	۲۷۳
علامہ محمود زمخشری ص۸۵	۲۷۳
مرثد غنوی رضی اللہ عنہ ص۹۴	۲۷۳
مسلمہ رضی اللہ عنہ ص۶۶	۲۷۴
امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ص۶۳	۲۷۴
مقداد زہری رضی اللہ عنہ ص۶۶	۲۷۴
فراء نحوی رح ص۱۵۳	۲۷۵

تنہا اپنی ذاتی فہم و قیاس پر نہ اعتماد کرنا چاہیئے۔ اور نہ دھوکا کھانا چاہیئے۔

(۲) مجھے سورہ یوسفؑ کی تفسیر قلم بند کرنے کا مدّت سے شوق تھا۔ مکہ معظمہ میں پہنچنے کے بعد یہ شوق زیادہ بڑھ گیا۔ کہ اسی بلد الامین میں کچھ لکھ لیا جائے۔ جہاں اس سورۂ مبارکہ کا نزول ہوا تھا۔

اتفاق حسنہ سے مجھے یہاں چند ایسے کریم النّفس احباب مل گئے۔ جنہوں نے اپنی کتابیں مجھے مہیّا کردیں۔

اب ناظرین کی خدمت میں ادب سے وہ چند اوراق پیش کئے جاتے ہیں۔ جو مکّہ معظّمہ میں لکھے گئے تھے۔ اور جن پر واپسی کے بعد ہندوستان میں نظر ثانی کرلی گئی ہے۔

مجھے صدق دل سے اعتراف ہے۔ کہ تفسیر لکھنا میری حیثیت سے بہت بالاتر ہے۔ لیکن صرف خدمت قرآن حکیم کا شوق ہے۔ کہ اس وادی میں قدم رکھا۔ جو اہل ہوا و ہوس کے لئے پُرخار ہے۔ اور متّبعین کے لئے خُلد بہار۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اس ناچیز خدمت کو قبول فرمائے۔ اور اس کا ثواب میرے والدین اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمَا وَارْحَمْھُمَا کے نامۂ اعمال میں ثبت فرمائے۔ اور میری زلات کو اپنی مغفرت و رحمت سے عفو فرمائے +

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بَارِکْ وَسَلِّمْ

ارجی شفاعت و غفران

محمد سلیمان سلمان

۱۹ محرم الحرام ۱۳۴۱ھ ہجری المقدسہ

قصیدہ

در نعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

در دلم جوشد ثنائے رحمۃ للعالمین
آفتاب عالم جان وضیائے چشم دین

اوست صدق و صدق آورد و کلامش نیز صدق
دین او حق ست و حق ست حق جز حق مبین

او دلیل صد ہزاراں واصلان قرب رب
او کلید صد علوم اولین و آخرین

مسند آرائے نبوت بود او در قدس گاہ
منجدل چوں بود آدم درمیان ماء وطین

در کلام او حیات تازۂ دل مردگاں
پنجۂ اش در دست دارد چشمۂ ماء معین

اسوہ اش ہدیٔ مبین ست و کلام اللہ علم
قلب ایں علم و عمل را یافت شیر و انگبین

از دل او ہر چہ خیزد قدسیاں را رہ نما
از لب او ہر چہ ریزد صادقیں را دل نشین

احتشام او ہویدا از کلام ذوالجلال
نور او پیدا و ہم پنہاں بآیات مبین

اسم او مہر سلیماں را دہد شان جلیل
نام او روشن بفرماید سیہ بخت نگین

در سر گاہ قدس اولا ابجد دیگر بود
حرف آغازش بود ایمان و انجامش یقین

منکر او دور ماند از رحمت پروردگار
رحمۃ للعالمینش خواند رب العالمین

جرعہ جام ولائے او بخشد زندگی
رفت بے بہرہ ازیں رسکندر ظلمت نشین

اتباعش کرد لازم بر ہمہ آمرزگار
ایں رساند انسی و جاں را بفردوس برین

خائب و خاسر نماند مذنب خائف دگر
خیر مطلق ست خالق او شفیع المذنبین

حق تعالیٰ را بود در حشر مردم حکمتے
تا نماید جاہ او بر آخرین و اولین

نعت او تصدیق فرمایندۂ پیشینیاں
خلق او را ترجمانی کرد قرآنِ مبین

آیں تمام نعمت دہم ایں کمال معرفت
نوعِ انساں یافت از وے خلعتِ رضوان و دین

ختم شد بر او نبوّت یافت دیں از وے کمال
شست اندر خانقاہ سدرہ اش روحُ الامین

مہرِ او چوں آب بر قوارہ ریزد بر زباں
نامِ او چوں مہر مرا نورِ بخش ذاکرین

در ہوائے شہرِ او چوں ذرّہ پرّد پیکرم
در خیالِ مسجدِ او سجدہ رفتہ در جبین

حُبِّ او از ہر چہ باشد برتر و خوش تر بود
غائتِ ایماں ہمیں است و ہمیں ست ہمین

در غمِ دوری و چشمم سر شکے چند ریخت
گفت رضواں زینتِ حورا ست ایں در ثمین

اے امامِ مرسلاں اے حاملِ اُمّ الکتاب
بخش و بخشائش بود مہر ترا بر اہلِ کین

بر مقامِ برتر محمود پا نہ تا کنند
انبیا زیرِ لوائے الحمد جائے خود گزین

خواہ از داور کہ در راہکت شوم صحرا نورد
اے غبارِ آستانت سرمۂ چشمانِ عین

آں سلیمانم کہ خاکِ آستانِ پاکِ تو
کرد مستغنی مرا از حُبِّ دیہیم و نگین

احقر
سلمان منصور پوری

سورۂ یوسف مکیہ۔ رکوع ۱۲۔ آیات ۱۱۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حروف مقطعات بامعنی ہیں —

الٓرٰ ۔ اس سورۃ کا آغاز الف۔ لام۔ را سے ہوا ہے۔ اس لئے حروف مقطعات قرآنی کی بحث شروع ہو جاتی ہے۔ علماء اسلام کا اتفاق ہے۔ کہ یہ حروف مہمل نہیں۔ اس لئے ان کی معانی پر تکلم کیا گیا۔ اور بہت سے اسرار غامضہ بیان کر کے دل و گوشِ حق نیوش کی مہمانی کی گئی ہے۔ تاہم یہ اعتراف کیا گیا ہے۔ کہ ہنوز معانی کا حصر نہیں ہوا۔

یہ مختصر تفسیر اس دقیق بحث کے لئے موزون نہیں۔ لہٰذا یہاں صرف چند معمولی معلومات کا اندراج کیا جاتا ہے۔

یہ وہ سورتیں جن کا آغاز مقطعات سے ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ اُن میں سے ۲۹ کا آغاز حروف مقطعات سے ہوتا ہے۔

لغت میں سورت کے معنی عظمت۔ عزت۔ منزلت۔ افزونی حصہ ہیں۔ اور قرآن مجید کی ہر ایک سورۃ کو انہی معانی پر نظر کرتے ہوئے سورہ کہا گیا ہے

یک حرفی	۳	ص - ق - ن -
دو حرفی	۹	حٰمٓ ۶ - طٰسٓمٓ النمل - طٰہٰ - یٰسٓ -
سہ حرفی	۱۳	الٓمٓ ۶ بقرہ - الٓ عمران - عنکبوت - روم - لقمان - سجدہ - الٓرٰ یونس - ھود
		یوسف - ابراھیم - الحجر - طسٓمٓ ۲ شعراء - القصص -
چار حرفی	۲	المٓصٓ اعراف - المٓرٰ رعد -
پنج حرفی	۲	کٓھٰیٰعٓصٓ مریم - حٰمٓعٓسٓقٓ شوریٰ -

حروف جن کا مقطعات میں استعمال ہوا -

عربی کے حروف تہجی ۲۸ ہیں - مقطعات میں صرف ۱۴ حروف کا استعمال ہوا ہے - مستعمل شدہ حروف کا شمار استعمال ذیل کے نقشہ سے واضح ہوگا -

الف	۱۳	ح	۸	ر	۲	س	۴
ص	۳	ط	۴	ع	۲	ق	۲
ل	۱	ل	۱۳	م	۱۸	ن	۱
ھ	۲	ی	۴				

اس میں کچھ شک نہیں - کہ جن حرف کا استعمال زیادہ ہوا - ان کو دیگر حروف پر شرف ہے - یہ شرف بلحاظ علم اللسان بھی ہے اور باعتبار علم النفس بھی - اس کی بحث انشاء اللہ کسی دوسرے رسالہ میں کی جائیگی -

اس جگہ اتنا لکھ دینا کافی ہے - کہ جن ۵ سورتوں کا آغاز الٓر سے ہے - ان سب میں احوال انبیاء کا بیان ہے -

تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں -

لفظ آیت کے معانی متعددہ

آیات - آیت کی جمع ہے۔ قرآن حکیم میں لفظ آیت کا استعمال متعدد معانی میں ہوا ہے۔

الف قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا (آل عمران رکوع ۱۱) یہاں آیت بمعنی عبرت و استدلال ہے[۱]۔

ب فِيْهِ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (آل عمران ۱۰۴) - کعبہ حسی شے ہے۔ جسے عظمت تاریخی اور حرمتِ ربانی حاصل ہے اور امن بسیط غیر مادی شے ہے۔ ان کو آیات فرمایا[۲]۔

ج وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُ الرَّحْمٰنِ (مریم ۴۶) یہاں آیات بمعنی کلام اللہ ہے[۳]

د وَقَالُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَاتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (عنکبوت) یہاں آیت بمعنی معجزۂ مادیہ ہے[۴]

ھ وَفِي الْاَرْضِ اٰيَاتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ (الذاریات ۲۰) یہاں آیات بمعنی دلائل حقہ ہیں[۵]۔

آیت زیر تفسیر میں لفظ آیات بمعنی جزو کلام الٰہی ہے۔ اور قرآن مجید کے ہر ایک فقرہ کو آیت ہی کہا جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ مذکورہ بالا معانی میں سے خواہ کسی معنی کا بھی اعتبار کیا جائے۔ قرآن مجید کا ہر ایک فقرہ بالضرور آیت ہے۔ وہ معجزہ بھی ہے۔ اور نشان قدرت بھی۔ وہ نصیحت بھی ہے۔ اور عبرت بھی۔ اور اس کا ہر ایک حرف کلام اللہ بھی۔ وہ بہترین برہان ہے۔ اور برترین صداقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں آیت بمعنی پیغام بھی ہے ؎

الا ابلغ ھذا المعرض ایۃ ایقظان قال القول اذ قال ام حلم

---

[۱] وہ دو گروہ (مسلمان و قریش جو بدر میں) لڑے تھے ان کی حال میں تمہارے لئے عبرت ہے۔ ۱۲ [۲] کعبہ میں روشن نشانیاں ہیں۔ مقام ابراہیم ہے۔ اور جو اس میں آجاتا ہے۔ وہ امن میں آجاتا ہے۔ ۱۲ [۳] جب ان پر رحمٰن کی آیات پڑھی جاتی ہیں۔ ۱۲ [۴] کہتے ہیں۔ کہ اس کی رب کی طرف سے معجزے کیوں نہیں اترتے ۱۲ [۵] زمین میں اور تمہاری نفوس میں ایقان والوں کے لئے آیات ہیں۔ ۱۲

قرآن مجید کی ہر ایک آیت منجانب اللہ ایک پیغام ہے۔ اس لئے بھی اس اسم سے موسوم ہے۔

کِتٰب ۔ قرآن مجید کو کتاب فرمایا۔

قرآن کریم کے مضمون اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے

(۱) کیونکہ جونہی کوئی آیت نازل ہوتی تھی۔ فوراً ہی لکھی جاتی تھی۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو متعدد آیات میں یہ ارشاد فرمادیا تھا۔

الف۔ کہ حضور قرآن مجید کو کبھی نہ بھولیں گے۔ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى [۱]

ب۔ بتلادیا تھا۔ کہ اس کلام پاک کی جمع و تربیت کا ذمہ دار بھی خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ [۲]

ج۔ فرمادیا تھا۔ کہ زمانِ مستقبل میں بھی حفاظت رب العالمین ہی فرمائیگا وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [۳]

د۔ فرمادیا تھا۔ کہ ایک ایسی جماعت ہمیشہ موجود رکھی جائیگی۔ جن کے سینوں میں قرآن پاک محفوظ رکھا جائیگا۔ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (عنکبوت ع ۵) [۴]

تاہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کتابت قرآن حمید کا اتنا شغف تھا۔ کہ کسی آیت کا نزول خواہ رات دن کے کسی ہی وقت میں ہوتا۔ حضور فوراً ہی کاتب کو طلب فرماتے۔ آیت مُنزلہ تحریر کرادیتے۔

اس آیت کی ترتیب دیگر آیات کے ساتھ کہ اُسے کہاں لکھا جائے۔ کس آیت سے پہلے۔ کس آیت کے بعد اُسی وقت عمل میں لاتے تھے۔ اور پھر

---

[۱] ہم تجھی پڑھائیں گے اور پھر تو نہ بھولیگا۔ ۱۲ [۲] ہم پر اُس کا جمع کرنا۔ اور پڑھ دینا۔ ۱۲
[۳] ہم اُس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ۱۲ [۴] قرآن تو وہ روشن آیات ہے جو علم والوں کے سینہ میں ہے۔ ۱۲

نماز میں اُسی ترتیب کے مطابق سب کو پڑھ کر بھی سُنا دیتے تھے۔

کتاب کہنے کی وجہ اوّل پس وہ کلام جس کے نزول کے ساتھ ساتھ کتابت کا اس قدر اہتمام کیا گیا ہو۔ اُسے کتاب کے نام سے موسوم کیا جانا بالکل صحیح ہے

وجہ دوم دوسری وجہ۔ یہ ہے کہ قرآن مجید۔ قبل از نزول بھی لوح محفوظ میں تحریر شدہ ہے۔

وجہ سوم تیسری وجہ۔ یہ ہے۔ کہ کتب کے معنے اصل لغت میں جمع کرنا ہے۔ کتب الکتاب اسی لئے کہا جاتا ہے۔ کہ حروف کو حروف کے ساتھ سطح کاغذ پر جمع کیا جاتا ہے۔ محاورات عرب پر غور کرو۔ کَتَبَ الْکَتَائِبَ فوجی دستے جمع کئے کَتَبَ السِّقَاءَ چرمی حوض لگایا۔ کَتَبَ النَّاقَۃَ۔ ناقہ کے تھن میں دودھ جمع کیا۔ پس اصل لغت کے لحاظ سے قرآن مجید کو کتاب کہنا درست ہُوا۔ اور اندریں حالت اس کا ترجمہ الجامع ہُوا۔ یعنی وہ کلام جو مواعظ و امثال انذار و تبشیر۔ احکام و حِکَم شریعت و حکمت کا جامع ہے۔

مُبِیْن - بَانَ الشَّیْءُ - یا اَبَانَ الشَّیْءُ سے ہے۔ یعنی لازم و متعدّی ہر دو معانی کے لئے۔ کتاب حمید بذاتِ خود بھی روشن ہے۔ کیونکہ اپنے موضوع کو نہایت واضح طریق سے بیان کرتی ہے۔

مبین لازم و متعدّی

نیز واضح کرنے والی بھی ہے۔ کیونکہ واقعات و احکام۔ اور اخبار ماضی و مستقبل کو بھی وضوح میں لاتی ہے۔ اُس نے رُشد۔ و غیّ۔ اور حق و باطل پر بخوبی روشنی ڈال دی ہے۔

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۵

ہم نے اُسے اُتارا ہے۔ وہ پڑھے جانے والی کتاب اور عربی ہے۔ تاکہ تم اسے خوب سمجھ سکو۔

اَنْزَلْنَاهُ - کی ضمیر کتاب کی طرف ہے۔ اور قرآناً بطور بدل واقع ہے۔

قُرْآنًا - قرآن قرء سے مصدر ہے۔ اور مصدر کو مبالغہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ کتاب حمید کو قرآن بتلانے میں ایک پیشگوئی بھی مضمر ہے۔

"یعنی یہ کتاب بکثرت پڑھے جانیوالی ہے"۔ ساڑھے تیرہ سو سال کا زمانہ دراز شاہد عدل ہے۔ کہ یہ پیشگوئی کیونکر تسلسل و تواتر کے ساتھ پوری ہو رہی ہے یہی وہ کتاب ہے۔ جو از اوّل تا آخر محراب مسجد میں پڑھی اور سُنائی جاتی ہے۔

یہی وہ کتاب ہے۔ جسے ایک دن میں پانچ وقت کروڑوں اشخاص پڑھ لیتے ہیں۔ دوسری وجہ تسمیہ اسم قرآن کی یہ ہے۔ کہ یہ قرأت الماء فی الحوض کے محاورہ سے بنایا گیا ہے۔ اس کے معنی ہیں حوض میں پانی جمع کر دیا گیا" چونکہ کتب اولین کے جملہ علوم اس کتاب میں جمع کر دئے گئے ہیں۔ اس لئے اس کا نام قرآن ہُوا۔ (کتاب الفوائد لابن قیمؒ)۔

ایک ہی آیت میں کتاب و قرآن کے الفاظ کو لانیکی خاص خوبی۔ خصوصیت قرآنی۔ پیشگوئی۔

اس ایک ہی آیت میں اس کلام پاک کے دو وصفی نام جمع کر دئے گئے ہیں (۱) کتاب (۲) قرآن۔ اگر کوئی شخص دنیا بھر کے تمام مذاہب کی کتب کی تاریخ پر نظر ڈال سکتا ہے۔ تو وہ دیکھے۔ کہ دنیا کی کسی کتاب پر کتاب اور قرآن کے دونوں اوصاف ہر وقت اور ہر زمانہ میں پورے ہوتے ہوئے نظر نہ آئیں گے۔

کوئی کتاب لکھی گئی تو پڑھی نہ گئی۔ کوئی کتاب پڑھی گئی تو لکھی نہیں گئی۔ لیکن ابتدائے نزول اور بدو شیوع سے یہ دونوں صفات جس کلام پاک میں صادق آتے ہیں۔ وہ یہی کلام حمید ہے۔ اور یہ بھی قرآن پاک کی وہ اعلیٰ خصوصیت ہے۔ جو اسی اپنے اوصافِ عالیہ کے لحاظ سے فرقان ٹھہراتی ہے۔

عَرَبِيًّا - یعنی قرآن کو عربی زبان میں اُتارا۔

قرآن کا عربی ہونا احسان بر عرب ہے

الف - یہ احسان اہل عرب پر بھی ہے۔ کہ قرآن کو عربی میں اُتارا۔ کیونکہ وہ بعثت مصطفوی سے پیشتر تعلیمات اور فیوض نبوت سے بالکل محروم تھے۔ عرب میں ہزارہا سال سے کوئی نبی نہ ہوا تھا۔ اور اہل عرب تمام دنیا سے الگ تھلگ رہنے کی وجہ سے کسی دوسری زبان سے آشنا نہ تھے۔

قرآن کا عربی ہونا احسان بر عالم ہے

(ب) یہ احسان جملہ اہل عالم پر بھی ہے۔ کہ قرآن کو عربی میں اُتارا گیا۔ یہ امر تو ہر شخص تسلیم کریگا۔ کہ کتاب کے لئے کوئی نہ کوئی زبان ہونی چاہئے

آخری کتاب کی زبان

لیکن فیصلہ طلب سوال یہ تھا۔ کہ آخری کتاب کے لئے کس زبان کو حق ترجیحی حاصل ہے؟

کیا اُس کے لئے کوئی ایسی زبان اختیار کی جاتی جس کا پہلے سے دنیا میں کوئی وجود نہ تھا۔ اگر اسی کو پسند کیا جاتا۔ تو پھر اس سوال کا تعلق اُس زبان سے ہو جاتا۔ جسے اس انوکھی زبان کی اولین ترجمان بننے کا شرف دیا جاتا۔

زبان جدید

کیا کوئی ایسی زبان اختیار کی جاتی۔ جو عہد قدیم میں مروج نہ تھی۔ نہیں۔ کیونکہ مندرجہ بالا صورت میں بھی ایسی مشکلات موجود ہیں۔ جن کا حل دشوار ہے۔

کوئی یوروپین زبان

کیا کوئی یوروپین زبان پسند کی جاسکتی تھی؟ نہیں۔ کیونکہ یوروپ روحانیات میں ہمیشہ ایشیا کا شاگرد رہا ہے[1]۔

---

[1] اخبار الاندلس کا مصنف ایس۔ پی سکاٹ تسلیم کرتا ہے۔ کہ انگریزی زبان کے سب سے زیادہ روزمرہ کی اصطلاحات بغیر تبدیلی کے عربی زبان سے لئے ہوئے اب تک ہماری زبان میں موجود ہیں۔ فرنچ زبان کے اکثر الفاظ و محاورات عربی زبان سے ماخوذ ہیں۔ سپینی زبان کو تو بگڑی ہوئی عربی کہا جاتا ہے۔ زبان اطالیہ پر جو اثر صقلیہ کے سلطانوں نے ڈالا۔ وہ صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ ان فقرات سے معلوم ہو گیا۔ کہ یوروپ کی زبانوں نے خود عربی سے اپنی روزمرہ کی ضروریات کو انگ تانگ کر پورا کیا ہے۔ لہذا اُن میں حق ترجیحی کی خصوصیات کب مل سکتی ہیں۔ کتاب ام الالسنہ میں ۳۷۳ ایسے الفاظ کی فہرست دی گئی ہے۔ جو انگریزی زبان سے لئے گئے ہیں۔ یہ مصنف کی ابتدائی کوشش ہے۔ اگر سب مسلمان اس موضوع ..... کی تکمیل پر متفق ہو جائیں تو اس کا شمار ہزاروں تک پہنچ سکتا ہے اور بداہۃً آشکارا کیا جاسکتا ہے کہ ام القریٰ کی

ابراہیم علیہ السلام کی رائے کا تقدم

یہودیوں۔ عیسائیوں۔ صائبیوں اور مسلمانوں کی تعداد کا مجموعہ دنیا کی باقی دیگر اقوام سے بہت زیادہ ہے۔ اس لئے ان سب کے پدر بزرگوار ابراہیم خلیل الرحمٰن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے کو اس بارہ میں تقدم ملنا چاہیئے۔

مکہ کا کعبہ کے لئے مرکز واحد بنایا گیا

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جملہ عالم کی اصلاح کے لئے مکہ بطور مرکز واحد قائم فرمایا تھا۔ اور انہوں نے اس اصلاح کل کے کام کی بنیاد اور ترقی کی ذمہ داری اپنے پھلوٹے فرزند سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام پر ڈال دی تھی بوجہ اس اعلیٰ قابلیت کے جو ان کی ذات مستجمع الصفات میں مرکوز و موجود تھی۔

اسماعیل علیہ السلام کی پدری زبان بابلی تھی۔ مادری زبان قبطی تھی۔ ان کی علمی زبان عبرانی تھی۔ فلسطین میں رہ کر انہوں نے وہاں کی زبان پر عبور حاصل کر لیا تھا۔ وہ یمن۔ حضرموت۔ نجد و بطحاء کے لئے مبعوث تھی جہاں کی زبان عربی تھی۔

اسماعیل علیہ السلام مختلف لہجہ کے عالم اور عربی میں مبلغ تھے

وہ حجاز کے حکمران خاندان کے داماد تھے۔ ان کی دوسری بیوی مصر سے لائی گئی تھی۔ چونکہ عربی ہی ایسی زبان تھی جس میں اسمٰعیل علیہ السلام کو تبلیغ کرنی پڑتی تھی۔ اس لئے عربی ہی ایسی زبان بن گئی تھی جس میں مندرجہ بالا ممالک کے علوم کی جامعیت پیدا ہو گئی تھی۔ اور انوار نبوت اور علوم سماویہ کے اجتماع نے اسے جامع تر۔ اور مکمل تر بنا دیا تھا

عربی زبان کے حق ترجیحی کی تائید میں یہ ایک وجہ منجملہ دیگر وجوہ ہے۔

زندہ رہنے والی زبان

اس کے بعد اس نکتہ پر بھی غور کرو۔ کہ قدرت الٰہیہ نے اسی زبان کو آخری کتاب کے لئے پسند فرمایا۔ جو زندہ رہنے والی زبان تھی۔

اس فقرہ کا مطلب سمجھنے کے لئے آپ اُن زبانوں کی تاریخ گزشتہ۔ اور حیثیت موجودہ پر غور فرمائیں۔ جن میں کسی الہامی کتاب کا ہونا آج تک بیان کیا گیا ہے۔

سابقہ الہامی کتابوں کی اصلی زبانوں کا حشر

وید کی زبان۔ ژند واستا کی زبان۔ توراۃ کی زبان۔ انجیل کی زبان۔ کیا آج دنیا میں کسی جگہ بولی جاتی ہے۔ یا کوئی شہر کوئی قریہ۔ کوئی کوچہ بھی ایسا ہے۔ جہاں اِن السنہ میں سے کسی لسان کا استعمال بطور زبان ہوتا ہے ؟؟؟

عربی میں حیات دائمی کی طاقت

جواب میں ہر ایک راست گو کو قطعاً خاموش ہونا پڑیگا۔ نتیجہ صاف ہے کہ علم الٰہی نے جو ماضی و حال و استقبال پر حاوی ہے۔ اپنی آخری کتاب کے لئے کسی ایسی زبان کو اختیار نہ فرمایا۔ جو پردہ عالم سے جلد تر مردہ و ناپید ہونے والی تھی۔ یا مردہ و ناپید بن چکی تھی۔ بلکہ ایسی زبان کو حق ترجیحی عطا فرمایا جس میں حیات اور نمو۔ اور قیام کی صفات اور استعداد اور طاقت موجود تھی۔

عربی کے زیر نگین ملک

عربی زبان کو دیکھو۔ وہ آج اپنے مہد تربیت کے علاوہ مصر و شام۔ اور مراکو و سوڈان۔ الجزائر ٹیونس کی بھی زبان ہے۔ وہ نہ صرف مسلمانوں کی زبان ہے۔ بلکہ لاکھوں یہودی۔ کروڑوں عیسائی۔ اور ہزار در ہزار قبطی و حبشی کی بھی وہی پیاری زبان ہے۔

اُس میں آج لیڈن سے لیکر برازیل تک اخبار اور رسالے شائع ہوتے ہیں۔ حالانکہ اِن ممالک میں نہ عربی اقوام کی حکومت ہے۔ نہ عربی اقوام کی سکونت ہے۔ اور نہ اسلامی مذہب کا تسلط ہے۔

انسانی طاقت سے مافوق حالات

یہ ایسی وجوہات ہیں۔ جن پر ایک فلسفی دماغ کو

کامل غور کرنا لازم ہے۔ کیونکہ کسی زبان کا پردۂ عالم سے ناپید ہو جانا یقیناً انسانی فعل سے برتر ہے۔ اور کسی ایک زبان کے استحکام و بقا کا اتنا وسیع و محکم انتظام کرنا بھی کسی خاص قوم کی تدبیر سے بالکل ارفع و اعلیٰ ہے۔

اولڈ انگلش کا اب حال

آج اولڈ انگلش موجودہ انگریز کے لئے ایک نئی زبان کے برابر ہے یہ تفاوت صرف تین صدی کے اندر اندر کا ہے۔

قرآن مجید اور ۱۳ صدیاں

مگر قرآن مجید کی عظیم زبان اب تک حجازی۔ تہامی۔ یمنی۔ حضری نجدی۔ بطحائی کے لئے ویسی ہی صاف اور واضح ہے۔ جیسا کہ وہ چودہ صدی پیشتر تھی۔

جس زبان میں اس قدر قوتِ حیات موجود ہے۔ اس کا انتخاب میں آجانا بالکل ایک فطری امر تھا۔

عربی زبان کی تعریف یورپین مؤرخ سے

ایس۔ پی سکاٹ جس نے بیس سال سے زیادہ عرصہ عربوں کی عادات و خصائل پر غور کرنے میں صرف کیا ہے۔ اپنی کتاب اخبار الاندلس میں کہتا ہے[1]۔

عربی زبان کی شیرینی۔ اُس کی حیات بخش قوۃ۔ اُس کا رسیلا پن۔ اُس کے استعاراۃ کی کثرت بوقلمونی نے اُسے شاعری کے لئے اتنا موزون بنا دیا ہے۔ کہ یہ درجہ دنیا کی کسی اور زبان کو بہت کم حاصل ہے۔ کوئی لفظ۔ کوئی محاورہ ایسا نہیں جو خوبصورتی اور لطافت کے ساتھ نظم میں موزون نہ ہو جائے۔

نثر و نظم و موسیقی کا معیار اور عربی۔

اس کی نثر میں نظم کا مزہ آتا ہے۔ اور اُس کی نظم جیسا کہ اوزان عروض پر پوری اُترتی ہے۔ ویسے ہی قواعد موسیقی کے پورا

---

[1] منشی محمد خلیل الرحمٰن صاحب سپرنٹنڈنٹ دفتر ایجنٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور نے اس کتاب کا مکمل اردو ترجمہ چھاپ دیا ہے۔ ۱۲

کرنے میں بھی کامل ہے۔

صرف ونحو کی تکمیل

میں کہتا ہوں کہ علم الالسنہ کے عالمان زمانۂ حال پر یہ بات روشن ہو چکی ہے کہ عربی زبان کی صرف ونحو وسیع ومکمل ہے۔ اس کے لغات کثیر التعداد اور کثیر المعانی ہیں۔ اظہار جذبات کی اُس میں بہت بڑی وسعت ہے۔

عربی مصادر تین حروف سے

عربی دان جانتا ہے۔ کہ تمام عربی مصادر کا مادہ سہ حرفی لفظ ہوتا ہے۔ اب یہ بھی جان لینا چاہیئے۔ کہ اس سہ حرفی لفظ کی ترتیب ایسے طریق پر رکھی گئی ہے۔ کہ جب اُنہی حروف میں تقدیم وتاخیر وتقلیب کر دی جائی تو اُس سے دوسرے۔ تیسرے۔ چوتھے۔ پانچویں۔ چھٹے درجہ تک مختلف معانی پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

۱۔ مثلاً س۔ل۔ب۔ تین حروف ہیں۔ اس سے سلب اور سبل یلبس اور لسب یلبس اور بسل چھ الفاظ بن گئے ہیں اور سب بامعنی ہیں۔

ایک مصدر کے حروف سے ۶ مصادر۔

۲۔ مثلاً ع۔ر۔ب۔ تین حروف ہیں۔ اس سے عرب عبر۔ رعب۔ ربع۔ بعر۔ برع۔ چھ الفاظ بامعنی مروّج ہیں۔

۳۔ مثلاً ق۔م۔ر۔ تین حروف ہیں۔ اس سے قمر۔ قرم۔ مقر۔ مرق رمق۔ رقم۔ الفاظ بامعنی موجود ہیں۔

۴۔ ر۔ط۔ب۔ ۳ حروف ہیں۔ اس سے رطب۔ ربط۔ طرب۔ اور طبر۔ اور برط و بطر سب بامعنی الفاظ ہیں۔ اور زبان پر جاری ہیں۔

۵۔ ح۔م۔ل۔ ۳ حروف ہیں۔ اس سے حمل۔ حلم۔ لمح۔ محل۔ لحم۔ لحم بامعنی الفاظ جاری ہیں۔

۶۔ مثلاً س۔ل۔م ۳ حروف ہیں۔ اس سے سلم۔ سمل۔ لسم۔ لمس۔

سَمَل۔ مَلَس۔ بامعنی الفاظ لغات میں موجود ہیں۔
ایسی مثالیں سینکڑوں کی تعداد میں تلاش سے مل سکتی ہیں۔
اس سے بڑھکر یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ عربی زبان میں خاص خاص معانی کے لئے۔

خاص معنی کے لئے خاص حرف کی خصوصیت

حروف کی خاص خاص خصوصیات ہیں۔ اور اُن حروف کو انہی خصوصیات کی وجہ سے اصل مادّہ میں شامل کیا گیا ہے۔

حرف م کی خصوصیت

مثلاً حرف م میں معنی جمعیت کی خصوصیّت ودیعت کی گئی ہے اور وہ بھی اس لئے کہ خود حرف مذکور کا تلفظ اس معنی کا خواستگار تھا۔ دیکھو اس کے ادا کرنے میں ہونٹ مل جاتے ہیں۔ اب اُن الفاظ پر غور کرو۔ جن میں حرف م آتا ہے۔

مثلاً اُمّ ماں یا درخت کے تنہ کو کہتے ہیں۔ بچّے اپنی ماں سے۔ اور شاخیں اپنے تنہ سے جمعیّت پاتی ہیں۔

مثلاً توام۔ وہ دو بچے۔ جو ایک پیٹ میں ایک وقت رہے ہوں۔

ہَمّ ... وہ فکر جو انسان کے دل میں جم جائے۔

ضمّ ... ایک شے کا دوسرے کے ساتھ مل جانا۔

امام ... وہ شخص جس پر جماعت کا اجتماع ہو جائے۔

تمام ... وہ حالت جو جملہ اجزاء کی جامع ہو۔

حرف الف کی خصوصیت

اسی طرح حرف الف پر خیال کرو۔ اس کے ادا کرتے ہوئے آواز میں مَدّ پیدا ہوتی ہے۔ اس کی یہ خصوصیت معانیٔ الفاظ میں بھی جلوہ گر رہتی ہے۔

طویل کے معنی ہیں لمبا۔ لیکن طوال کے معنی ہیں بہت لمبا۔ یہ ترقّی

صرف الف کی وجہ سے ہوئی۔ کبیر کے معنی ہیں بڑا۔ لیکن کبار کے معنے بہت بڑا۔ یہ حرف الف ہی کی فیض بخشی ہے۔

اعراب کا اثر معانی پر آپ اس سے بھی آگے بڑھیں۔ کہ عربی زبان میں حرکات (ضمہ۔ کسرہ۔ فتحہ) سے بھی الفاظ کا کام لیا گیا ہے۔ دیکھو۔ فعلت ایک لفظ ہے فتحہ تا سے مخاطب مذکر۔ کسرہ تاء سے مخاطب مؤنث۔ ضمہ تا سے واحد متکلم۔ اور جزم تا سے غائب مؤنث کے معنی دیتا ہے۔

اعراب کی طاقتیں اس کے بعد یہ بھی یاد رکھئے۔ کہ حرکات میں ضعف و قوت کی تقسیم ہے۔ ضمہ قوی تر ہے۔ پھر کسرہ۔ پھر فتحہ۔

یہ تقسیم خیالی نہیں بلکہ حقیقی ہے۔ کیونکہ حرکات کی اس ضعف و قوۃ کا اثر الفاظ کے معانی پر بھی ہوتا ہے۔

غور کرو۔

حَمْل۔ بالفتح۔ ایسا بوجھ۔ جس کا اٹھانا ناگوار نہ ہو۔ مادہ کے پیٹ کا بچہ۔ یا درخت کا پھل۔

حِمْل۔ بکسر۔ ایسا بوجھ۔ جس کا اٹھانا دشوار ہو۔ (فَلَهُ حِمْلُ بَعِيرٍ)[1]

چونکہ کسرہ بہ نسبت فتحہ قوی ہے۔ اس لئے کسرہ نے معنی میں اتنی قوت پیدا کر دی۔

سَبْق۔ بفتح اول و جزم ثانی۔ دوڑ۔ سَبَق بفتحتین۔ وہ روپیہ جو دوڑ کی شرط پر لگایا جاتا ہے۔

دوڑنا آسان ہے۔ مگر دوڑ کی شرط کا روپیہ ادا کرنا دشوار ہوتا ہے۔

پہلے لغت میں جزم ہے۔ دوسرے میں فتحہ۔ اس لئے ہر دو معنی میں تفاوت

---

[1] اتنا غلہ یا جاویگا۔ کہ ایک مضبوط اونٹ بمشکل اٹھا سکے۔ آیت سورہ یوسف میں ہے۔ ۱۲

ہو گیا۔

حُب ۔ بالضم محبّت ۔ اور بکسر محبوب کو کہتے ہیں ۔ محبّت کی برداشت دشوار ہے ۔ مگر خود محبوب کبھی بار خاطر نہیں ہوتا ۔

معنی میں یہ لطافت ضمہ اور کسرہ کے تفاوتِ قوۃ نے پیدا کر دی ہے ۔

الغرض ۔ عربی زبان کے ایسے ایسے اسرار ہیں ۔ جن سے دنیا بھر کی تمام السنہ کے خزانے خالی ہیں ۔ بلکہ ان اُمور سے ماہرین السنۂ دیگر کے کان بھی ناآشنا ہیں ۔

حروف و حرکات کا معانی سے اور معانی کا حروف و حرکات سے تعلق ۔

اگر کوئی شخص عربی تہجّی کے ہر ایک جُداگانہ حرف کے خواص سے واقف ہو جائے ۔ اور اُس مناسبت کا علم بھی اُسے ہو جائے ۔ جو حرکات کو الفاظ و معانی کے ساتھ ہے ۔ تو اُسے معلوم ہو جائیگا ۔ کہ کسی معنی کے لئے کسی لفظ کا اختراع اور اُس لفظ کے اُنہی حروف کا اختصاص بالکل دلائل پر مبنی ہے ۔ اور یہ ایسے دلائل ہیں ۔ جو باور کرا دیتے ہیں کہ ٹھیک ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا ۔

اس معنی کے لئے یہی لفظ اور اس لفظ کے لئے یہی حروف ۔ اور ان حروف کے لئے انہی حرکات کا ہونا ضروری ۔ و ناگزیر تھا ۔

ابن جنّی کا قول

علامہ ابو الفتح عثمان بن جنّی (ولادت ۳۳۰ھ ۔ وفات ۲۸ صفر ۳۹۲ھ) کا قول ہے ۔ کہ بارہا ایسا ہوا ہے ۔ کہ میں نے کوئی ایسا لفظ سُنا جس کے معنی معلوم نہ تھے ۔ تب میں اُس لفظ کی حروف پر اور حروف کی طاقت پر اور اُس مناسبت پر جو حروف کو معانی سے ہے ۔ غور کرتا ۔ اور پھر اپنی ہی فہم سے اُس لفظ کے ایک معنی قائم کر لیتا تھا ۔ من بعد تحقیق اُس کے وہی معنی ثابت ہوا کرتے تھے ۔

علامہ ابن تیمیہ

علامہ ابن تیمیہ رح کی بابت ایسا ہی بیان کیا گیا ہے ۔

ان نظائر سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ عربی زبان کے ایک ایک لفظ کی بناوٹ میں کس قدر۔ خوض۔ اور غور۔ اور تعمق سے کام لیا گیا۔ اور مناسبات وضروریات کا کتنا اندازہ لگایا گیا ہے۔ تب کوئی (سہ حرفی) لفظ بطور مادہ کے قائم کیا گیا ہے۔

صرف کبیر آپ اس سے بھی آگے قدم رکھیں۔ اور اس ایک لفظ کی صرف کبیر پر غور کریں۔ تب معلوم ہو جائیگا۔ کہ یہ ایک لفظ کیا ہے۔ یہ تو ۹۶ الفاظ کا مورث اعلیٰ ہے۔

اشتقاق صغیر اب آپ صرف کبیر ہی کو دیکھ کر تھم نہ جائیں۔ اور تھک نہ جائیں کیونکہ علماء لغت کے نزدیک تو اس صرف کبیر کا نام بھی اشتقاق صغیر ہے اس کے بعد اشتقاق اوسط اور پھر اشتقاق اکبر کا درجہ آتا ہے۔ اور اس طرح عربی الفاظ کے خاندان کا وسیع تعلق دیگر الفاظ کے ساتھ وسعت پذیر ہوتا جاتا ہے اشتقاق صغیر کی تعریف تو صرف کبیر کے لفظ سے سمجھ میں آگئی ہوگی۔ بہتر ہے۔ کہ اشتقاق اوسط و اکبر کی مختصر تعریف لکھ دی جائے۔

اشتقاق اوسط اشتقاق اوسط یہ ہے۔ کہ ایسے دو لفظ پائے جائیں جن کے حروف تو وہی ہوں۔ مگر ترتیب وہ نہ ہو۔ مثلاً قصد اور صدق۔ بااین ہمہ ہر دو کے معانی میں ایک وجہ اشتراک موجود ہو۔

اشتقاق اکبر اشتقاق اکبر یہ ہے۔ کہ الفاظ میں بعض حروف کے اعتبار سے اتفاق لفظی۔ اور بعض دیگر کے لحاظ سے اتفاق فی الجنس پایا جاتا ہو۔ مثلاً حزر غزر۔ ازر پر غور کرو۔ ہر سہ لغات میں حروف حلقی کی شمولیت پائی جاتی ہے اور اسی لئے ہر ایک کے معنی میں شدت و قوت کا مفہوم موجود ہے۔

خاصیت ابواب لفظ واحد کی بحث کی طرف پھر غور فرمائیے۔ جب آپ ان

خواص کو معلوم کریں گے۔ جو ہر ایک مزید فیہ باب میں منتقل ہو جانے سے اس لفظ کے اندر پیدا ہو گئے ہیں۔ تب آپ کو پتہ چل جائیگا۔ کہ یہ ایک لفظ کیا ہے۔ یہ تو ایسا خزانہ ہے۔ جس میں جذبات و کیفیات و تاثیراتِ انفسی و آفاقی کو جمع کر دیا گیا ہے۔

ایک لفظ کے معانی کثیرہ اور وجہ اشتراک

زبان عربی کے حالات کی تفتیش میں آپ کو یہ بھی معلوم ہو گا۔ کہ اس میں ایسے الفاظ بھی موجود ہیں۔ کہ ایک ایک لفظ معانی کثیرہ پر حاوی ہے۔ مثلاً عین۔ جس کے معنی آفتاب۔ چشمہ۔ زر مسکوک۔ آنکھ وغیرہ (۵۱) ہیں۔ اور باوجود اس کثرت معانی کی بھی ان سب میں ایک ایسی وحدت بھی موجود ہے۔ جو جملہ معانی کے لئے بطور وجہ مشترک ہے۔

الفاظ کثیرہ کا مدلول واحد اور عدم اشتراک

اس زبان میں ایسے الفاظ بھی موجود ہیں۔ جو آت و اُلوف کی تعداد میں ہیں۔ اور معنی واحد۔ یا شے واحد پر دلالت کرتے ہیں۔ اور باوجود ایک وجہ مشترک پائے جانے کے ہر ایک لفظ میں ایک ایسا مابہ الامتیاز موجود ہے۔ جو اُسے ایک مستقل لفظ بنائی ہوئی ہے۔ مثلاً مثلاً عربی زبان میں شہد کے لئے (۸۰) سانپ کے لئے دو سو۔ شیر کے لئے (۵۰۰) تلوار کے لئے ہزار نام موجود ہیں۔ تاہم ہر ایک نام اپنے اندر ایک جُداگانہ صفت رکھتا ہو گا۔

کثرت و قلت لغات حسب ضرورت تمدن

جب آپ تمدن کے اصول سے اس کثرت و قلت لغات پر نظر ڈالیں گے۔ تو منکشف ہو گا۔ کہ اس کا مدار بھی ضروریات انسانی اور خصوصیات قومی پر ہے۔ وہ اشیا جس کی کاروبار زندگی میں زیادہ ضرورت ہے۔ اُس کے لئے لغات بھی وافر ہیں۔ اور جس کی احتیاج محدود ہے۔ اس کے لئے الفاظ بھی کمتر ہیں۔

حروف تہجی۔ مخارج وصوت وبیان میں ہمہ گیری۔

ان محاسن پر یہ بھی مزید ہے۔ کہ عربی تہجی کے الفاظ دنیا کی سب مشہور ترین السنہ کی تہجی سے کم ہیں۔ اور باوجود کمی۔ جس قدر حروف موجود ہیں۔ وہ نقل صوت اور سہولت بیان اور اصول مخارج کے لحاظ سے سب زبانوں سے زیادہ ہمہ گیر ہیں۔

عربی زبان خالص ہے توحید خالص کے لئے یہی موزون

ان جملہ اوصاف عالیہ کے بعد یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ عربی زبان خود مستقل زبان ہے۔ وہ نہ کسی دوسری زبان سے مستخرج ہے۔ اور نہ ہی کسی دوسری زبان سے مرکب ہے۔ فی الحقیقت توحید خالص کے بیان کے لئے ایسی ہی خالص زبان کا ہونا بھی لابدی تھا یہ ہیں۔ مختصراً وہ خصوصیات و محاسن جو عربی زبان کو دنیا کی سب زبانوں سے ممتاز و برتر ٹھراتی ہیں" اور ان جملہ امور پر غور کرنے سے بخوبی سمجھ میں آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جملہ اہل عالم پر یہ بھی احسان عظیم ہے۔ کہ اس نے اپنے آخری پیغام اور کلام کے واسطے عربی زبان کو انتخاب فرمایا۔

تعقلون ... عقل سے ہے۔ عقل کے معنی فہم و ادراک و تدبر ہیں۔ قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے کے لئے فہم و ادراک و تدبر ہی کی ازبس ضرورت ہے۔

نحن نقص عليك احسن القصص بما اوحينا اليك هذا القرآن وان كنت من قبله لمن الغافلين ۵

اے پیغمبر۔ ہم وحی قرآنی میں تم سے ان واقعات کا بیان اچھی طرح کرتے ہیں۔ اگرچہ تو اس سے پیشتر ان سے لاپرواہ تھا۔

نقص ... قص اثرہ قصا و قصصا کسی شے کی دریافت کے لئے پیچھے پیچھے چلنا۔ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے۔ فارتدا علی اثارھما قصصا

وہ دونوں اپنے نشان قدم پر واپس ہوئے۔

احسن القصص

اَحْسَنَ الْقَصَصِ - بیان کا بہترین طریق۔ عام لوگ قَصَص بفتح کو قِصَص بکسر ق سمجھ لیتے ہیں۔ اور مطلب یہ سمجھتے ہیں۔ کہ خوبصورت قصہ بیان کیا جائیگا۔ مگر سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ لفظ اَحْسَن کا تعلق تو بیان سے ہے۔ نہ کہ کسی داستان سے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرغوب مضامین

لَمِنَ الْغَافِلِيْنَ .. غَفَلَ عَنْہُ اُس کام کو چھوڑ دیا۔ غافل لاپرواہ۔ آیت بالا سے ثابت ہوا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا میلانِ طبع لوگوں کو دلچسپ قصے سُنانا اور سُننے والوں کے دلوں کو یوں لبھانا ہرگز نہ تھا۔ حضور کی تمام تر توجہ تو مسائل توحید۔ وحشر ونشر۔ بیان اعمال صالحہ۔ تزکیہ قلب وتہذیب اخلاق عالم پر مبذول تھی۔

واقعات بشری سے استدلال

قرآن مجید میں بھی جن واقعات بشری کا بیان ہوا ہے وہ بطور قصہ یا تاریخ نہیں۔ بلکہ استدلال واستناد کے طریق پر اُن کا مذکور ہوا ہے

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ -

جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا۔ پیارے باپ میں نے گیارہ تارے اور چاند اور سورج کو خواب میں دیکھا۔ کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں +

اسم یوسف کا عربی ترجمہ

یوسف عبرانی زبان کا نام ہے۔ عربی میں اس کا ترجمہ "مزید" ہے ان کی پیدائش کے وقت ماں نے کہا تھا۔ کہ اللہ مجھے اور بھی بیٹا دے گا۔

یوسف علیہ السلام کی مختصر سوانح

یوسف علیہ السلام ۱۷ سال کے تھے۔ جب چاہ میں گرائے گئے تین شب چاہ میں رہے۔ چھ سال عزیز مصر کے گھر۔ سات

سال زندان میں۔ ۳۰ سال کی عمر تھی۔ جب مصر کے حاکم مطلق بنے۔ ۹۰ سال کی عمر تھی۔ جب باپ سے مصر میں ملاقات ہوئی۔ ہشتاد سال فرمان روائی کی۔ ۱۱۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ پوتے اور پڑپوتے دیکھے۔ مصر میں مدفون ہوئے موسیٰ علیہ السلام نے خروج از مصر کے وقت ان کے تابوت کو اپنے ساتھ لیا۔ یوشع بن نون علیہ السلام نے اُس تابوت کو اُن کے جدی گورستان میں دفن کیا۔ صحیح بخاری کی روایت عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میں ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الکریم بن الکریم بن الکریم بن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراھیم علیھم وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام۔

لِاَبِیْہِ ۔۔ اپنے باپ (یعقوب علیہ السلام) سے

اَبَتِ ۔ ۔ اصل میں "ابی" ہے۔ ی کو ت سے بدل دیا ہے۔

اَحَدَ عَشَرَ ۔ گیارہ۔ ابن جریر نے بروایت عبدالرحمٰن بن سابط بیان کیا ہے۔ کہ بُستانہ یہودی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان گیارہ ستاروں کے نام پوچھے تھے۔ اور حضورؐ نے اُسے وہ نام بتلا دئے تھے۔ جو روایت مذکورہ میں درج ہیں۔ بیہقی نے دلائل میں حافظ ابویعلی نے اور ابوبکر بزار نے اپنی اپنی مسند میں۔ ابن ابی حاتم نے تفسیر میں اس روایت کو درج کیا ہے۔ ان جملہ روایات میں حکم بن ظہیر راوی آتا ہے۔ ائمہ حدیث نے اُسے ترک کر دیا ہے۔ جرجانی نے اُسے ساقط الاعتبار بتایا ہے۔ یہی حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی گئی ہے۔ مگر اُس روایت میں بھی یہی حکم بن ظہیر شامل ہے۔

کَوْکَبًا ۔ کوکب۔ بجلی۔ بجلی کی چمک۔ غُلَامٌ کَوْکَبٌ ۔ روشن چہرہ نوجوان کَوْکَبٌ روشن ستارہ۔ یہی مراد ہے۔

شَمْس ۔ سورج۔ یہ اسم شماس سے بنایا گیا ہے۔ شماس کے معنی

امتناع ہیں۔ شماس الدابہ۔ گھوڑے کا سوار کو چڑھنے نہ دینا۔ چونکہ آفتاب کی روشنی آنکھ کو اُس کی طرف دیکھنے سے روکتی ہے۔ اس لئے اِس کا نام شمس رکھا گیا۔ یہ شمس عربی زبان میں مؤنث سماعی ہے۔ اس میں بھی یہ لطافت ہے۔ کہ عورتوں کے حُسن پر نگاہ کرنے سے بھی ہم کو اُن کا احترام روکتا ہے۔

قمر۔ چاند۔ قمرہ سے یہ اسم بنایا ہے۔ قمرہ کے معنی شدت البیاض ہیں۔ سخت سفید کو اسی لئے اقمر کہتے ہیں۔

شمس و قمر کے لغوی معانی پر غور کرو۔ آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ ہر ایک چیز کا نام بھی اُس چیز کی فطری خصوصیات پر تجویز کیا گیا ہے۔ بے وجہ گھڑنت نہیں۔ لغت عرب میں پہلی۔ دوسری۔ تیسری رات کے چاند کا نام ہلال ہے باقی سب تاریخوں پر قمر کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ بدر اُس کی حالت تامہ کا علٰحدہ نام بھی ہے۔

سَاجِدِیْن۔ اصل لغت میں سَجْدہ کے معنی سر جھکانا ہے۔ اور اظہار خضوع۔ اصطلاحِ شریعت محمدیہ میں پیشانی اور ناک کو زمین پر لگانا۔ اس طرح سے کہ دونوں ہاتھ۔ دونوں گھٹنے۔ اور دونوں پاؤں کی اُنگلیاں بھی زمین سے لگی ہوئی ہوں۔ رانیں پیٹ سے الگ ہوں۔ اور بازو پہلوؤں سے الگ اس اصطلاح کو اب حقیقت شرعیہ کہا جاتا ہے۔

خواب یوسف کیوں قابل تعبیر تھا

یوسف علیہ السلام کے خواب کے دو نظارے تھے (۱) ۱۱ تاروں اور سورج چاند کو دیکھنا۔ یہ نظارہ اس لئے عجیب تھا۔ کہ سورج کی موجودگی میں تو کوئی تارہ نظر نہیں آیا کرتا۔ اس لئے بھی عجیب تھا۔ کہ آسمان کے لاکھوں تاروں میں سے صرف گیارہ ہی نظر آتے تھے۔

(۳) اس لئے بھی عجیب تھا۔ کہ وہ سب کے سب یوسف علیہ السلام کو

سجدہ بھی کرتے تھے۔ سجدہ کے معنی خواہ لغوی مراد ہیں یا شرعی۔ بہرحال نجوم سماوی کا ایک بشر کے سامنے اس طرح پر جھک جانا جس سے وہ بشر بھی سمجھ لے۔ کہ اُن کا جھکنا اسی شخص کی تعظیم کے لئے ہے بالضرور عجیب تھا۔

ان دو نظاروں کی وجہ ہی سے "رَاَیْتُ" اوّل کے بعد استیناف بار ثانی "رَاَیْتُھُمْ" لایا گیا ہے۔ اور چونکہ سجدہ کرنا ذوی العقول کا فعل ہے۔ اسلئے ساجدین کے لفظ سے بیان کیا گیا۔

یہی دونوں امر تھے۔ کہ یوسف علیہ السلام نے خواب کو اس قابل سمجھا کہ نبی اللہ یعقوب علیہ السلام کے سامنے بیان کریں۔

احادیث میں خواب کے متعلق چند آداب۔

احادیث پاک میں خواب کے متعلق چند آداب بتلائے گئے ہیں۔

(۱) اگر کوئی شخص بُرا خواب دیکھے۔ تو اُسی وقت تھوک دے۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ الخ پڑھے۔ اور کروٹ بدل لے۔ اُس کا ذکر بھی کسی سے نہ کرے۔ اللہ تعالےٰ اُسے بُرے خواب کی تاثیر سے محفوظ رکھیگا۔

(۲) اگر اچھا خواب دیکھے۔ تو کسی عاقل۔ عالم۔ خیرخواہ سے بیان کرے۔

(۳) تعبیر بتانے والے کو لازم ہے۔ کہ تعبیر سوچ سمجھ کر بیان کرے۔ اور بُری تاویل زبان پر لانے سے احتراز کرے۔

قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰٓی اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًا ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ وَكَذٰلِكَ یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ وَیُعَلِّمُكَ

یعقوبؑ نے کہا۔ بیٹا۔ اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا۔ پھر تو۔ وہ تیرے لئے بد اندیشی کریں گے شیطان تو انسان کا مزور کھلا دشمن ہے۔ تیرا خدا تجھے اسی طرح (جیسا کہ یہ

مِنْ تَأْوِيلِ الْاَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيمَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

(اعلیٰ خواب دکھلایا ہے) برگزیدہ بنائیگا اور علم تعبیر خواب سکھلائیگا۔ اور اپنی نعمت کو تجھ پر اور آل یعقوب پر پورا کریگا۔ جیسا کہ اُس نے قبل ازیں تیرے باباؤں اسحٰق و ابراہیم پر نعمت کا اتمام کیا تھا۔ تیرا رب تو جاننے والا حکمت والا ہے

بُنَیَّ ۔ تصغیر ہے۔ پیار اور شفقت کا اس سے اظہار ہوتا ہے۔

رُؤْیَا ۔ مصدر ہے۔ جیسے بُشریٰ و سُقیا۔ اب مصدر بمعنی اسم مستعمل ہے۔ اور ہر ایک شے۔ جو انسان خواب میں دیکھتا ہے۔ اُس پر اِس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ خواب۔ سپنا۔ رؤیا کی چند اقسام ہیں۔

خواب کی قسم اوّل

الف :۔ وہ خواب جو ہضم کی خرابی اور فساد معدہ سے نظر آتے ہیں۔ ایسے خوابوں میں عموماً اُس خلط کا غلبہ شامل ہوتا ہے۔ جو خواب دیکھنے والے کے مزاج میں غالب ہوتی ہے۔ صفراوی مزاج والا۔ تلوار۔ نیزہ۔ آگ پیاس۔ سخت دھوپ۔ وغیرہ دیکھتا ہے۔ سوداوی مزاج سانپ تاریکی شب۔ ظلمات۔ عفونت۔ وغیرہ دیکھتا ہے۔ بلغمی مزاج پانی۔ بارش۔ سردی۔ وغیرہ دیکھتا ہے۔

خواب کی قسم دوم

ب :۔ وہ خواب جو قوت متخیلہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ دیکھی ہوئی۔ یا پڑھی ہوئی یا سُنی ہوئی چیزوں کے متعلق جو تخیلات حس مشترکہ میں رہ جاتے ہیں۔ اُن پر حس مشترکہ اپنا تصرّف کرتی۔ اور مختلف اجزاء سے واحد شے بنا لیتی ہے۔ مثلاً ہاتھی کا قصّہ پڑھا تھا۔ خواب میں ایسا شیر دیکھے جس پر ہاتھی کی طرح سواری کی گئی ہو۔ یا انسان دیکھے جس کا سر ہاتھی جیسا

ہو۔ یا ہاتھی دیکھے۔ جو انسان کی طرح دو پاؤں پر چلتا ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

ایسے خوابات میں واقعات کا کوئی تسلسل نہیں ہوتا۔ سب باتیں بے جوڑ بے ربط ہوتی ہیں۔ لیکن اُس کا ہر ایک جزو ایسا ہوتا ہے۔ جو پہلے سے متخیلہ میں موجود ہو۔ مثلاً انسان کے جسم پر ہاتھی کا سر۔ چونکہ حس مشترکہ میں انسان اور ہاتھی دونوں کی صورت موجود تھی۔ اس لئے اُس نے اپنا تصرف اتنا کر دیا۔ کہ ایک کا دھڑ دوسرے کے سر سے ملا دیا۔ ایسے خواب ہی "خواب پریشان" یا "اضغاثِ احلام" کہلاتے ہیں۔

خواب کی تیسری قسم

(ج) تیسری قسم وہ ہے۔ جس میں معانیٔ مجرّدہ کو صُوَرِ متشابہ میں ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ روح انسانی جو غیر مادی نورانی ہے اُس کا تعلق عالم روحانیات سے قائم رہتا ہے۔ اور چونکہ روح خود اس عالم سے ہے۔ اس لئے ان علوم روحانی کا متمثل صور پیکری ہی میں متمثل ہونے کے بعد روح پر آشکار ہُوا کرتا ہے۔

پس سچا خواب وہ ہے۔ جو روح پر عالم روحانی سے القا ہُوا ہو۔ ایسے خواب مختصر۔ مسلسل موزون ہوتے ہیں۔ اور بیداری کے بعد بھی اُن کی ایک خاص کیفیّت قلب پر رہتی ہے۔

ایک ماہر علم تعبیر خواب کو سُنتے ہی معلوم کر سکتا ہے۔ کہ یہ خواب پریشان ہے۔ یا رؤیائے صادق ہے۔

مبشراۃ یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ رویائے صادقہ ہی کو حدیث نبوی میں مُبَشِّرات بتلایا ہے۔ اور رویائے صادقہ ہی کو نبوۃ کا چھیالیسواں حصّہ فرمایا گیا ہے۔

رویائے صادقہ اور نبوت کا ۱/۴۶ حصّہ

چھیالیسویں حصّہ کے یہ معنی نہیں۔ کہ جسے سچّے خواب آتے ہیں وہ نبوّت کے ۱/۴۶ حصہ کا مالک ہوتا ہے۔ بلکہ رویائے صادقہ

کے مقابلہ میں صداقت نبوت کی برتری کا بیان ہے۔ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا آغاز بھی رویائے صادقہ ہی سے ہوا تھا۔ اور ۶ ماہ کا زمانہ ایسا ہی تھا۔ کہ رات کو آنحضور صلعم جو خواب دیکھ لیتے۔ وہی دن میں علانیہ ظہور میں آجاتا۔

انبیاء کے خواب یکی از اقسام وحی ہیں۔

اب یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی کی ایک[1] قسم ہیں۔ اور اس لئے یہ ممکن نہیں۔ کہ اس کی تعبیر غلط ہو سکے۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوابوں کا ذکر فرمایا ہے۔ سیدنا ابراہیم کا خواب ہے۔

یَا بُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی

"اے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا۔ گویا میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ تم اس خواب پر غور کرو"

خواب ابراہیمی علیہ السلام

سیدنا ابراہیم صلعم نے فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی کہہ کر بیٹے کو وسعت تعبیر اور آزادی رائے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ بیٹا سمجھتا ہے۔ کہ باپ نبی اللہ ہے۔ اور نبی کا خواب قسمے از وحی ہوتا ہے۔ وہ سمجھ جاتا ہے کہ چونکہ فعل ذبح خود اس کی ذات پر واقع ہونا ہے۔ اس لئے باپ کا مقصود فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی سے فرزند کی رضا بہ تعمیل حکم خدا معلوم کر لینا ہے۔ بیٹا اصل فطرت میں نبی ہے۔ نبی زادہ ہے۔ فطرت طاہرہ کا مالک ہے۔ اس لئے جھٹ کہہ دیتا ہے۔ یَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ[1] قابل غور یہ ہے۔ کہ جس شے کو اسمٰعیل علیہ السلام نے مَا تُؤْمَرُ سے تعبیر کیا۔ یہ وہی ہے۔

[1] اے پیارے باپ آپ وہی کریں۔ جو حکم آپ کو ملا ہے ۱۲۔

جسے خلیل الرحمٰن نے اَرٰی فِی الْمَنَامِ فرمایا تھا۔

خواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں خواب دیکھا تھا۔ کہ مسلمان احرام باندھے ہوئے بیت اللہ میں داخل ہوگئے ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب کہ کسی مسلم کا مکہ میں داخل ہونا بالکل بند تھا۔ لیکن یہ خواب پورا ہوا۔ اور اللہ تعالےٰ نے بھی لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوْلَہُ الرُّؤْیَا بِالْحَقِّ[1] فرما کر اس خواب کے پورا ہونے کی خبر دی۔

ایک نکتہ فہم کے لئے قابل غور یہ ہے۔ کہ ہر دو خواب ٹھیک اُسی مرئی صورت میں پورے ہوئے۔ ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے نہ تو بیٹے کی تعبیر کسی جانور سے کی۔ اور نہ ذبح کی تعبیر کسی اخلاقی ایثار سے فرمائی۔ بلکہ ذبح کو ذبح ہی قرار دیا۔ اور بیٹے سے بیٹا ہی سمجھا۔ اور اس لئے فرزند کو زمین پر گرا کر چھری اُس کی گردن پر رکھ دی۔ دوسرے خواب میں مسجد الحرام سے مسجد الحرام ہی سمجھی گئی۔ تحلیق اور تقصیر (سر منڈانے یا بال کٹانے) سے مراد تحلیق و تقصیر ہی سمجھی گئی۔ پس انبیاء علیہم السلام کے خواب میں صالحین اُمت کے خوابات سے یہ برتری ہوتی ہے۔ کہ ان میں تاویل کی گنجائش کم ہوتی ہے۔ اور وہ اکثر اپنی مرئی صورت ہی پر ظہور پذیر ہوا کرتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے جس وقت یہ خواب دیکھا تھا۔ اُس وقت وہ نبوت پر مبعوث نہ ہوئے تھے۔ مگر فطرت کی طہارت۔ اور بالقوٰی استعداد نبوت میں وہ اپنے دادا سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام ہی کے مماثل تھے۔

خواب یوسف صدیق میں تھوڑی سی تعبیر ہوئی۔

اِن کے خواب میں ذرا سی تعبیر ہوئی ہے۔ کیونکہ خواب کی صورت مرئیہ ہی تعبیر کی خواہاں تھی۔ وجہ یہ ہے کہ سجدہ کرنا

[1] اللہ نے اپنے رسول کا خواب ٹھیک ٹھیک پورا کر دیا۔ ۱۲

ذوی العقول کا کام ہے۔ اور جب کوئی ایسا کام جو ذوی العقول سے خاص ہو۔ خواب میں کسی غیر ذوی العقول کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔ تب ضرورۃً وہ صورت خواب تعبیر طلب ہو جاتی ہے۔

اِن ضروری مباحث کے بعد تفسیر کی جانب آیئے۔

اِخْوَانًا ۔ اِخْوَۃٌ ۔ اَخٌ کی جمع ہے ۔ اِخْوان بھی اخ کی جمع ہے۔ فرق یہ ہے۔ کہ اِخْوَۃٌ نسب کے بھائیوں کے لئے ۔ اور اخوان برادران محبت کے لئے مستعمل ہے۔ مثل ہے اخوان الوداد خیرٌ من اِخْوَۃِ الوِلَادِ

یَکِیْدُوْا ۔ کید سے ہے۔ کید کے معنی فریب ہیں۔ اور جب ل کے صلہ کے ساتھ آتا ہے۔ تو حیلہ کرنا ۔ جنگ کرنا۔ ارادہ بد کرنا مراد ہوتا ہے۔ یَکِیْدُوْا لَکَ کے یہی معنی ہیں۔ کہ تیرے بھائی تیرے بدانديش بن جائینگے۔

الشَّیْطَان ۔ شَطَنٌ سے بنا ہے۔ شیطان کے لغوی معنی سانپ۔ اور سرکش و نافرمان ہیں۔ الشیطان ابلیس لعین کا عَلَم ہے۔

یَجْتَبِیْکَ ۔ اجتباء سے ہے۔ اس کا مادہ جَبْیٌ ہے جس کے معنی جمع کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ یُجْبٰٓی اِلَیْہِ ثَمَرٰتُ کُلِّ شَیْءٍ (قصص) اجتباء کے معنی پسند کرنا۔ برگزیدہ کرنا ہے۔

تَاْوِیْل ۔ آل اَوْلًا سے ہے۔ اَوْل کے معنی رجوع کرنا ہے۔ اور تاویل کے معنی مُحْتَمِلَاتِ کلام میں سے احتمالِ قوی کا بیان کر دینا ہے۔

الْاَحَادِیْث ۔ اُحْدُوْثَۃٌ کی جمع ہے جس کی معنی واقعاتِ جدیدہ ہیں۔ تاویل الاحادیث سے مُراد علم الرؤیاء ۔ اور فراست صادقہ ہے۔ جس کے ذریعہ سے انسان ہر معاملہ کی کُنہ تک پہنچ جائے۔

آل ۔ وہ متعلقین جو کسی بڑی شخص سے نسبت رکھتے ہوں ۔ یہ لفظ کسی

قرآن مجید میں لفظ آل کا استعمال

کم حیثیت شخص کی طرف مضاف نہیں ہوتا۔

آل ابراہیم — سورہ نساء و عمران میں

آل داؤد — سورہ سباء میں

آل لوط — سورہ حجر و نمل و قمر میں۔

آل موسیٰ۔ و آل ہارون۔ — سورہ بقر میں۔

آل یعقوب — سورہ یوسف و مریم میں۔

آل فرعون۔ سورہ قصص۔ قمر۔ بقرہ۔ عمران۔ اعراف۔ ابراہیم۔ و مومن میں وارد ہے۔

آل کے لئے قرابت نسب ضروری نہیں

آل میں داخل ہونے کے لئے قرابتِ نسب ضروری نہیں۔ دیکھو سورہ بقرہ میں ہے۔ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ[۱] اور سورہ ذاریات میں ہے۔ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ[۲] پہلی آیت میں آل فرعون انہی کو کہا گیا۔ جسے دوسری آیت میں جنود فرعون بتایا گیا ہے۔ قرابتی ضرور آل میں شامل ہیں لیکن قرابت داران نسب لغت اور عرف میں آل کے اندر ضرور شامل ہوتے ہیں۔ اصطلاح شرعیہ میں آل میں ہونے کے لئے ایمان و عمل صالح کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے نوح علیہ السلام کو ان کے فرزند کی بابت فرمایا تھا۔ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ[۳]

اعمال بد آل سے خارج کر دیتے ہیں

یعقوب علیہ السلام نے خواب سن کر سمجھ لیا۔ کہ یوسفؑ کی شان کیسی بلند ہونے والی ہے سمجھ لیا۔ کہ اس کا اثر برادرانِ یوسفؑ پر کیا ہوگا یہ سمجھنے کے بعد انہوں نے اصل سوال کا جواب دینے سے پیشتر

---

[۱] ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا۔ ۱۲ [۲] ہم نے فرعون کو اور اس کے لشکروں کو پکڑا اور ان کو سمندر میں ڈال دیا۔ ۱۲ [۳] یہ تیری اہل میں نہیں۔ کیونکہ اس کے عمل صالح نہیں ۱۲

اوّل دفع ضرر کی تدبیر کو مقدم خیال فرمایا۔ اور یہ ارشاد کیا کہ "یہ خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا۔ مبادا کہ وہ بد اندیش بن جائیں"

کیونکہ یہ خواب بتلاتا ہے۔ کہ خواہ کوئی شخص آسمان عزّت کا کوکب رخشاں بھی بن جائے۔ تب بھی اُسے یوسف علیہ السلام کے سامنے عاجز و ذلیل ہی ہونا پڑیگا۔ یہ تصور کہ فلاں شخص کے سامنے عاجز و ذلیل ہونا پڑیگا موجب حسد ہے۔ اور حسد ہی وہ کمینہ صفت ہے جس کا اوّل اوّل ظہور ابلیس سے ہوا۔ وہ آدم علیہ السلام کی عزّت و شرف کو نہ دیکھ سکا۔ اور حسد میں ایسا جل بھن گیا۔ کہ امر الٰہی کی بھی وقعت نہ کی۔

حاسد کو حسد کا موقعہ نہ دو اس تدبیر سے یعقوب علیہ السلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ جہانتک ممکن ہو۔ حاسد کو حسد کا موقع نہیں دینا چاہیئے۔ کیونکہ حسد کی مضرات کا اثر بسا اوقات محسود ہی کی ذات پر ہوا کرتا ہے۔

اس تمہیدی جواب کے بعد یعقوب علیہ السلام نے تین (۳) مرتب ہونے والے نتائج کا بیان بطور تاویل خواب فرمایا۔

الف:۔ خدا تجھے مجتبیٰ بنائے گا۔

اجتباء لفظ اجتباء کا اطلاق انبیاء علیہم السلام کے حق میں بھی ہوا ہے۔ اور اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی آیات ذیل پر غور کرو:۔

(۱) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآئِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا (مریم) [۱]

---

[۱] یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے نعمت فرمائی۔ انبیاء میں سے جو آدم کی ذریت ہیں یا نوح کے ساتھ سوار ہوئے۔ یا جو ابراہیم و اسرائیل کی ذریت ہیں ایسے جن کو اللہ نے ہدایت فرمائی اور برگزیدہ کیا۔ ۱۲

(۲) وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ (ج ع ۱۰) [۱]

آیت زیر تفسیر میں یہی معنی ہیں۔ کہ اللہ تجھے برگزیدہ بنائے گا۔

ب۔ اللہ تجھے اپنی نعمت کامل عطا فرمائیگا۔ جیساکہ اُس نے اسحٰق وابراہیم علیہما السلام پر اتمام نعمت کیا تھا۔

نعمت۔ بلحاظ وضع لغوی نعمت اُس حالت کو کہتے ہیں۔ جس میں انسان لذت گیر ہوتا ہے۔

اتمام نعمت اب ہر ایک اُس شے پر اس لفظ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ جو لذت و مسرت کا سبب ہو۔

قرآن مجید میں لفظ نعمت کا استعمال مادی و روحانی۔ اور دنیوی و دینی دہردو، حالتوں پر کیا گیا ہے فرمایا۔

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً۔ (س لقمان ع ۳) خدا نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں بھرپور عطا کیں۔

وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ (س مزمل) مجھے اور اُن نعمت والوں کو جو جھٹلانے والے ہیں۔ سمجھ لینے دے۔

لیکن جس جگہ کسی دینی یا روحانی یا شرف اصلی کا ذکر ہوتا ہے۔ اس جگہ اللہ تعالےٰ نے اس لفظ کو اپنی طرف مضاف فرمایا ہے۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (س ابراھیم) اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو گے تو شمار نہیں کر سکو گے۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (والضحیٰ) اپنے پروردگار کی نعمت کا بیان کیا کر۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ (فاتحہ)۔

---

[۱] اللہ کے حقوق میں جہاد کرو۔ جہاد کرنے کا حق۔ اُس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے۔ ۱۲

ہم کو سیدھی راہ پر لئے چل - وہ راہ - جو اُن بندوں کی ہے - جن پر تو نے انعام کیا۔

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (النساء)

جو کوئی اللہ کی اور محمد رسول اللہ کی اطاعت کرتا ہے - اُس کا ساتھ اُن بندوں کے ساتھ ہوگا - جن پر خدا نے انعام کیا ہے اور وہ انبیاء اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں -

سیدنا سلیمان علیہ السلام کی دعا میں ہے -

رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ (نمل)

اے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کی - شکر ادا کیا کروں -

مسیح علیہ السلام کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے -

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ (زخرف ۶)

وہ تو صرف بندہ ہے ہم نے اُسے نعمت دی -

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا درجہ

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی صفت میں باری تعالیٰ نے فرمایا ہے -

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ (احزاب)

اللہ نے بھی اُس پر انعام کیا - اور تو نے بھی اُس پر انعام کیا -

ان جملہ موارد پر تدبر سے معلوم ہوا - کہ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ کے معنی صرف نبوۃ نہیں ہو سکتے تھے - لیکن اس نعمت کا مشبہ بہ اسحٰق و ابراہیم علیہما السلام کی نعمت کو فرمایا گیا ہے - اس لئے اب یہی معنی ٹھہرے - کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی منصب نبوۃ پر ممتاز فرمائے گا -

یعقوب علیہ السلام کا حسن ادب

اس تشبیہ کے وقت یعقوب علیہ السلام نے اپنا نام نہیں لیا - اور اُن کا ایسا کرنا از راہ تواضع و انکسار ہے کہ آباء کرام کے

پہلو بہ پہلو اپنا ذکر چھوڑ دیا۔ اس سے ہم کو حُسنِ ادب کی تعلیم حاصل کرنی چاہیئے۔

"آل الرجل" یعقوب علیہ السلام نے اپنے ذکر کے لئے وعلیٰ آلِ یعقوب کا لفظ استعمال فرمایا۔ یاد رکھنے کی یہ بات ہے۔ کہ آل الرجل میں خود وہ شخص بھی شامل ہُوا کرتا ہے۔

آیت سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ پر غور کرو۔ یہ جواب اگرچہ سیّدہ سارہ کو دیا گیا تھا۔ مگر اسی قاعدہ سے کہ لفظ اہل البیت میں خود ابراہیم علیہ السلام بھی شامل تھے۔ عَلَیْکُمْ میں ضمیر مذکّر کا استعمال کیا گیا۔

صحیحین میں الفاظ درود صحیحین کی حدیث بروایت ابو حمید ساعدی میں درود شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ ابراھیم۔ اس کے معنی بھی یہی ہیں۔ کہ کما صلّیت علی ابراھیم وعلی اٰلِ ابراھیم

یعقوب علیہ السلام نے شرفِ نبوۃ یوسف کی خبر دے کر اُسے اپنے حق میں بھی نعمت فرمایا ہے۔ کیونکہ اب تک حضرت یعقوبؑ کو نبی اللہ اور ابن نبی اللہ ہونے کا شرف تو ملا ہُوا تھا۔ اب اس خواب سے یقین ہو گیا کہ اُن کو ایک نبی اللہ کے والد ہونے کا اعزاز بھی ملیگا۔

وزن فعیل کے الفاظ کی خصوصیات عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ آیت کو علیمٌ حکیم پر ختم کیا گیا ہے۔ یہ بات یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جب وزن مفعول سے عدول کر کے وزن فعیل اختیار کیا جاتا ہے۔ تو اُس سے یہ بتانا مقصود ہوتا ہے۔ کہ صفت بمنزلہ حرارت غریزی اور فطرت جبلّی ہو گئی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حبیب بہ نسبت محبوب کے اور حمید بہ نسبت محمود کے زیادہ بلیغ ہے۔

اسماء حسنیٰ کا مدلول آیت سے تعلق دوسری بات یہ یاد رکھنے کی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے اسماء حُسنیٰ اس اعتبار سے تو سب برابر ہیں۔ کہ ہر ایک اسم پاک انفرادی حیثیت

میں بھی ذات الوہیت پر دلالت قوی رکھتا ہے۔ لیکن پھر بھی ہر ایک اسم اپنے اندر ایک خاص معنی رکھتا ہے۔ اور اُس اسم کا ایک خاص عالم جداگانہ ہوتا ہے اور جو اسم پاک جس آیت میں لایا گیا۔ اُس کو مدلول و مفہوم آیت کے ساتھ تعلق شدید اور مناسبت کُلّی ہوتی ہے۔ اس جگہ علیم حکیم کا لانا انتخاب و اجتباء کی وجہ کو ظاہر کر دیتا ہے۔ ان اسماء سے یہ واضح ہو گیا۔ کہ جو علم و حکمت یوسف علیہ السلام کو ملنے والی ہے۔ وہ اُس علیم و حکیم کی طرف سے ہے۔ جو اپنی علم و حکمت سے یہ جانتا ہے۔ کہ کون اس عُہدہ عالیہ کا شایان اور موزون ہے۔ قرآن مجید کے دوسرے مقام پر ہے۔

اَللّٰہُ یَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ [۱]

فصل برادران یوسفؑ کے عناد کا آغاز

"خود بینی۔ مشورہ۔ یوسف ؑ کا چاہ میں گرایا جانا۔ وغیرہ وغیرہ"

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ یوسف اور اُس کے بھائیوں کے حالات
اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ○ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ میں سوال کرنے والوں کے لئے بہت سی
وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ نشانیاں ہیں۔ جب اُنہوں نے آپس میں
عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ○ یہ کہا کہ یوسف اور اُس کا بھائی ہمارے باپ کو
ہم سے زیادہ پیارے ہیں۔ ہمارا باپ تو صریح
غلطی میں ہے +

اِخْوَتِہٖ۔ برادران یوسف ۱۰ تھے۔ جو اس مشورہ میں شامل ہوئے۔

---

[۱] اللہ ہی کو علم ہے۔ کہ وہ اپنی رسالت کیلئے کسے پسند فرماتا ہے۔

برادران یوسف کے نام اور ان کی والدات کے

از بطن لیاہ بیگم ۶ - روبن - سمعون - لاوی - یہوداہ - اشکار - زبلون -
از بطن زلفہ لونڈی ۲ - جد - آشر -
از بطن بلہا لونڈی ۲ - نفتالی - دان -

یوسف علیہ السلام کے مات بھائی بن یامین شامل مشورہ نہ تھے -

اسی مقام پر یہ لکھ دینا ضروری ہے - کہ یعقوب علیہ السلام کے ۱۲ بیٹوں میں سے صرف یوسف علیہ السلام ہی نبی اللہ تھے - باقی ہرگز نبی اللہ نہ تھے - کوئی صحیح اسلامی روایت یا اسرائیلی حکائیت اس بارہ میں مروی نہیں - علامہ ابن حزم - ابن کثیر - خازن وغیرہ مفسرین نے نہایت جزم کے ساتھ اس رائے کو بیان کیا ہے - لہذا ہم کو ان لوگوں کے افعال کی جو منہاج نبوت سے دور تھے - تاویل کرنے کی ضرورت نہیں - ابن حزم کتاب الفصل ج ۴ میں لکھتے ہیں - وَاِن اخوۃ یوسف علیہ السلام لم یکونوا انبیاء ولا جاء قط فی انھم انبیاء نصٌ

برادران یوسف کی نبوت پر کوئی اسلامی یا اسرائیلی روایت موجود نہیں

لا من القرآن ولا من سنۃ صحیحۃ ولا من اجماع ولا من قول احد من الصحابۃ رضی اللہ عنھم اجمعین "

ترجمہ یہ ہے - کہ برادران یوسف علیہ السلام نبی نہ تھے - اُن کی نبوت کے متعلق ہرگز - ہرگز کوئی نص موجود نہیں" نہ قرآن سے نہ حدیث سے نہ اجماع سے اور صحابہ کرام میں سے کسی ایک صحابی کا قول بھی اس بارہ میں ثابت نہیں"

یہودیوں نے قریش کو آنحضرت کے امتحان کے لئے تین سوالات سکھلائے

لِلسَّائِلِیْنَ - مختلف روایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے - کہ یہود نے قریش کو سکھلایا تھا - کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کریں - کہ بنی اسرائیل مصر کیونکر جا پہنچے تھے - مغرور یہود کا خیال تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے تاریخی سوال کا جواب نہ دے سکیں گے -

تب اللہ تعالیٰ نے سورہ یوسف کو نازل فرمایا۔ اور تمام اصلیت کو واضح فرما دیا۔

آیات ۔ للسائلین کے معنی یہ بھی ہیں۔ کہ واقعات یوسفی میں قدرت ربانی حکمت الٰہی۔ فطرت انسانی اور تواریخ بشری کے بہت سے سبق موجود ہیں۔

واقعات کنعان و مصر کو مکہ مدینہ میں دہرایا جائے گا

اس کے معنی یہ بھی ہیں۔ کہ سائلین خواہ قریش ہیں۔ یا در پردہ یہود ہیں۔ اُن دونوں کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ کہ اب سرزمین مکہ و مدینہ پر وہی واقعات ظہور میں آنے والے ہیں۔ جو کنعان و مصر میں ہوئے تھے۔ ان یہودیوں کو جو اسماعیلی نبی کے بھائی ہیں۔ اور ان قریش کو جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت رکھتے ہیں۔ ایک دن حضور صلعم کے سامنے ویسا ہی مطیع و منقاد ہونا پڑیگا۔ جیسا کہ برادران یوسف کو یوسف صدیق کے سامنے اطاعت اُٹھانی پڑی تھی۔

قریش کے لئے ایک لطیف اشارہ یہ بھی ہے۔ کہ آج تم یہودیوں کی محبت پر اعتماد کرتے ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں اُن سے مخالفت (عہد و پیمان) کرتے ہو۔ مگر یہ تو وہی لوگ ہیں۔ جنہوں نے سگے بھائی یوسف صدیق کے ساتھ ظلم و بے وفائی کی تھی۔

قریش کے دس قبائل جو دشمن نبی تھے

ہم نے صراحت کر دی ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام کے خلاف مشورہ کرنے والے دس بھائی تھے۔ قریش میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زیادہ حصہ لینے والے دس بطون تھے یعنی بنو مخزوم۔ بنو عدی۔ بنو تمیم۔ بنو اسد۔ بنو اُمیہ۔ بنو سہیم۔ بنو حمسہ۔ بنو عبد الدار۔ بنو کعب۔ بنو نوفل۔ نزول سورہ کے بعد یہ سب یکے بعد دیگرے داخل اسلام ہو گئے تھے۔

وَاَخُوْهُ ۔ اور یوسف کا بھائی۔ ان کا نام بن یامین تھا۔ ماں نے ان کا نام حالت درد میں بنونی رکھا تھا۔ جس کے معنی دُکھ درد کا بیٹا ہیں۔ مگر یعقوب علیہ السلام

بن یامین کا نام پہلے بنونی تھا ہر دو اسماء کے معانی

نے ان کا نام بن یامین رکھا جس کے معنی دہنے ہاتھ کا فرزند ہیں - -
(کتاب پیدائش ۳۵/۱۸) انکی والدہ راحیل بیگم کا انتقال بن یامین کے
نفاس ہی میں ہوگیا تھا - بن یامین جب مصر میں یوسف علیہ السلام
کو ملے - تب ان کی عمر تقریباً ۳۸ سال تھے - اُس وقت یہ ۱۰ -
فرزندانِ ذکور کے والد تھے -

اَحَبُّ - ذکر تو یوسف و بن یامین کا تھا - مگر اَحَبُّ واحد صیغہ لایا گیا ہے -
اس کی ایک تو یہ وجہ ہے - کہ افعل میں واحد اور ما فوق آجاتے ہیں -
دوسری وجہ یہ ہے کہ برادران یوسف کا حسد اصلی تو یوسف علیہ السلام
ہی کے ساتھ تھا "

فرزندان اسرائیل کا الزام غلط تھا

برادران یوسف نے جو الزام باپ کو لگایا در اصل
وہ خیالی تھا - ورنہ اللہ کے نبی - اور اسرائیل یعقوب علیہ السلام سے یہ
کیونکر ہوسکتا ہے - کہ ایک یا دو بیٹوں کو حقوق میں زیادہ بڑھا دیتے -
اور دس بیٹوں کو کم رکھتے - صحیح مسلم کی کتاب الہبہ میں ہے کہ بشیر رضی اللہ عنہ
نے اپنے فرزند نعمان کو ایک غلام دیا - اور اس ہبہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کو گواہ بنانا چاہا - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا - کہ دوسرے بیٹوں
کو بھی اُس نے ایک ایک غلام دیا ہے ؟ بشیرؓ بولے نہیں - - -

تقسیم غیر مساواۃ پر نبی صلعم کا ارشاد

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - کہ میں ظلم و جور
پر گواہ نہیں بنتا -

معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف کی کم سنی اور بن یامین
کی طفولیت کی وجہ سے اُن کی غور و پرداخت زیادہ رکھتے ہونگے - جس کا نام
اُنہوں نے اَحْبَیْتَ رکھ لیا تھا -

یہ صاف طور پر آشکار ہے۔ کہ ان دس بھائیوں پر بدویت زیادہ غالب تھی۔ کہ باپ کو بھی اعتراض سے نہ چھوڑا۔ اور نبی اللہ کی شان میں "ضلال مبین" کا لفظ استعمال کیا۔

محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کا ایثار
حسنین علیہما السلام بمنزلہ دو چشم تھے
علی مرتضیٰ کیلئے ابن حنفیہ بمنزلہ بازو

کاش ان میں محمد (حنفیہ) رضی اللہ عنہ کی سی وسعت خاطر کا مادہ موجود ہوتا یہ سید بزرگوار سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔ خلافت مرتضوی میں یہی سپہ سالار فوج تھے۔ اور اکثر لڑائیوں میں انہی کو جانے کا حکم ملا کرتا تھا۔ کسی نے ان سے کہا کہ تمہارا باپ حسنؑ و حسینؑ کو کہیں بھی نہیں بھیجتا۔ اور تم کو ہمیشہ موت کے منہ میں دھکیل دیتا ہے۔ محمد حنفیہؓ نے فرمایا حسنین (علیہما السلام) میرے والد کی آنکھیں ہیں۔ اور میں اپنے باپ کا بازو ہوں۔ بازو اور آنکھ کے کام الگ الگ ہوتے ہیں۔

مسلم کیلئے مسئلہ احبیت قابل غور ہے

ایک مسلم باایمان کے لئے قابل غور **احبیت** کا مسئلہ ہے۔ ابناء یعقوبؑ کو یہ اعتراض نہ تھا۔ کہ باپ کو یوسف و بن یامین کے ساتھ محبت کیوں ہے۔ اُن کا تو یہ اعتراض تھا۔ کہ ہم سے زیادہ محبت کیوں ہے۔ غور کرو۔ کہ جب ایک بھائی دوسرے بھائی کی احبیت نہیں دیکھ سکتا۔ تو اللہ تعالےٰ کیونکر گوارا کر سکتا ہے۔ کہ اُس کے بندہ کی محبت دیگر اشیاء کے ساتھ بمقابلہ محبت اللہ بڑھی ہوئی ہو۔ قرآن مجید میں صاف طور پر فرما دیا گیا ہے۔

حکم قرآنی مسئلہ احبیت پر

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (سورہ توبہ ع ۳)

ترجمہ۔ مومنو سے کہہ دیجئے۔ کہ اگر تم کو تمہارے ماں باپ۔ بیٹا بیٹی بہن بھائی شوہر بیوی۔ خویش قبیلہ۔ اور وہ مال وزر جو تم نے سمیٹا ہے۔ اور وہ تجارت جس کے مندا پڑ جانے کا تم کو ڈر ہے۔ اور وہ سُتھرے سُتھرے مکان جو تمہیں پسند ہیں۔ تم کو اللہ و رسولؐ اللہ۔ اور جہاد براہ خدا سے زیادہ پیارے ہیں۔ تب تم ٹھہرو حتیٰ کہ خدا اپنا حکم تمہارے لئے جاری کرے۔

ارشاد رسولؐ مسئلہ اصبیت پر

حدیث پاک میں آیا ہے۔ لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین (صحیحین عن انسؓ) ترجمہ تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں بنے گا۔ جب تک کہ میں اُس کو اُس کے باپ بیٹے اور سب انسانوں سے بڑھ کر پیارا نہیں بن جاؤں گا۔

عُصبہ۔ گھوڑوں۔ یا پرندوں کی ٹکڑی۔ ایسے مردوں کی جماعت۔ جن میں قرابت ہو۔ جو ایک دوسرے کے ممد و معاون ہوں۔ عموماً دس تک اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ ابنائے یعقوب اس مشورہ والے بھی دس ہی تھے۔

عصبہ کا اطلاق

ضلال ۔ (ضل الرجل ضلالاً عن الطریق) وہ رستہ کھو بیٹھا۔

باپ کی ہدایت کے بعد یوسف علیہ السلام نے تو خواب کا ذکر بھائیوں سے نہیں کیا۔ لیکن اُن کے بھائیوں نے خود بخود یہ گمان کیا۔ کہ اُن کے باپ کی محبت یوسف و برادر یوسف سے زیادہ ہے۔ اور ان سے کم ہے۔

اب اُنہوں نے اس پر بحث کی۔ اور اپنی فضیلت کی دلیل میں یہ بیان کیا۔ کہ ہم تعداد میں بھی زیادہ ہیں۔ اور طاقت ور بھی ہیں۔ اور یوسف میں کوئی سی خوبی بھی نہیں۔ اس مرحلہ تک پہنچ کر جھٹ فتویٰ لگا دیا۔ کہ ہمارا باپ ہی گمراہی میں پڑ گیا ہے۔

خود بینی۔ خود داری۔ قیاس

اللہ اکبر خود بینی۔ خود رائی کی یہ انتہا ہے۔ کہ نبی اللہ کو گمراہ کہہ دینا

تو آسان سمجھ لیا۔ مگر اپنی کسی نقص۔ یا عیب کی طرف نہ دیکھا۔ سعادت مندانِ ازلی کے لئے اس مقام پر بہترین تعلیم یہ ہے۔ کہ کبھی اپنی رائے و قیاس کو حکم خدا و رسولؐ سے مقدم نہ کریں۔ اور حسن ادب بزرگان کے تارک نہ ہوں۔

اُقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ

یوسف کو قتل کر دو۔ یا کسی دور جگہ پر پھینک آؤ۔ تمہارے باپ کا رُخ تمہاری ہی طرف ہو جائیگا۔ اور اس کام کے بعد تم نیکوکار بن جانا۔

اِطْرَحُوْهُ ۔ (طَرَحَهُ طَرْحًا) اَلْقَاهُ وَاَبْعَدَهُ۔

اَرْضًا ۔ بے پہچان جگہ۔ ملک بعید۔

يَخْلُ لَكُمْ ۔ (خلا یخلو خلوًا سے) خلا بالشی کے معنی ہیں کسی شے کے ساتھ منفرد ہونا کسی دوسری شے سے خلط ملط نہ ہونا۔

من بعدہ ۔ کی ضمیر مصدر قتل۔ و اطراح کی طرف ہے۔

نیک مقصد کے لئے عمل بد

برادران یوسفؑ نے یہ قرار دینے کے بعد کہ باپ کو یوسف کے ساتھ ہم سے زیادہ محبت ہے۔ یہ تجویز کی۔ کہ یوسفؑ کو قتل کر دینا۔ یا دور پھینک آنا چاہیئے۔ تجویز کا فائدہ یہ بتلایا۔ کہ باپ کی مہربانی حاصل کرلیں گے۔ اور چونکہ باپ کی مہربانی کا حاصل کرنا بجائے خود ایک نیک کام ہے۔ اس لئے اس تجویز پر عمل کرنا ضروری ہے۔

گناہ با امید توبہ

لیکن اس تجویز کے بعد اُن کو یہ بھی کھٹکا رہا۔ کہ معصوم۔ بے گناہ۔ چھوٹے بھائی کو قتل کرنا۔ یا دور پھینکوانا ظلم صریح ہے۔ اس کا توڑ یہ سوچ لیا۔ کہ ایسا تو کر گزرو۔ بعد میں توبہ تائب ہو جائینگے۔

اللہ اکبر نفس و شیطان کا یہ اتنا دھوکہ ہے۔ کہ ہزارہا جرائم اور کبائر کا ارتکاب انسان اسی شیطانی دھوکہ میں آکر کر بیٹھتا۔ اور زَیَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ[1] کا مصداق بن جاتا ہے۔

احکام کے مقابلہ میں رائے و قیاس اس فریب میں انسان اُس وقت آتا ہے۔ جب احکام الٰہی میں اپنی رائے۔ یا قیاس کا دخل دینے لگتا ہے۔ اگر انسان سمجھ لے۔ اور خوب یاد رکھے۔ کہ کوئی عمل اس لئے صالح (نیک) نہیں بن جاتا۔ کہ اس شخص کے نزدیک وہ صالح ہے۔ بلکہ عمل صالح تو وہ ہے۔ جس کے کرنے کا حکم یا اجازت شریعت میں موجود ہو۔ اور اُسے سُنّت راشدہ کے مطابق بھی کیا جائے۔ وہ یاد رکھے۔ کہ خلاف شریعت کوئی بھی عمل نیک نہیں کہلا سکتا۔

اِن دو اُمور کے یاد رکھنے پر انشاء اللہ اس فریب سے ہر ایک مُسلم بچا رہیگا۔

عمل صالح کسے کہتے ہیں ارتکاب گناہ کے متعلق اس سے بھی بڑا دھوکا یہ ہے۔ کہ اب تو یہ کام کر لیں۔ اور پھر آئندہ کے لئے توبہ کر لیں گے۔ بہت سے لوگوں نے اس فریب شیطانی میں آکر سینکڑوں فقرات ع "غفور است ایزد تو ساغر بنوش" جیسے خود گھڑت بنا رکھے ہیں۔

توبہ کا پاک مسئلہ اور اعتراض یہ وہ دھوکا ہے۔ جس نے ہزاروں۔ لاکھوں انسانوں کو معصیت میں مبتلا کر دیا ہے۔ جس نے گناہ یا جرم کی حقیقت کو انسان کی نگاہ میں بالکل خفیف بنا دیا ہے۔ جس نے توبہ کے پاک مسئلہ کو معترضین اسلام کی نگاہ میں قابلِ نفرت دکھلایا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے تو ہماری ہدایت و بہبودی کے لئے توبہ کا جو اصول ہم کو سمجھایا ہے۔ وہ یہ ہے۔ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ

[1] شیطان اُن کے عملوں کو اُن کی نگاہ میں اچھا بنا دیا ہے ۱۲

عَلَيْكُمْ هٰذَا (نساء ع ۳)

ترجمہ - توبہ تو اُن لوگوں کے لئے ہے۔ جو نادانی سے بُری حرکت کر بیٹھتے ہیں اور پھر جلدی سے توبہ کرتے ہیں۔ خدا بھی ان لوگوں کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔

گناہ اور جہالت" آیات میں بجہالۃٍ" اور "مِنْ قریب" کے الفاظ موجود ہیں یعنی

توبہ اور عجلت" نادانی سے وہ بُرا کام ہُوا تھا۔ اور جلدی سے اُسے چھوڑ کر اللہ سے جلد معافی کا خواہاں ہُوا۔

لوگ ہیں! کہ الفاظ نادانی۔ اور جلدی سے پر غور ہی نہیں کرتے۔

قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ

ان میں سے ایک نے کہا۔ کہ یوسف کو قتل تو نہ کرو۔ ہاں اُسے کسی چاہ میں جو گہرا ہو ڈال دو۔ کوئی آتا جاتا قافلہ اُسے لے جائیگا۔ تم نے کرنا ہے تو ایسا ہی کرو۔

غَيَابَ - قعر۔ اور قبر۔ غیابت الارض۔ زمین کا وہ نشیبی حصہ جو نظر نہ آئے۔

غیابت الجُب۔ کنوئیں کی تلیٹی۔ جو گہرائی کی وجہ سے نظر نہ آتی ہو۔

جُبّ - وہ چاہ۔ جو زیادہ گہرا ہو۔ اور اُس میں پانی بھی زیادہ ہو۔

يَلْتَقِطْهُ - التقاط سے ہے۔ لقط الشی کے معنی ہیں۔ زمین پر پڑی ہوئی کوئی شے بلا رنج و مشقت کے پالینا۔

لُقَط۔ بسکون ثانی۔ یا بتحریک ثانی۔ وہ مال۔ جو پڑا مل جائے۔ اور اُس کا مالک معلوم نہ ہو۔

سَيَّارَة - سیر و سفر کرنے والی قوم۔ قافلہ۔

روبن برادر کلاں بائیبل کتاب پیدائش ۳۷/۲۱ میں اس مقولہ کا قائل کہ قتل نہ کرو۔ اور چاہ میں گرادو۔ روبن کو بتلایا گیا ہے۔ جو سب سے بڑا تھا۔

عمیق اور کثیر الماء چاہ کے اندر گرانا ہلاکت کا قوی احتمال رکھتا تھا۔ اور یہ ایک ایسی تجویز تھی جس کا مآل ہلاکت تھا۔

یہ امر الگ ہے۔ کہ بحکمت ربانی اُس چاہ پر ایک قافلہ بھی پہنچ گیا۔ اور یوسف علیہ السلام زندہ نکل بھی آئے۔

قتل ایں کشتہ بشمشیر تو تقدیر نبود ورنہ ہیچ از دل بے رحم تو تقصیر نبود

اعمال کا مدار نیت پر ہے الفاظ کی ایر پھیر کام نہیں دیتی

اگر انسان اس بات کو سمجھ لے۔ کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ اور الفاظ کی ایر پھیر عالم الغیب کی بارگاہ میں کچھ کار آمد نہیں۔ تو نفس کا حملہ انسان پر نہ چل سکے۔

فصل حوالگی یوسفؑ کی بابت برادران یوسفؑ کی خواہش

یعقوب علیہ السلام کا جواب۔ جواب پر اعتراض۔ حوالگی۔

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

اے باپ کیا وجہ ہے۔ کہ یوسفؑ کی بابت آپ کو ہم پر بھروسہ نہیں۔ حالانکہ ہم اُس کے خیرخواہ ہیں۔ اچھا اُسے کل ہمارے ساتھ کر دیجئے۔ کہ وہ بھی چل پھر کھیل کود لے۔ اُس کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے۔

لَنٰصِحُوْنَ۔ نصح سے ہے۔ (نَصَحَ الشَّیْءَ نَصْحًا) کسی چیز کو خالص کر لیا نَصَحَ الْعَسَلَ شہد کو موم سے صاف کر لیا۔ نَصَحَ الْغَیْثُ الْبِلَادَ بادل نے آبادی کو سیراب کر دیا حدیث شریف میں ہے۔

خلوص اور حدیث نبویؐ

اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ قَالُوْا لِمَنْ۔ قَالَ لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ الخ دین تو خلوص

کا نام ہے۔ لوگوں نے پوچھا۔ خلوص کس کے لئے۔ فرمایا اللہ اور رسول کے لئے۔

غَدًا - غد۔ اصل میں غدوہ ہے۔ غدوہ اُس وقت کو کہتے ہیں۔ جو فجر اور طلوع شمس کے درمیان ہوتا ہے۔ اب اس کا استعمال آنے والے دن کے لئے ہو گیا۔ جیسا کہ امس گزشتہ دن کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔

غدو اور امس کا استعمال

یَرْتَعْ - محاورہ ہے۔ رَتَعَتِ الْمَاشِیَۃُ رَتْعًا۔ مویشی کا کھلے چراگاہ۔ بیڑ میں چگنا۔ رَتَعَ الْقَوْمُ۔ لوگوں کا آرام و آسائش سے گزران کرنا۔

یَلْعَبْ - محاورہ ہے لَعِبَ الرَّجُلُ لَعْبًا وَلَعِبًا۔ لذت یا تفریح کے لئے کوئی کام کرنا کوئی ایسا کام کرنا جس سے کوئی خاص نتیجہ مقصود نہ ہو۔

یَرْتَعْ وَیَلْعَبْ محاورہ میں اکٹھے بولے جاتے ہیں۔ خَرَجَ الْقَوْمُ یَرْتَعُوْ وَ یَلْعَبُ لوگ مزے اڑانے کے لئے باہر چلے گئے۔

انداز گفتگو ابناء یعقوب علیہ السلام نے سابقہ مشورہ پر عمل کرتے ہوئے اب باپ سے گفتگو شروع کی۔ انداز گفتگو ایسا ڈالا۔ کہ درخواست نامنظور نہ ہو سکے۔ انہوں نے صاف لفظوں میں درخواست نہیں کی۔ بلکہ پہلے تو باپ پر پٹڑی جمائی۔ کہ آپ کو ہم پر اعتماد نہیں۔ بھروسہ نہیں۔ آپ نے ہم کو یوسف کا غیر سمجھ رکھا ہے۔ اس اندازِ کلام کا نتیجہ یہی ہونا چاہئے تھا۔ کہ یعقوب علیہ السلام ان کا رکن۔ جوان بیٹوں پر اپنا اعتماد ثابت کریں۔ اور یوسف علیہ السلام کو بلا تامل اُن کے ساتھ کر دیں۔ لیکن یعقوب علیہ السلام نے ابھی اسلوب کلام بدل کر چاہا۔ کہ بے اعتمادی کا اعتراض بھی اُٹھ جائے۔ اور یوسف بھی علیحدہ نہ ہو۔

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ○

یعقوبؑ نے کہا مجھے تو رنج والم ہوتا ہے کہ تم اسے میرے پاس سے لیجاؤ۔ اور مجھے یہ بھی خوف ہے۔ کہ اُسے بھیڑیا

کھا جائے۔ جب تم اُس سے غافل ہو جاؤ۔

لَیَحْزُنُنِیْ ۔ (حَزِنَ حَزَنًا لَہٗ یا علیہ) حُزن قلب کی اُس کیفیت کو کہتے ہیں۔ جو محب کو محبوب کی تکلیف۔ یا فراق سے ہوا کرتی ہے۔ لیحزننی میں لام ابتدا ہے۔

تہذیب کلام یعقوب علیہ السلام کا اَنْتُمْ عَنْہُ غَافِلُوْنَ فرمانا تہذیب کلام کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ جواب دو امور پر شامل ہے۔ اوّل یہ کہ یوسف کی جدائی شاق ہے۔ اور اگر ان ابناءِ یعقوب میں رُشد و سعادت ہوتی۔ تو نصیحت کے لئے یہی فقرہ کافی تھا۔ کہ کیوں وہ ایسا کام کریں جس سے باپ اور نبی اللہ کے قلب کو صدمہ پہنچے۔ دوسری وجہ نہ بھیجنے کی وہ توجیہ ہے جس میں بے اعتمادی کی نفی بھی کی گئی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ذرا سی غفلت سے بسا اوقات خطرناک نتائج پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔ ایسے جنگل میں جہاں بھیڑیئے بکثرت ہوں۔ ریوڑ چرانے والوں کے ساتھ نابالغ بچّہ کو بھیجنا خالی از خطرہ نہیں ہو سکتا ہے۔ کہ تم اِدھر اُدھر ہوئے۔ اور یوسفؑ کو بھیڑیا کھا جائے۔

ذرا سی غفلت بسا اوقات خطرناک نتائج پیدا کر دیتی ہے

قَالُوْا لَئِنْ اَکَلَہُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَۃٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ○ سب نے مل کر کہا۔ ہم سب کی موجودگی میں جو زور و طاقت اور اتفاق و اعانت والے ہیں اگر اُسے بھیڑیا کھا جائیگا تب تو ہم بالکل نکمّے ہیچ کارہ ہیں۔

لَخٰسِرُوْنَ ۔ (خَسِرَ الرجلُ صَنَعَ وَھلکَ)

جواب میں باپ کے الفاظ کو انہی پر الٹ دیا

فرزندانِ یعقوبؑ نے باپ کے پہلے فقرہ لَیَحْزُنُنِیْ کا تو جواب ہی نہ دیا۔ ممکن ہے۔ کہ اس فقرہ کا سُننا تو اُن کی آتشِ حسد کے زیادہ بھڑکنے کا سبب ہوا ہو۔ البتہ دوسرے فقرہ

کا جواب دیا - اور وہ بھی اس طرح - کہ باپ کے الفاظ کو اُنہی پر اُلٹ دیا - کہ ہماری موجودگی میں بھیڑیئے کے کھا جانے کی بھی خوب ہی کہی - تو پھر یوں فرمایئے - کہ آپ ہم کو محض نالائق - نکمّے - اور ہیچ کارہ سمجھتے ہیں -

اس گفتگو نے خاصی جدل کی سی صورت پیدا کر لی تھی - اس لئے یعقوب علیہ السلام کو ان کی رائے ماننا ضروری ہو گیا -

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

پھر جب وہ یوسف کو لے گئے - تو اُن کا اجماع اس پر ہو گیا - کہ اُسے گہرے چاہ کی تلیٹی میں چھوڑ دیا جائے - (تو انہوں نے ایسا ہی کیا) اُس وقت ہم نے یوسف کے پاس وحی بھیجی - کہ تو ایک دن ان سب کو ان کی یہ حرکت جتائیگا - برادران یوسف کو اس وحی کا کچھ شعور نہ تھا -

عمر یوسف جب چاہ میں گرائے گئے" بائیبل ۳۷/۲ پ سے معلوم ہوتا ہے - کہ اُس وقت سیدنا یوسف کی عمر ۱۷ سال کی تھی - اُس زمانہ میں ۱۷ سال کا بچّہ نابالغ ہوتا تھا - ۳۷/۱۴ و ۱۸ پ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے - کہ یہ واقعہ وادی سکم میں مقام "دوتین" کے متصل ہوا تھا -

ایجاز کلام کا نمونہ

ایجاز قرآنی پر غور کرو - کہ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ کے ایک لفظ کے اندر کتنے معانی بھر دیئے ہیں -

۱ - تو یہاں سے نجات پائیگا - (۲) تو اعلیٰ منزلت پر پہنچیگا - (۳) تیرے بھائی تیرے سامنے ذلیل ہو کر حاضر ہونگے - (۴) تجھے ان سے جتانے شرمانے کا موقعہ دیا جائیگا -

تابعین میں قتادہؒ سید المفسرین ہیں

هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ کا تعلق بعض نے لَتُنَبِّئَنَّهُمْ

سے سمجھا ہے۔ قتادہؒ کا مذہب یہ ہے۔ کہ اس کا تعلق اَوْحَیْنَا سے ہے۔ یہی قوی مذہب ہے۔ تابعین میں قتادہ رح ہی سید المفسرین ہیں۔

افعال انسانی کا موازنہ الطاف رحمانی سے

اس آیت میں افعال انسانی کا موازنہ الطاف رحمانی سے کرو۔ بھائیوں نے یوسفؑ کو چاہ میں گرادیا ہے۔ چاہ ایک سُنسان میدان میں واقع ہے۔ اسباب ظاہری۔ اور وسائل دنیوی کا خاتمہ ہوچکا ہے۔ ایسے وقت میں (جو خالی از ایمان لوگوں کے نزدیک کامل

رحمت ربانی کا جوش

یاس کا وقت ہے) رحمت ربانی جوش میں آتی ہے۔ اور یوسف کا تعلق ملاء آسمانی کے ساتھ قائم کردیا جاتا ہے۔ مظلوم کی ہمدردی و دلدہی کے لئے پیام الٰہی آتا ہے۔ یہ وہ سبق ہے۔ جو ہم کو یاد رکھنا چاہیئے۔

خشت زیر سر و بر طارم ہفت اختر پا　　حال مسکیں نگر و منصب صاحب جاہی

فصل برادران یوسف کا شام کو گھر آنا

باپ کو خبر دینا۔ باپ کا اُنہیں جھٹلانا۔ صبر و استقامت کی تعلیم" ۔

وہ تھوڑی رات گئے سے باپ کے پاس آئے۔ روتے آئے۔ اور کہا باوا جی ہم تو دوڑ لگانے چلے گئے اور یوسف کو ہم نے اسباب کے پاس چھوڑا۔ پھر بھیڑیا آیا اُسے کھا گیا آپ ہمارا یقین نہیں کرینگے خواہ ہم سچے ہی ہیں

وَجَآءُوْٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝

وہ یوسف کے کُرتے پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا کر لائے تھے۔

وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ حضرت یعقوبؑ نے کہا۔ تم نے ایک بڑی بات خود بنالی ہے۔ اب صبر ہی بہتر ہے۔ جو کچھ تم کہتے ہو۔ اس بارہ میں خدا میری مدد کریگا۔

عِشَاءً ۔ لغت میں اوّل الظلام کو کہتے ہیں۔ غروب سے عتمہ تک کا وقت یہی یہاں مراد ہے۔ اصطلاح شرعیہ میں عشاء نماز خفتن کو کہتے ہیں۔ اُس کا وقت غروب سے سوا گھنٹہ۔ ڈیڑھ گھنٹہ بعد ہوتا ہے۔

نَسْتَبِقُ ۔ سَبَقَ سَبْقًا۔ آگے نکل جانا۔ دوسرے کو پیچھے چھوڑ گیا۔ استباق ایک دوسرے سے آگے نکلنے کے لئے دوڑنا۔

مومن ۔ تصدیق کنندہ۔ اس جگہ یہی لغوی معنی مراد ہیں۔ اصطلاح شرعیہ میں تو مومن اُسے کہتے ہیں۔ جو اللہ و رسول۔ اور کتب منزلہ۔ اور انبیاء و رسل اور یوم آخرت اور وجود ملائکہ پر یقین رکھتا ہو۔

اصطلاح شرعی میں مومن کے معنی

سَوَّلَتْ لَكُمْ ۔ تَسْوِیل سَوَل سے ہے۔ جس کے معنی استرخاء بطن ہیں۔ تَسْوِیل کے معنی اغواء ہیں۔ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ کے معنی ہوئے۔ کہ تمہاری جانوں نے تم کو گمراہ کیا۔

گل کاری کا کرتہ

بائیبل میں ہے۔ کہ یعقوبؑ نے یوسفؑ کے لئے گل کاری کا کُرتہ بنا کر دیا تھا۔ اور برادران یوسف نے اُن کو چاہ میں گرانے سے پہلے اُن کا وہ کُرتہ اُتار لیا تھا۔ اور اُس کرتہ پر ایک دُنبہ کا خون لگا کر لائے تھے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ ان کو کُرتہ کا چاک کرنا یاد نہ رہا۔ اور یعقوب علیہ السلام نے اسی امر سے سمجھ لیا۔ کہ بھیڑیئے والی بات جھوٹ ہے۔

یہ استدلال صحیح ہے۔ اس کے علاوہ اسرائیل علیہ السلام کے سامنے دیگر

امور بھی تھے۔ جن سے برادران یوسف کا بیان دروغ بے فروغ معلوم ہوتا تھا۔

یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کی بات کو کیونکر جھوٹ سمجھا

الف۔ یعقوب علیہ السلام کو یوسفؑ کا ابتدائی خواب معلوم تھا۔ اور خواب کا اقتضا و تاویل یہ تھی۔ کہ یعقوب علیہ السلام اپنی زندگی میں یوسفؑ کو شاندار منصب دنیوی۔ و عروج دینی پر ممتاز دیکھ لیں۔

ب۔ برادران یوسف کوئی جدید بہانہ بھی نہ بنا سکے تھے۔ باپ نے جن الفاظ کو بطور اندیشہ ظاہر کیا تھا۔ انہی الفاظ کو ان برخورداران نے شام کو دہرا دیا تھا۔ باپ نے کہا تھا اَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَہُ الذِّئْبُ۔ اُنہوں نے آکر کہہ دیا۔ فَاَکَلَہُ الذِّئْبُ

ج۔ جھوٹے شخص کو اپنے جھوٹے ہونے کی وجہ سے خود شُبہ ہوتا ہے۔ کہ کیا اُس کی بات پر یقین کر بھی لیا جائیگا۔ اسی لئے وہ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا کہتے ہیں۔ یعنی آپ ہمارا یقین تو نہیں کرینگے۔

سیدنا یعقوب علیہ السلام کے اصل جواب پر غور کرو۔

صَبْرٌ جَمِیْلٌ۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ۔ یہ جواب دین قیّمہ اسلام کے نہایت ضروری اصول پر مبنی ہے۔ اور ہر ایک مسلم باایمان کو لازم ہے۔ کہ ہر ایک مصیبت کا مقابلہ انہی دو آلاتِ حرب سے کرے۔

صبر جمیل اور استعانت باللہ دین کے ضروری اصول ہیں

اوّل صبر جمیل۔ دوم استعانت باللہ۔ ہر دو امور کے متعلّق ذیل میں کچھ تفصیل سے تحریر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم کا اسلوب یہی ہے۔ کہ قصہ کے پیرایہ میں وہ بڑے بڑے اصول دینی کی تعلیم دیتا ہے۔ اور ہر واقعہ انسانی کے ساتھ عرفان ربانی کے بیان کو شامل کر دیتا ہے۔ اس طرز کا فائدہ یہ ہوتا ہے۔ کہ تعلیم آہستہ آہستہ دل میں اثر کرتی جاتی۔ اور خوب ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

صبر کا بیان قرآن حمید میں قریباً (۹۰) مقامات پر ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں۔ کہ صبر کرنا باجماع اُمت سب پر واجب ہے۔ انہی کا قول ہے۔ کہ نصف ایمان صبر ہے۔ اور نصف ایمان شکر ہے۔

صبر کی ۱۶ نوعیں قرآن مجید میں

قرآن مجید کا بیان صبر کے متعلق ۱۶ - انواع پر ہے

(۱) صبر کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا[۱]۔ فرمایا وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ[۲] - فرمایا اِصْبِرُوْا - وَصَابِرُوْا[۳] - فرمایا واصبر وما صبرك الا بالله[۴]۔

(۲) بے صبری سے نہی فرمائی - فرمایا وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ[۵] فرمایا وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا[۶]

(۳) - صابرین کی تعریف فرمائی - فرمایا اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ[۷] فرمایا - وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ[۸]۔

(۴) - صابرین کے ساتھ اپنی محبت کا وجوب بتلایا۔ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ[۹]۔

(۵) - بتلایا۔ کہ صابرین کو معیت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ[۱۰]

---

[۱] اے ایمان والو صرف اللہ سے مدد مانگو - اور صبر کرو -

[۲] صبر اور نماز سے مدد لیا کرو -

[۳] خود بھی صبر کرو - اوروں کو بھی صبر کی تعلیم دو -

[۴] صبر کر - تیرا صبر کرنا تو خدا کے لئے ہے -

[۵] اُن کے بارہ میں جلدی نہ کر -

[۶] وہن اور حزن نہ کرو - وہن صبر کی متضادہ حالت کا نام ہے۔

[۷] مومن صبر کرنے والے - صدق والے ہوتے ہیں -

[۸] جو لوگ تنگی میں اور لڑائی میں صبر کرتے ہیں - وہی تو ہیں - جنہوں نے اپنے اعتقاد کو سچ کر دکھایا وہی تقویٰ والے ہیں

[۹] اللہ صبر والوں کو دوست رکھتا ہے -

[۱۰] صبر کرو - اللہ صبر والوں کا ساتھی ہے -

معیت کے بارہ میں یہ یاد رہے۔ کہ اس کی دو قسمیں ہیں۔ عام و خاص۔ معیت عام تو وہ ہے۔ جو بذریعہ علم و احاطت ہے۔ اور معیت خاص وہ ہے۔ جو حفاظت و نصرت و تائید کی شکل میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اس آیت میں معیت خاصہ ہی کا ذکر ہے۔

(۶) تبلایا گیا۔ کہ صبر افضل ہے۔ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ[1]

(۷) وعدہ فرمایا گیا ہے۔ کہ صابرین کے لئے بہترین جزا ہے۔ فرمایا وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ[2]۔

(۸) وعدہ فرمایا۔ کہ صابرین کو اجر بے حساب دیا جائیگا إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ[3]

(۹) اہل صبر کو اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب سے بشارت دی۔ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ[4]

(۱۰) اہل صبر کی نصرت و مدد کی ضمانت فرمائی بَلَىٰ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ (آل عمران ع ۱۳)[5]

(۱۱) اہل صبر کا نام اہل عزیمت رکھا گیا۔ فرمایا وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ[6]

(۱۲) تبلایا۔ کہ اعمال صالحہ کی جزا و تلقی۔ اور حظوظ عظیمہ کا عطیہ اہل صبر ہی

---

[1] اور اگر تم صبر کرتے تو ۔ صبر کرنے والوں کے لئے تو صبر ہی بہتر ہے۔

[2] جن لوگوں نے صبر کیا ہے۔ ہم اُن کے عملوں کا اجر بہت بہتر دینگے۔

[3] صابروں کا اجر بغیر حساب کے پورا کیا جائیگا۔

[4] صبر کرنے والوں کو بشارت سنا دیجئے۔

[5] اگر تم صبر و تقویٰ کرو گے۔ اور دشمن تم پر ناگہاں آپڑے گا۔ تو تمہارا رب تمہاری مدد پانچ ہزار ملائکہ سے کریگا۔

[6] جو کوئی صبر کریگا۔ اور معافی دیگا۔ تو یہ بات بڑی عظیم الشان ہے۔

کو ملیگا۔ ثَوَابُ اللّٰہِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا۔ وَلَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ[1]

(۱۳) بتلایا۔ کہ آیات الٰہیہ سے استفادہ اور عبرت آموز سبق سے انتفاع اہل صبر ہی لیتے ہیں۔ فرمایا وَذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰہِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ[2]

(۱۴) فرمایا۔ کہ مطلوب محبوب تک رسائی۔ اور مرہوب سے نجات۔ اور جنت ماویٰ کا داخلہ صبر ہی کی وجہ سے ہوگا۔ والملائکۃ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْھِمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ[3]۔

(۱۵) بتلایا کہ صبر ہی کے ذریعہ سے درجہ امامت پر فائز ہو سکتے ہیں۔ فرمایا وَجَعَلْنَا مِنْھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا۔

(۱۶) دیگر آیات قرآنیہ پر غور کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ صبر کو اسلام و ایمان اور یقین و احسان کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ ایسے فضائل ہیں۔ جن سے صبر کی فضیلت بخوبی آشکار ہوجاتی ہے۔

مومن کے صبر و شکر کے متعلق حدیث صحیح

حدیث میں ہے۔ عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ۔ اِنَّ اَمْرَہٗ کُلَّہٗ لَہٗ خَیْرٌ وَلَیْسَ ذٰلِکَ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ۔ اِنْ اَصَابَتْہُ سَرَّاءُ شَکَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ وَاِنْ اَصَابَتْہُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ۔

یعنی مومن کا کام یہی ہے۔ اُسے ہر طرح بھلائی ملتی ہے۔ اور یہ بات صرف مومن ہی کو حاصل ہے۔ وہ خوشی پر شکر کرتا ہے۔ اور یہ اُس کے لئے بھلا ہے۔ وہ ضرر پر صبر کرتا ہے اور یہ اُس کے لئے بھلا ہے۔

---

[1] جو ایمان لایا۔ جس نے عمل اچھے کئے۔ اس کے لئے اللہ کے ہاں ثواب بہت بہتر ہے اس ثواب کو تو صبر والے ہی حاصل کرتے ہیں۔

[2] تاریخ واقعات الٰہیہ کے ذریعہ ان کو بُرے انجام کے بُرے نتائج سمجھاؤ۔ صبر کرنے والوں۔ شکر کرنے والوں کے لئے اس کے اندر بہت نشانیاں ہیں۔

[3] فرشتے ہر طرف سے ہر دروازے سے اُن کے سامنے آئیں گے۔ اور سلام کرینگے۔ اور کہیں گے۔ کہ صبر کی وجہ سے تم پر سلامتی ہو۔ یہ عافیت کا گھر بہت بہتر ہے۔

دوسری حدیث شریف میں ہے۔ مَا اَعْطٰی اَحَدٌ عَطَاءً خَیْرًا لَّہٗ وَاَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ۔ یعنی صبر سے بہتر اور وسیع تر عطیہ کسی کو نہیں ملا۔

حقیقت صبر کا بیان

صبر کے لغوی معنی حبس اور روک ہیں۔ یہی معنی اس آیت میں ہیں وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ۔ یعنی اللہ کا نبی اپنے آپ کو اللہ کا نام لینے والوں کے ساتھ ساتھ رکھے۔

حقیقتِ صبر

شرعی معنی صبر کے یہ ہیں۔ کہ نفس کو گریہ وزاری سے اور زبان کو شکایت سے اور اعضاء کو گھبراہٹ سے روک لیا جائے۔

اب صبر کی تقسیم تین اقسام پر کی جاتی ہے۔

الف۔ معصیت سے رُکے رہنے والا صبر۔ اس کے دو سبب ہیں۔ (۱) خوف عذاب (۲) شرم خدا۔

ب۔ طاعت پر جمے رہنے والا صبر۔ اس کی تین اجزاء ہیں۔ (۱) نگہداشتِ حکم۔ (۲) محافظت دوام۔ (۳) رعایت اخلاص۔

صبر کے اقسام مرسکانہ

ج۔ مصیبت کے برداشت کرنے والا صبر۔ اس کی بھی بڑی بڑی تین صورتیں ہیں۔ (۱) گذشتہ نعمتوں کی قدر و قیمت کو موجودہ بلا سے مقابلہ کرکے بلا کو خفیف سمجھنا۔ (۲) امید رحمت کو قوی بناکر سختیٔ بلا کو کم کر دینا۔ (۳) اجر جزاء کے تصور سے مسرور ہوکر دل پر الم بلا کو غالب نہ ہونے دینا۔[1]

آیت زیر تفسیر میں یعقوب علیہ السلام کا صبر۔ صبر بر بلا تھا۔ اور اس لئے وہ ان ہر سہ انواع متذکرہ سے مکمل تر تھا۔

---

[1] ماخوذ از کتاب منازل السائرین۔

دین کا اصول دوم
استعانت باللہ

اصول دوم جس کی تعلیم یعقوب علیہ السلام کے جواب میں ہے۔ وہ استعانت باللہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنا۔

لوگ شرک میں اکثر اس اصول دین کے نہ سمجھنے سے گرفتار ہو جاتے ہیں اس فقرہ میں بُت پرستوں۔ اور خارج از اسلام گروہوں کا ذکر نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کا ذکر ہے۔ الوہیت اور ربوبیت الٰہی پر اقرار کرنے والوں کا ذکر ہے۔ کہ وہ بھی شرک میں اس وجہ سے پھنس جاتے ہیں۔ کہ انہوں نے استعانت باللہ کی تعلیم کو کبھی سمجھا ہی نہیں۔

"سورہ الحمد کا نماز میں بار بار پڑھا جانا اور اُس کا راز"

اللہ تعالےٰ نے سورہ فاتحہ میں فرمایا ہے۔ اور یہی وہ سورہ ہے۔ جو سب سے زیادہ نماز میں پڑھی جاتی ہے۔ اور بار بار پڑھی جاتی ہے۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ اے خدا ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں۔ دوسرے کی عبادت نہیں کرتے۔ صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ کسی دوسرے سے مدد نہیں مانگتے۔ خدا کے سامنے جانا۔ تو یوں کہنا۔ اور نماز سے فارغ ہونا۔ تو جھوٹے آقاؤں سے مدد کا طالب ہونا۔ ذرا غور تو کرو۔ کہاں تک ٹھیک ہے۔

غیر اللہ سے مدد لینا۔ (۱) یا تو منفعت حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ (۲) یا دفع ضرر کے لئے۔ بہر دو صورت جب کوئی شخص غیر اللہ سے مدد کا خواہاں ہُوا۔ تو استعانت باللہ سے ضرور غافل ہو گیا۔

"اللہ کے بندہ کی شناخت"

اگر کوئی شخص مصیبتوں اور آفتوں کے وقت ڈانواں ڈول نہ ہو۔ اور اُس کا دل اللہ تعالےٰ ہی کی مدد و نصرت اور کارسازی پر جما رہے۔ اور غیر سے مدد لینے کا شائبہ بھی اُس کے دل میں پیدا نہ ہو۔ اُس وقت سمجھا جاتا ہے۔ کہ یہ بندہ فی الحقیقت اللہ کا بندہ ہے۔ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اسی کی

زبان سے زیب دیتا ہے۔

ترا کہ از دگران است استعانتِ عمر　　زبانِ کذب بایاک نستعین مکشا

فصل چاہ پر قافلہ کا آنا

یوسف کا چاہ سے نکلنا۔ مصر میں جا بکنا۔

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ ایک قافلہ آگیا۔ اُنہوں نے اپنے پانی لانے والے کو چاہ پر بھیجا۔ اُس نے ڈول ڈالا۔ (جب نکالا)۔ **فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ** تو بولا۔ مبارک یہ تو ایک نوجوان لڑکا نکل آیا۔

سَيَّارَةٌ ۔ سیار کا مؤنث۔ قافلہ وہ لوگ جو اکثر سیر و سفر میں رہتے ہوں۔

وارد ۔ وِرد بالکسر سے ہے۔ وِرد کے معنی ہیں پانی پر پہنچ جانا۔

وارد کا نام　وارد۔ وہ شخص جو پانی لانے پر مقرر ہو۔ علامہ ابن اسحٰق رحمہ نے اس کا نام مالک بن ذعر بن قریب بن عنقا بن مدیان بن ابراہیم علیہ السلام بتلایا ہے۔ ہم کو اس روایت کا ماخذ معلوم نہیں۔

اَدْلٰی ۔ دلو اسم سے یہ فعل بنالیا گیا ہے دلی الدلو کے معنی ہیں دلو کو چاہ سے نکالا۔ اور ادلی الدلو کے معنی ہیں۔ دلو کو چاہ میں ڈالا۔ ادلی الیہ بمال۔ مال کا ادا کرنا۔ قرآن پاک میں ہے وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ۔

غلام ۔ مذکر کے لئے آتا ہے۔ بعض نے نظم میں غلامہ مؤنث کے لئے استعمال کیا ہے لیکن اس کا استعمال صرف قدماء کی نظم میں ہوا ہے۔

مختلف عمر کے لحاظ سے بچہ کے نام عربی زبان میں　ذرا لغت عرب کی وسعت پر غور کرو۔ کہ بچہ کے نام بلوغ تک پہنچتے پہنچتے کتنے ہیں۔

(۱)　پیٹ کے بچہ کا نام۔ جنین

۳	سات دن تک	صدیغ	۸ - پانچ بالشت کے قدمیں	خُماسی
۴	تا ایام شیرخوردگی	رضیع	۹ - جب دودھ کے دانت ٹوٹیں	مشغور
۵	دودھ چھٹانے بعد	فطیم	۱۰ - جب نئے دانت نکل آئیں	مُثغّر
۶	جب خوراک پر لگ جائے جوش		۱۱ - دس یا دس سال سے زائد	مترعرع
۷	جب بڑھ نکلے تب دارج		۱۲ - قریب حُلم	یافع یا مراہق

۱۳ بعد از احتلام - حَزَوَّر -

ان سب حالتوں کا مجموعی نام غلام ہے - اس کے بعد جب سبزہ بھیگنے لگے - تب غلام سے آگے نکل جاتا ہے - پھر فتی پھر شارخ وغیرہ نام آتے ہیں - اس لفظ نے بتلا دیا - کہ جب یوسف علیہ السلام چاہ سے نکالے گئے - تو ابھی اُن کے چہرہ پاک پر مسیں نہیں بھیگنے پائی تھیں -

وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ۝٢٠

قافلہ والوں نے یوسف کو راس المال کی طرح چھپایا - اور خدا خوب جانتا تھا - جو وہ کرتے تھے -

اور اُنہوں نے یوسف کو ہلکی سی قیمت پر جو گنتی کے درہم تھے - بیچ دیا - وہ یوسف کی قدر نہ جانتے تھے -

اَسَرُّوْهُ - سب کا اتفاق ہے - کہ اَسَرُّوْهُ کے معنی یہ ہیں - کہ قافلہ والوں نے یوسفؑ کو چھپایا -

شَرَوْهُ - شری سے ہے - یہ لغات اضداد سے ہے - اس کے معنے خریدنا بھی ہے اور فروخت کرنا بھی - مفسّرین نے اس جگہ معنی تو فروخت ہی کے لئے ہیں - مگر فاعل کے متعلق اختلاف کیا ہے - اور اکثر نے یہ

شَرَوْهُ کا فاعل

کوئی قرینہ نہیں کہ بھائیوں نے یوسف کو فروخت کیا تھا

لکھ دیا ہے۔ کہ فروخت کنندہ برادران یوسف تھے۔ یہاں اس قدر قصہ ایزاد کیا جاتا ہے۔ کہ پھر بھائیوں کو خبر ہو گئی۔ وہ قافلہ والوں سے آکر جھگڑ پڑے۔ کہ یہ تو ہمارا غلام ہے اور پھر اُنہوں نے تھوڑے سے درم لے کر فروخت کر دیا۔ لیکن کلام اللہ میں کوئی ایسا قرینہ نہیں۔ جو اس کی تائید میں ہو۔ عدم موجودگی قرینہ کے علاوہ ان معنی سے انتشار ضمائر بھی لازم آتا ہے۔ جو قرآن مجید کی اعلیٰ بلاغت کے خلاف ہے۔ فتح البیان جلد ۵ صـ۱۹۲ میں قتادہ رح کا قول درج ہے بل ھو عائد علی السیارۃ۔ علامہ ابن کثیر (ج ۵ صـ۱۵) نے بھی اس کی تصحیح کی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ یہ جو مشہور ہے۔ کہ برادران یوسف نے یوسف علیہ السلام کو فروخت کر دیا تھا۔ یہ غلط واقعہ ہے۔ اُنہوں نے یوسف صدیق کو چاہ میں ہلاک ہو جانے کے لئے گرایا تھا۔

بَخْس۔ (بَخَسَ بَخْسًا) تقصیر۔ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ[1] دوسرے مقام پر ہے۔ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا[2] ثمن بخس سے مراد گھٹیل قیمت ہے۔

دراہم معدودہ۔ یہ الفاظ قیمت کی کمی کو بیان کرتے ہیں۔ اوّل یہ کہ درہم لئے تھے۔ دینار نہیں۔ دوم یہ کہ وہ بھی اتنے کم تھے۔ کہ وزنہ اور وزن کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ ہاتھوں سے گن ہی دیئے۔

زاہدین۔ زُہد سے ہے۔ زُہد کے معنی کسی شے کو حقیر سمجھ کر چھوڑ دینا ہے شَیْءٌ زَہِیْدٌ کے معنی قلیل چیز ہیں۔ حدیث پاک میں ہے۔

زُہد کے لغوی معنی

اَفْضَلُ النَّاسِ مُؤْمِنٌ مُنْهَدٌ یعنی تھوڑی سی چیز پر گزران کر لینے والا

[1] لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو۔ [2] وہ نقصان اور ظلم سے نہیں ڈرا کرتا۔

مومن سب میں اچھا ہے"۔ یہ تو لغوی معنی تھے۔ اور آیت میں معنی لغوی ہی مراد ہیں۔

زُہد کے اصطلاحی معنی | اصطلاح میں زہد کی تعریف یہ ہے طِیبُ الْکَسبِ وَقِصَرُ الْاَمَلِ یعنی پاک کمائی اور آرزو کی کوتاہی امام زہری جو بزرگ تابعین میں سے ہیں اور محدثین کے امام ہیں فرماتے ہیں۔ کہ

امام زہری کا قول | زہد کا تعلق حلال اشیاء میں یہ ہے۔ کہ نعمتوں کا استعمال شکر کو مغلوب نہ کر سکے۔ اور حرام اشیاء میں یہ ہے۔ کہ صبر شکن نہ ہو۔

اسلامی زُہد اور جوگ | مندرجہ بالا تعریف پر غور کرو۔ اب جو لوگ زہد کی حقیقت یہ سمجھے ہوئے ہیں۔ کہ ترکِ دُنیا یا ترکِ ملابس۔ یا ترکِ لذائذ کا نام زُہد ہے اُنہوں نے زُہد اسلامی کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں۔ وہ تو جوگیانہ زندگی کو اسلامی زُہد سمجھ گئے ہیں۔

بائیبل میں ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام کو مدیانیوں نے چاہ سے نکالا اور اور اسماعیلیوں کے ہاتھ فروخت کیا تھا۔ اور اسماعیلی قافلہ اُن کو مصر لے گیا۔

اسماعیلیوں کا فروخت کرنا اس لئے بھی غلط ہے۔ کہ صرف ایک نسل کے درمیان پڑنے سے اسحاقی و اسماعیلی ایک دوسرے سے اس قدر ناواقف نہیں ہو سکتے تھے۔ کہ وہ یوسف علیہ السلام کو شناخت بھی نہ کر سکتے۔ درانحالیکہ ایک کو دوسرے کا مسکن معلوم تھا۔

چاہ میں مدت اقامت | ابوبکر بن عیاش کا قول ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام چاہ میں تین روز رہے تھے۔

فصل

مصر میں حضرت یوسف کا بکنا۔ خریدار کا اُن کی توقیر کرنا۔ یوسف علیہ السلام کا آرام و آسائش میں پہنچ جانا

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرَاهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاتِهٖٓ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ یَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا

جس نے اُسے مصر میں خریدا تھا۔ اُس نے اپنی عورت سے کہا کہ اسے عزت سے ٹھہراؤ۔ ممکن ہے کہ یہ ہم کو نفع دے جائے۔ یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔

اشْتَرَاهُ ۔ یہ خریدار یوسف وہی ہے۔ جسے آگے چل کر عزیز مصر کہا گیا ہے بائیبل میں اس کا نام "فوطیفار" تھے۔ اور بتایا گیا ہے۔ کہ وہ فرعونی سردار لشکر تھا اور جلوداروں کا سردار تھا۔

عزیز مصر کا نام

لِامْرَاتِهٖ ۔ اپنی عورت سے۔

عورت کا نام کہیں نہیں ملتا

اس عورت کا نام توراہ یا قرآن حمید یا کسی اور صحیح اسلامی روایت میں بیان نہیں ہوا۔ اور ہم کو معلوم نہ ہوا۔ کہ اُس کا نام زلیخا۔ یا راعیل کتابوں میں کس اعتماد پر لکھ دیا گیا ہے۔ زلیخا کے متعلق یہ قصہ کہ وہ کسی شاہی خاندان کی لڑکی تھی۔ اُس نے قبل از شادی یوسف علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ اور مصر کا پتہ معلوم کر کے مصر میں شادی کرائی۔ بالکل فسانہ اور لغو ہے

مِصْر ۔ ملک کا نام ہے۔ جو مصر بن حام بن نوح علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا ہے۔ کیونکہ برادرانہ تقسیم میں یہ ملک اُنہی کے حصہ میں آیا تھا

مصر کا نام مصر کیوں ہے

مصر کا محل وقوع | براعظم افریقہ میں داخل ہے۔ اور افریقہ کے شمال مشرق میں واقع ہے

اس کی حدود طبیعیہ یہ ہیں۔

حدود اربعہ

شمال ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں بحر ابیض متوسط

شرق ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں بحر احمر۔ بلاد عرب و شام

جنوب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں بلاد نوبہ

غرب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں بلاد طرابلس

وضع طبیعی | بلحاظ وضع طبیعی مصر اُس وادی کا نام ہے۔ جس کے شرق میں جبال عرب اور غرب میں جبال لیبیا کا سلسلہ واقع ہے۔

مساحت ۔ ڈیڑھ سو ملین فندان اس کی مساحت ہے۔ ایک فندان

مساحت | ۱۰۲ء۱ ایکڑ کا ہوتا ہے۔

اس میں سے قابل زراعت صرف ۵ ملین فندان اراضی ہے۔

آبادی ۔ ۱۹۱۰ء میں اس کی آبادی ایک کروڑ بیس لاکھ تھی۔ جن میں سے

آبادی | ۱/۱۰۰ حصہ اجنبی لوگوں کا ہے۔ باقی سب مسلمان ہیں۔ یا بعد قلیل قبطی ہیں

آثار قدیمہ | ملک مصر اپنے قدیم تمدن اور ترقی علمیہ کے لحاظ سے مشہور ترین ممالک میں سے ہے۔ یہاں کے تین اہرام اپنی قدامت کے اعتبار سے زمانہ تاریخ سے بھی پیشتر کے ہیں۔

اہرام | سب سے بلند اہرام کی بلندی ۴۵۰ فٹ۔ نیچے کا دور ۷۵۰۔ اوپر کی چوٹی کا دور ۳۵ فٹ۔ اور کل رقبہ اٹھتالیس لاکھ ایک ہزار گز مربع ہے۔

ابوالہول | ابوالہول کا بت بھی اسی ملک میں ہے۔ جو دنیا کے سب بتوں سے ڈھانچ میں بڑا۔ اور زمانہ کے لحاظ سے سب سے پرانا ہے۔ اس بت کا جسم شیر کا۔ اور چہرہ عورت کا سا بنایا گیا ہے۔

اس کا قد پنجہ سے دُم کی جڑ تک ۱۸۷ فٹ بلند ہے۔ سر کی بلندی ۶۶ فٹ۔ کان ۵۴ فٹ۔ ناک ۶۷ فٹ کی ہے۔

مصر کے مشہور پہاڑ

مصر کے پہاڑ

المقطم قاہرہ کے شرق میں (اسی نام کا ایک عیسائی اخبار مصر سے شائع ہوتا ہے۔

مقصرہ۔ ضلع جیزہ میں۔

جبل الطیر۔ ضلع منیا میں۔

جبل الرخام۔ ضلع بنی سویف میں۔

جبل ابی فودہ۔ ضلع اسیوط میں۔

جبل شیخ الہریدی۔ ضلع جرجا میں۔

یہ سب پہاڑ سلسلہ جبال عربی کے ہیں۔

سلسلۂ لیبیا کے پہاڑ زیادہ بلند نہیں۔ اُن میں صرف جبل الاخضر زیادہ مشہور ہے۔ جو ضلع فیوم میں ہے۔

دریائے نیل

دریائے نیل۔ مصر کی خاص شہرت دریائے نیل کی وجہ سے بھی ہے یہ دریا ایشیا و یورپ اور افریقہ کے سب دریاؤں سے زیادہ لمبا بہنے والا ہے

طول

اس کا بہاؤ طول میں تقریباً ۴۵۰۰ کیلو میٹر ہے۔

دریائے نیل افریقہ کی تین جھیلوں کے مجموعہ آب سے مل کر بنتا ہے۔

جھیلیں دریا کی

ان جھیلوں کو مسلمانانِ اُندلس نے دریافت کر لیا تھا۔ مگر اب یورپ نے ان کا نام وکٹوریا نیانزا۔ البرٹ نیانزا۔ اور البرٹ ایڈورڈ نیانزا رکھ دیا ہے۔ گویا اِن کی دریافت صرف اِنہی عہود میں ہوئی۔

امادی دریا | دریائے نیل میں عطیرہ - نیل ارزق - سوباط - بحر الغزالی گرتے ہیں اور پھر نیل ہی کہلاتے ہیں -

دریائے نیل جنوب سے شمال کو بہتا ہے - اور دو بڑی بڑی شاخوں میں منقسم ہو جاتا ہے -

شمال مشرقی شاخ | الف - شاخ دمیاط - جو جنوب سے شمال مشرق کو جاتی ہے -

شمال مغربی شاخ | ب - شاخ رشید - جو جنوب سے شمال مغرب کو جاتی ہے -

مختلف نام

نیل کے مختلف نام | کبھی کبھی مختلف حصہ بلاد کی وجہ سے دریائے نیل کے مختلف نام بھی لئے جاتے ہیں -

(۱) بحیرہ البرٹ اڈوارڈ سے بحیرہ نو تک اس کا نام بحر الجبل ہے -

(۲) بحیرہ نو سے خرطوم تک اس کا نام نیل الابیض ہے -

(۳) خرطوم سے قاہرہ تک اس کا نام "نیل" ہے -

پانی

دریائے نیل کا پانی نہایت میٹھا اور خوش گوار ہے -

نیل کا اُچھلنا اور سیاہ مٹی | یہ دریا جب بڑھتا ہے - تو پانی کناروں سے اُچھل کر اراضی زیر کاشت پر پھیل جاتا ہے - پانی کے ساتھ ایک سیاہ مٹی بھی آتی ہے - جسے مصر والے "طمی" بولتے ہیں - یہ مٹی اس زمین کے لئے کھاد کا کام دیتی ہے - پھر اعلیٰ درجہ کی پیداوار ہوتی ہے -

نیل کے بڑھنے گھٹنے کی تاریخیں | دریائے نیل کا پانی عموماً ۱۸ ارجون سے بڑھنے لگتا ہے

اور ۲۱ ستمبر سے گھٹنے لگتا ہے۔ اور بماہ مئی سال آئندہ) پھر اصلی حالت پر پہنچ جاتا ہے۔

نیل کی بھینٹ کا قصہ دریائے نیل کو عہد قدیم میں ایک مقدس دیوتا سمجھا کرتے۔ اور سال بسال ایک کنواری لڑکی کو دلہن بنا کر اس کی بھینٹ چڑھایا کرتے تھے۔ اور اُن کا اعتقاد تھا۔ کہ اس بھینٹ لئے بغیر نیل دیوتا اوپر نہیں اُچھلتا — جب مصر مسلمانوں نے فتح کیا۔ تو اسلامی گورنر نے لوگوں کو اس رسم بد سے روک دیا۔ اللہ کی قدرت کہ اگست تک دریا میں افزونی کے آثار نمودار نہ ہوئے۔ تب تو رعایا نے کہہ دیا۔ کہ وہ اُجڑ جائینگے۔ گورنر نے خلیفہ راشد کی خدمت میں تمام احوال لکھ بھیجا۔

امیر المؤمنین کا فرمان بنام نیل امیر المؤمنین عُمر فاروق رضی اللہ عنہ نے والی کو لکھا۔ کہ اس خط کے ساتھ دوسرا خط دریائے نیل کے نام روانہ کیا جاتا ہے۔ جس مقام پر دلہن کو بھینٹ چڑھایا جاتا تھا۔ وہاں میرا فرمان ڈال دیا جائے۔ ایسا ہی کیا گیا اور پھر کبھی خلافت راشدہ کے عہد ہمایوں میں فیضان ماء مین کمی نہ آئی۔ فرمان کی نقل یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے۔ جو بڑی رحمت اور کمال رحم والا ہے

من عبد اللہ امیر المؤمنین عمر بن خطاب

اللہ کے غلام مومنین کے امیر عمر بن خطاب

الی نیل مصر اما بعد فان کنت تجری من

کی طرف سے دریائے نیل کے نام۔ واضح ہو

قبلک فلا تجری۔ وان کان اللہ الواحد

کہ اگر تو اپنی مرضی سے بہا کرتا ہے تو اب

القھار ھو الذی یجریک فنسأل الواحد

نہ بہنا۔ اور اگر تیرا جاری کرنیوالا۔ بہانیوالا

القھار ان یجریک +

وہ یکتا مالک ہے جو سب پر حکمران ہے

تو ہم اُسی سے سوال کرتے ہیں۔ کہ وہ تجھے جاری فرمادے[1] +

[1] منقول از تحفۃ الناظرین تالیف الامام الشیخ عبداللہ الشرقاوی مت +

حسن و جمال مصر

کلیوپیٹرا - زمانۂ حسن

داستان نویسوں کے نزدیک مصر کا حسن و جمال اور وہاں کی عشرت پسندی ایک مسلمہ امر رہی ہے۔ ملکہ کلیوپیٹرا کا حال اور اس کی رنگ رلیوں کی داستان سے مصر۔ روما۔ اور یورپ کا کونسا مؤرخ ناواقف ہوگا۔

دینی تاریخ کا تعلق مصر سے

قرآن مجید میں ذکر

قرآن مجید میں مصر کا ذکر صراحتہً یا کنایتہً (۳۰) مقامات پر آیا ہے۔

صحیح مسلم ذکر مصر

صحیح مسلم میں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سَتَفْتَحُوْنَ مِصْرَ وَهِيَ اَرْضٌ	تم عنقریب مصر کو فتح کرلوگے۔ یہ وہ ملک ہے جہاں
يُسَمّٰى فِيْهَا الْقِيْرَاطُ۔ فَاسْتَوْصُوْا	سکہ قیراط نامی چلتا ہے۔ وہاں کے لوگوں سے
بِاَهْلِهَا خَيْرًا فَاِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا	بھلائی کرنا ان کو ذمہ اور رحم کے دو ہرے حقوق حاصل ہیں۔

مصاہرت انبیاء

مصاہرت انبیاء

مندرجہ ذیل انبیاء کی زوجات مصر کی ہیں۔

خلیل الرحمٰن ابراہیم علیہ السلام ..... کی زوجہ ہاجرہ علیہا السلام۔

اسماعیل علیہ السلام ..... کی اہلیہ اوّل

سلیمان علیہ السلام ..... کی ضجیعہ۔ دختر فرعون

سیدنا حبیب الٰہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلیلہ۔ ماریہ خاتون رضی اللہ عنہا۔

مولدِ انبیاء

ولادت انبیاء | مندرجہ ذیل انبیاء کی ولادت ملک مصر میں ہوئی۔
ہارون - موسیٰ - یوشع بن نون علیہم السلام -

مہبطِ انبیاء

مندرجہ ذیل انبیاء مصر میں تشریف لائے۔ اور کچھ کچھ عرصہ قیام فرمایا -

داخلِ انبیاء | سیدنا ابراہیم - یعقوب - یوسف - ارمیا - دانیال -
عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام -

مومنین مصر

مومنین مصر | آسیہ امراۃ فرعون - مومن آل فرعون - ساحران عہد موسوی -
وہ مومنین ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے - ان ساحروں کی صحیح تعداد کسی معتبر کتاب سے دستیاب نہیں ہوئی۔

مصر اور تاریخ اسلام

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ دعوت بنام شاہ مصر | یکم محرم ۷ھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے مشہور حکمرانوں کے نام فرمانِ دعوتِ اسلام جاری فرمائے تھے۔
اُن دنوں مصر پر متی بن جریج الملقب بہ مقوقس حکمران تھا -

حاطب بن ابی بلتعہ رض - اور شاہ مصر کی باہمی گفتگو | اُس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ فرمان نبوی لے کر گئے تھے۔ اُنہوں نے حضور کا فرمان

بھی پیش کیا۔ اور بادشاہ سے مندرجہ ذیل گفتگو بھی فرمائی۔

حاطب۔ آپ سے پہلے اس ملک میں ایک شخص ہو چکا ہے۔ جو اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی (میں سب کا بڑا خدا ہوں) کہا کرتا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اُسے دُنیا و آخرت کی رُسوائی دی۔ اللہ پاک کے غضب سے ملک یا لشکر اُسے بچا نہ سکے۔ اس لئے بہتر ہو۔ کہ تم اُس سے عبرت حاصل کرو۔ مبادا کہ لوگ تم سے عبرت لیا کریں۔

مقوقس۔ ہم خود ایک مذہب رکھتے ہیں۔ اور اُسے ترک نہ کریں گے جب تک اُس سے بہتر کوئی مذہب نہ ملے۔

حاطب۔ اسلام کے بعد عیسائیت یا کسی اور مذہب کی ضرورت نہیں رہتی اسلام سب مذاہب سے کفایت کنندہ ہے۔ اُسی کی دعوت آپ کو دی جاتی ہے اے بادشاہ۔ جیسے آپ اہل توراۃ کو انجیل کی دعوت دیا کرتے ہیں۔ ویسے ہی ہم آپ کو قرآن کی دعوت دیتے ہیں۔ نبی اللہ کے ظہور کے بعد سب لوگوں کو اُسی نبیؐ کی اطاعت ضروری و لازم ہو جاتی ہے۔ آپ یہ سمجھ لیں۔ کہ آپ کو مذہب مسیحؑ ہی کی دعوت دی جاتی ہے۔

وہی شاہ خراج گذار اسلام بنا | بادشاہ نے مزید مُہلت کی درخواست کی۔ حضور کے فرمان کو ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھ کر۔ مُہر لگا کر خزانہ میں رکھوا دیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تحائف بھیجے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرما دیا۔ کہ تم تھوڑی ہی عرصہ بعد اس ملک کو فتح کرو گے۔ چنانچہ جمادی الاخری ۲۰ھ میں امیرالمؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مصر فتح ہُوا۔ اور یہی جریج بن متی الملقب مقوقس اپنی ۳۷ سالہ فرمان روائی کے بعد خلیفۂ اسلام کا خراج گذار بنا۔

تعداد لشکر اسلام بوقت فتح مصر | مصر پر جس فوج نے حملہ کیا۔ اُس کے سپہ سالار اعظم

حضرت عمرو بن العاص اُموی تھے۔ حملہ اوّلین کے وقت اُن کے پاس صرف چار ہزار فوج تھی۔ بعد میں آٹھ ہزار فوج مدینہ منورہ سے اور بھیجی گئی۔ اس فوج کے سردار سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے لکھا تھا۔ کہ اس فوج میں چار شخص وہ ہیں۔ جو اکیلا ایک ہزار کے برابر کا ہے۔ اس لئے فوج کی تعداد بارہ ہزار سمجھنی چاہیئے۔ وہ چار مندرجہ ذیل بزرگوار تھے۔

ایک ایک ہزار کے برابر

زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ۔ مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ۔
عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ۔ مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ۔

اب ہم ایک نقشہ درج ذیل کرتے ہیں جس سے واضح ہوگا۔ کہ خلافت راشدہ کے بعد کن کن اسلامی حکومتوں نے مصر پر حکمرانی کی۔

مصر پر اسلامی سلطنتوں کا نقشہ

مصر پر اسلامی سلطنتوں کی حکومت کا نقشہ

نمبر شمار	نام	سنہ ابتدا و انتہا	کیفیت
۱	امارت بنو امیہ	سنہ ۴۰ھ تا سنہ ۱۳۲ھ	
۲	خلافت عباسیہ	۱۴ ربیع الاول سنہ ۱۳۲ھ تا سنہ ۲۱۳ھ	
۳	دولت طولونیہ	سنہ ۲۵۴ھ تا سنہ ۲۹۱ھ	سنہ ۲۹۲ھ سے سنہ ۲۲۴ھ تک پھر براہ راست خلافت عباسیہ کے تحت تھا
۴	دولت اخشیدیہ	سنہ ۳۲۴ھ تا سنہ ۳۵۸ھ	۳۴ سال ۱۰ - ۲۴ یوم
۵	دولت فواطم یا عبیدیون	سنہ ۳۵۸ھ سے تا سنہ ۵۶۱ھ	۲۰۸ سال ۵ ماہ -
۶	دولت ایوبیہ	سنہ ۵۶۱ھ سے تا سنہ ۶۴۸ھ	تحت خلافت عباسیہ
۷	دولت المالیک	سنہ ۶۴۸ھ سے تا سنہ ۹۲۳ھ	〃
۸	دولت چرا کسہ	سنہ ۸۴۸ھ سے تا سنہ ۹۰۵ھ	〃
۹	خلافت عثمانیہ	۱۳ رجب سنہ ۹۲۳ھ الی الآن	
۱۰	خلافت خدیویہ	از سنہ ۱۲۲۰ھ - الی الآن	

مصر کے مشہور مشہور شہر

القاہرہ۔ اس وقت مصر کا دارالسلطنت ہے۔ ۳۵۹ھ میں اس کی بنیاد رکھی گئی۔

القاہرہ

جامع ازہر اسی شہر میں ہے۔ یہ علوم عربیہ کی تعلیم میں سب سے بڑی یونیورسٹی ہے۔ طلباء کی تعداد بالاوسط بارہ ہزار رہتی ہے۔

القاہرہ ہی کے قریب مصر القدیمہ کی آبادی ہے۔ اسی میں جامع عمرو بن العاص رضؓ ہے۔ جس کی عمارت اب تک سالم وقائم ہے۔

القاہرہ میں ٹراموے جاری ہے۔ جس کی بارہ لمبی لمبی شاخیں مختلف اطراف ملک میں جاری ہیں۔ سیاحین کو سیاحتِ ملک میں اُن سے خوب مدد ملتی ہے۔

اسکندریہ۔ یہ شہر سکندر مکدونی نے ۳۳۲ قبل ہجرت آباد کیا تھا۔ اب اس کی آبادی ساڑھے تین لاکھ ہے۔

اسکندریہ کا کتب خانہ آپ سے جلانے والا؟

اس شہر کی وجہ شہرت اس عظیم الشان کتب خانہ کی وجہ سے بھی تھی۔ جو شاہان روما نے قبل از مسیح یہاں قائم کیا تھا۔

اس کتب خانہ کی بہترین کتب کو امپراطرہ رومان قسطنطنیہ لے گئی تھی۔ بعد ازاں جن کتابوں کو امپرر ٹیوڈورس نے عیسائیت کے خلاف سمجھا۔ انہیں آگ لگادی۔

ابوالفرج یہودی نے ۹ سو سال کے بعد یہ گھڑت بنائی

اس حقیقت کو چھپانے کے لئے سب سے اوّل ابوالفرج بن طبیب یہودی نے (جو مالٹا میں ۱۲۲۶ء کو پیدا ہوا۔) اور یہودیت کے بعد عیسائی بنا۔ احراق کتب خانہ کو مسلمانوں سے منسوب کر دیا ہے۔ یہ کذب و افتراء کی داستان اسلامی قبضہ سے کامل چھ صدیوں کے بعد گھڑی گئی۔ ورنہ ابوالفرج مذکور سے پیشتر کی جتنی کتابیں ملک مصر کی تاریخ پر یہودیوں۔ عیسائیوں مسلمانوں

نے لکھی ہیں۔ کسی میں اس واقعہ کا ذکر تک نہیں۔

کتابوں کی تعداد اور جلانے کا حساب

جھوٹا آدمی بات تو بناتا ہے۔ مگر اسی کا جھوٹ خود اسی کی بناوٹی بات سے کھل جاتا ہے۔ یہ یہودی لکھتا ہے۔ کہ اسکندریہ میں چار ہزار حمام تھے۔ ان کا پانی ۶ ماہ تک انہی کتابوں سے گرم ہوتا رہا۔ اگر فی حمام ایک سو کتاب روزانہ کا حساب بھی لگا لیا جائے۔ تو کتابوں کا شمار ۷۲ ملیون پہنچ جاتا ہے۔ اور یہ وہ تعداد ہے۔ کہ اگر آج اس زمانہ میں جبکہ لاکھوں مطابع کھلے ہوئے ہیں اور جبکہ دولت کی فراوانی اور شوق علم نے کتب خانجات کے قیام کو ہر ایک قوم کی زندگی کے قیام کا مسئلہ بنا دیا ہے۔ تمام یورپ کے کتب خانوں کی کتابیں جمع کر لی جائیں۔ تب بھی اتنی نہیں ہو سکتی ہیں۔

نہر سویز۔ مصارف۔ پیمائش۔ وغیرہ

مصر کی بڑی شہرت اور سیاسی اہمیت ہمارے زمانہ میں نہر سویز کی وجہ سے ہو گئی ہے۔ یہ نہر بحر ابیض کو بحر احمر سے ملاتی ہے طول ۱۷۰ کیلو میٹر۔ اور عرض ۵۰ سے ۲۰۰ کیلو میٹر تک۔ عمق ۸ سے ۱۰ میٹر تک ہے۔ اس کی تیاری میں ۲۰ ملین پونڈ (تیس کروڑ روپیہ صرف ہوا تھا)۔

۱۸۵۹ء میں کھدوائی شروع ہوئی۔ اور ۱۸۶۹ء کو نہر مکمل ہوئی۔ اب ہم احوال کو ختم کرتے ہیں۔ اور خاتمہ پر حضرت عمرو بن العاص اموی فاتح مصر کا خط نقل کرتے ہیں۔ جو ادب عربیہ کا بہترین نمونہ ہے۔

یہ خط امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نام بھیجا گیا تھا۔

عمرو بن العاص گورنر مصر کا خط بنام امیر المؤمنین

ورد الی کتاب امیر المؤمنین	امیر المومنین۔ آپ کا خط ملا۔
اطال اللہ بقاءہ:۔	اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے۔
یسألنی عن مصر + اعلم	آپ نے مصر کی بابت دریافت فرمایا ہے
یا امیر المؤمنین ان مصر قریۃ	سو واضح ہو۔ کہ

غبراء وشجرة خضراء طولها شهر وعرضها عشر يكتنفها جبل اغبر رمال اعقر يخط وسطها نهر مبارك الغداة ميمون الروحات تجري فيها الزيادة والنقصان كجري الشمس والقمر له اوان يذر حلابه ويكثر عجاجه فتفيض على الجانبين فلا يمكن التخلص من القرى بعضها الى بعض الا في صغار المراكب وخفاف القوارب وزوارق كانهن المخائل - اوورق الاصائل فاذا تكامل في زيادته نقص على عقبه كاول ما بدأ في جريته وطمى في رتته فعند ذلك تخرج سلحفاة محفورة وذمة محفورة - يحرثون بطون الارض ويبذرون فيها الحب - ويرجون بذالك النماء من الرب لقيهم ما سعوا من كدهم فنالوا عنهم بغير جدهم - فاذا احرق الزراع - واشرق سقاء النداء وغذاء من تحت الثرى -

کہ مصر وسلی زمین کا ملک ہے جس میں سرسبز وزختوں کی کثرت ہے۔ طول ایک ماہ کی مسافت عرض دس یوم کی مسافت کا ہے ٹیلے پہاڑ اور موٹی موٹی ریت سے گھیرے ہوئے ہیں اس کے وسط میں ایک دریا روان ہے جس کی جملہ اوقات مبارک ہیں یہ گھٹتا ہے بڑھتا ہے جیساکہ آفتاب و ماہتاب کی حالت ہے۔ یہاں کا ایک موسم ہے جب شیردار جانوروں کا دودھ گھٹ جاتا ہے اور گرد و غبار بڑھ جاتا ہے۔ اُسکے بعد دریا اپنے دونوں کناروں سے اُچھل پڑتا ہے تب ایک بستی سے دوسری بستی تک ڈونگوں اور کشتیوں کے سوا جو بادلوں کے ٹکڑوں یا درختوں کے پتوں کی طرح چلتی پھرتی ہلتی جلتی نظر آتی ہیں۔ جانا دشوار ہوتا ہے۔ جب دریا کی افزونی پوری ہوجاتی ہے تب بدستور گھٹنے لگتا ہے اور ابتدائی حالت پر آجاتا ہے۔ وہ اراضی پر طمی چھوڑ جاتا ہے۔ تب غریب کاشتکار اور اجرتی لوگ نکل پڑتے ہیں۔ جو زمین کے شکم کو چاک کرتے اور اُس میں دانہ ڈالا کرتے ہیں۔ اور خدا سے اُس کی پرورش کی اُمیدوار ہوتے ہیں انکی کوششیں بارآور ہوتی ہیں اور اُن کو بلا مشقت ثمرہ ملنے لگتا ہے۔

فبینما مصر یا امیر المؤمنین لؤلؤ جب کھیتی کو گرمی پہنچتی ہے تو اس پر
بیضاء فاذا ھی عنبرۃ سوداء چمکیلی اوس پڑتی ہے۔ اور تہ زمین سے غذا
فاذا ھی زمرد خضراء فاذا ھی ملنے لگتی ہے۔ اس وقت اے امیر المؤمنین سارا
دیباجۃ زرقاء فتبارک ملک ایک در آبدار ہوتا ہے۔ یا تل عنبر یا
اللہ خلق لما یشاء والذی وہ زمرد آسمانی ہوتا ہے یا غالیچۂ الوانی۔
یصلح ھذہ البلاد ویصلح متبارک ہے وہ مالک۔ کہ جو چاہا سو بنایا۔ جو چاہا
فاطنھا فیھا۔ ان کا وہ پیدا کیا۔ اس ملک کی صلاحیت اور باشندوں
یقبل قول خسیسھا فی فطرت کے متعلق امور ذیل قابل غور ہیں۔
ونسھا۔ ولا یستادی خراجہ ادنیٰ شخصوں کی شکایت پر جو روساء کے
ثمرۃ الا فی اوانھا وان یصرف خلاف ہو توجہ نہیں کرنی چاہیئے۔
ثلث ارتفاعھا فی عمل جسورھا و (۲) محاصل اراضی قبل از وقت نہیں لینا چاہیئے
ترعھا۔ فاذا تقرر الحال (۳) کل آمدنی کا ایک ثلث وسائل آبپاشی اور
مع العمال علی ھذہ الاحوال تفاضعف تعمیر پل ہا پر صرف کرتے رہنا چاہیئے۔ ان
ارتفاع المال۔ واللہ یوفق طریقوں پر عمل کرنے سے پیداوار میں ترقی۔
الی حسن الحال۔ فقط آمدنی میں افزونی۔ رفاہیت میں مشی ہوگی۔
اللہ پاک کی توفیق رفیق ہونی چاہیئے۔

عجائب خانۂ مصر

اس عجائب خانہ میں فرعون غریق کی لاش بھی رکھی ہوئی ہے۔ جسے
یورپ کے جملہ فلاسفروں نے مان لیا ہے۔ کہ یہی فرعون عہد موسیٰ علیہ السلام کی لاش ہے

لاش فرعون۔ اخبار قرآنی | اس سے قرآن مجید کی صداقت منکرین الٰہی حجت بن جاتی

ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرعون کو غرق ہونے کے وقت آگاہ کر دیا گیا تھا۔ کہ وہ غرق ہوگا۔ اور پھر اُس کی لاش ساحل پر پھینک دی جائیگی۔ اور وہ آئندہ نسلوں کے لئے عبرت بنیگی۔ اَلْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ اٰیَۃً یہ حقیقت بائیبل نے ظاہر نہ کی تھی۔ قرآن مجید کے اس اعلان کے بعد تیرہ صدیوں کے گذر جانے پر وہ لاش ملی۔ اور قرآن مجید کی خبر اپنے ظاہری لفظوں میں پوری ہوئی۔

مزاراتِ مصر

مزار امام شافعی رح

مصر میں سینکڑوں مزارات ہیں۔ لیکن سب میں مشہور تر سیدنا محمد بن ادریس یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ یہ یکے از ائمہ اربعہ ہیں۔ علم میں ان کا پایہ بہت بلند ہے۔ امام احمد حنبل رح فرمایا کرتے۔ کہ شافعیؒ کا وجود علم کے لئے ایسا ہے۔ جیسے دنیا کے لئے آفتاب۔ یا انسان کے لئے صحت۔ مُطلبی النسب ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہیں۔ ان کی مصنفہ کتابیں بہت ہیں۔ اشہر و نافع تر کتاب الاُمّ ہے۔ جس کی ۷ جلدیں ہیں۔

مزار رأس حسین علیہ السلام

مزار رأس الحسینؓ

یہاں ایک مزار امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کے نام سے بھی بنا ہوا ہے۔ عوام اہل مصر کا اعتقاد ہے۔ کہ سبط النبی امام حسین علیہ السلام کا فرق مبارک مصر میں مدفون ہے۔ لیکن علماء حدیث و سیرت اس روایت کی تصدیق نہیں کرتے۔

مثواہُ۔ (ثوی یثوی ثواءً) جس کے معنی ہیں ٹھہرانا۔ اقامت دنیا۔ حدیث میں ہے۔

وعلیٰ نجران مثوی رسلی (نجران والوں پر لازم ہوگا۔ کہ ہمارے قاصدوں کو اُترنے کی جگہ دیا کریں۔

خریدار نے حضرت یوسف کے متعلق اپنی عورت سے دو ارادہ ظاہر کئے تھے۔

الف۔ حصول نفع یعنی مہنگے داموں پر فروخت کرنا۔

غلامی کی رسم قدیم اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس عہد قدیم میں ملک مصر کے اندر خرید و فروخت غلامان بکثرت جاری تھی۔ متعصب عیسائی آج اُس کا الزام صرف اسلام کو دیا کرتے ہیں[1]۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ دولتمند لوگ باہر کے سوداگروں سے جوان جوان لڑکوں کو ہلکی قیمت پر خرید لیتے اور پھر تعلیم و تادیب دے کر بڑی بڑی قیمت پر اُن کو فروخت کر دیا کرتے تھے۔ پس اکرمی مثواہ کے معنی بامید منفعت یہ ہیں۔ کہ اسے مؤدب و مہذب بنانا چاہیئے۔ تاکہ اچھی قیمت دے جائے۔

---

[1] کسی ایک مذہب نے بھی غلامی کی اصلاح میں کوشش نہیں کی۔ حضرت مسیح نے اس کے متعلق ایک حرف بھی نہیں فرمایا۔ پولوس نے غلامی کو تحکام دیا۔ پطرس نے غلاموں کو نصیحت کی۔ کہ وہ اپنے آقاؤں سے ایسا ہی ڈرتے رہیں جیسا خدا سے" یہ فخر صرف اسلام کو ہے کہ اُس نے غلامی کو ایسی شکل میں چھوڑ دیا۔ کہ آزادی کا گیت گانے والے بھی اُس غلامی پر خرچ کر سکتے ہیں بلال رضی اللہ عنہ ایک حبشی لاصل غلام تھے۔ عمر فاروق جیسا خلیفہ اعظم جب اُن کا ذکر کرتا۔ تو ان الفاظ میں سیدنا ابوبکر اعتق سیدنا بلال" ہمارے سردار ابوبکر نے ہمارے سردار بلال کو آزاد کر دیا۔

زید رضی اللہ عنہ بھی غلام تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی کی لڑکی کا نکاح اُن سے کر دیا تھا۔ خاندان نبوت کا یہ عمل دنیا کی بنائی ہوئی غلامی کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیتا ہے۔ کیونکہ اسلام نے نکاح کے لئے کفو کا لحاظ بتلایا ہے۔ ان زوجین کے درمیان وہ شے تو کفو نہیں ہو سکتی۔ جیسا دنیا دار سمجھا کرتے ہیں یعنی خاندان میں ہمسری۔ اب جو کفو پائی جائیگی۔ وہ مذہب اسلام ہے۔ یہ اسلام ہی کی فیاضی ہے۔ جس کی طفیل حسن بصری۔ نافع۔ عکرمہ۔ ابن سیرین۔ جیسے لوگ جن کی امہات کو لوگ مونڈی کہتے تھے۔ دین کے امام تسلیم کئے گئے۔ الپتگین۔ سبکتگین قطب الدین ایبک شمس الدین التمش جیسے غلام صاحب تاج و تخت بنے مصر کا خاندان مملوکان۔ ہندوستان کا خاندان غلامان کسے یاد نہیں۔ پس عیسائیوں کے اعتراضات و مصل یہودیوں یا عیسائیوں یا آریاؤں کی قدیم غلامی پر واقع ہوتے ہیں۔ اسلامی احکام غلامی پر اُن اعتراضات کو ذرا لگاؤ نہیں +

متبنیت کی رسم ب - اتخاذ ولد - یعنی بیٹا بنانا - اس سے معلوم ہوتا ہے - کہ ان کے ہاں اولاد نہ تھی نیز یہ کہ عزیز مصر کی عورت کی جوانی ڈھل چکی تھی - کیونکہ اتخاذ ولد کا خیال عموماً شادی سے دس بارہ سال بعد پیدا ہوا کرتا ہے - جب کہ جانبین کو اپنے ہاں اولاد کی اُمید نہیں رہا کرتی ہے -

رسم متبنیت سے لوگ سمجھتے ہیں - کہ وہ اولاد کی کمی کے نقص کو دُور کر لیتے ہیں - مگر یہ غلط فہمی ہے -

متبنیت قدرت کے ساتھ گستاخی اوّل تو متبنیت قدرت ربانیہ کے مقابلہ میں ایک گستاخانہ فعل ہے - یعنی جو شخص کسی دوسرے کا بیٹا لیکر اُسے اپنا بناتا ہے - وہ قدرت ربانی کو منہ چڑاتا ہے - کہ دیکھ - اگر تو نے مجھے بیٹا نہیں دیا تو کیا ہوا - میں نے تو بیٹا لے ہی لیا -

متبنیت کا کڑوا پھل دوم - متبنی گری کے شروع میں متبنیت کرنے والوں کے خیالات خواہ کیسے ہی صاف اور مستحکم ہوں - لیکن جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے ان جھوٹ کے والدین اور فرزندیں نفاق و شقاق میں ترقی ہوتی جاتی ہے وہ رسم جو ایک دن خوشی خوشی منائی گئی تھی - بالآخر وہ نہایت کڑوا پھل ثابت ہوتی ہے - وہ کڑوا پھل حلق میں جاکر اٹک جاتا ہے نہ نیچے رکھا جائے - نہ باہر تھوکا جائے - خود اسی واقعہ کو دیکھو - کہ عزیز اور اُس کی عورت

عورت کی بدنیتی اصل و نقل کا فرق حضرت یوسفؑ کی نسبت یہ بات چیت کرتے ہیں کہ "ہم اُسے بیٹا بنالیں گے" لیکن چند سال کے بعد جب حضرت یوسفؑ کی جوانی بھر جاتی ہے - تو کیا ہوتا ہے کہ وہی عورت یوسف صدیقؑ پر مرنے لگتی ہے - اصلیت یا بناوٹ میں یہی تو فرق ہوتا ہے - دیکھو حقیقی ماں اپنے پیٹ کے بچے پر کبھی ناپاک تعشق کر سکتی ہے -

موسیٰ علیہ السلام اور تبنیت | حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرگذشت میں بھی ایسی ہی مثال ملتی ہے۔ فرعون کی بیوی نے بھی فرعون سے انہی الفاظ میں (جو عزیز مصر کے الفاظ اپنی عورت سے ہیں) کہا تھا۔ عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَہٗ وَلَدًا۔ مگر نتیجہ یہ تھا۔ کہ وہی بچہ موسےٰ علیہ السلام اُن کو غرق و ہلاک و تباہ کرنے کا سبب ٹھیرایا گیا۔ پس تبنیت خواہ عورت کے انتخاب پر ہوئی ہو۔ یا مرد کی رائے پر۔ نتیجہ یکساں ہے۔

کافروں کی رسم | کہ تبنیت کرنے والوں کو آخر میں سخت مایوسی و محرومی دیکھنی پڑتی ہے۔ یاد رکھو کہ تبنیت کافروں کی رسم ہے۔ اور شرع میں حرام ہے۔

فصل یوسف علیہ السلام کے مصر پہنچنے کا راز

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۭ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور یوں۔ ہم نے یوسف ؑ کو ملک مصر میں تمکنت دی۔ اور اس لئے بھی کہ ہم اُسے احادیث کی تاویل سکھلائیں۔ اور خدا تو اپنے کام پر غالب ہے۔ مگر بہت لوگ ہیں۔ جو اسے نہیں سمجھتے۔

کَذٰلِکَ۔ کا ارشاد سابقہ واقعات پر ہے یعنی بھائیوں کے ہاتھوں قتل سے بچایا۔ قافلہ کو اُن کی محبت نہ دی۔ اور اُن کے ذریعہ اُن کو مصر پہنچایا۔ اور مصر پہنچانے کے بعد صاحب خانہ کے دل میں اُن کی توقیر ڈال دی۔

مَکَّنَّا۔ مَکَّنَ الشیٔ۔ قوی و مضبوط بنایا۔ مُکنت قوۃ۔ مقدرت۔ طاقت +
مَکَنٌ۔ پرندہ کا انڈے جمع کرنا۔ حدیث پاک میں ہے اَقِرُّوا الطَّیْرَ عَلٰی مَکَنَاتِھَا

(پرندوں کو انڈوں پر سے مت اٹھاؤ) ۔

خلافت راشدہ اور تمکین اللہ تعالیٰ نے خلافت راشدہ کی صفت و شناخت میں فرمایا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ (اُن کے لئے اللہ تعالےٰ اپنے پسند کردہ دین کو قوۃ اور طاقت اور جامعیت دیگا) ۔

یوسف کو گھر کا مختار بنایا بائیبل ۴۱/۴۰ پ سے واضح ہے ۔ کہ فوطیفار نے یوسف علیہ السلام کو اپنے تمام گھر اور جائداد کا مختار مطلق کر دیا تھا ۔ اور خدا نے اُن کی وجہ سے اُس کے ہر ایک کام میں برکت بخشی تھی ۔

آیت کا مطلب یہ ہے ۔ کہ چاہ میں گرایا جانا ۔ خرید و فروخت یہ تو سب ظاہری اسباب تھے ۔ تقدیر الٰہی یہ تھی ۔ کہ یوسف علیہ السلام کے لئے مصر میں قوت و غلبہ حاصل ہو ۔ اُن کے لئے تاویل احادیث کے زرّین مواقع مہیا کئے جائیں ۔ اس کے لئے تدابیر بظاہر ایسی بنائی گئیں ۔

اللہ تعالےٰ کے عجیب کام یاد رکھنے کا سبق یہ ہے ۔ کہ اللہ تعالےٰ کے عجیب کام ہیں ۔ اور وہ اپنی تدابیر پر خوب غالب ہے ۔ لوگ جو قدرت اور حکمت الٰہیہ سے واقف نہیں ۔ جن کی نگاہ اسباب و تدابیر انسانی کے دائرہ کے اندر اندر محدود ہے ۔ وہ ایسی حکمتوں کو نہیں پا سکتے ۔

ہر آنچہ بسوئے ساحراں نمائد رُخ — عصا نمود بدست کلیم ثعبانی
بشاہ خواب نماید کہ یوسف صدیق — عزیز مصر شود مشتہر بہ زندانی

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝

جب وہ اپنی پوری طاقت کو پہنچ گیا ۔ تب ہم نے اُسے حکم اور علم عطا فرمایا ۔ اور ہم اسی طرح احسان کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں ۔

أَشُدَّهُ ۔ شدت کے معنی قوت ہیں اور بَلَغَ أَشُدَّهُ سے مراد جوانی لی جاتی ہے

یعنی وہ عمر جب نشوونما کا کمال ہو جائے۔

یوسف کی جوانی کے متعلق چند اقوال

مفسرین کے اقوال اس بارہ میں مختلف ہیں۔ کہ یوسف علیہ السلام اپنی عمر کے کس سن وسال میں جوانی کی پوری طاقت کو پہنچ گئے تھے۔ سعید بن جبیرؓ نے ۱۸ سال۔ ضحاک نے ۲۰۔ عکرمہ نے ۲۵۔ سُدی نے ۳۰۔ مجاہد وقتادہ نے ۳۳۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ۳۵۔ حسن بصریؒ نے ۴۰ سال بیان کئے ہیں۔ سعید بن جبیر وضحاک کے اقوال اس لئے راجح ہیں۔ کہ یوسف علیہ السلام کا قیام اُس عورت کے گھر میں ۲۳ سال کی عمر تک رہا تھا۔ اور اُس کی داستان کا آغاز حضور کی جوانی کے بعد کا ہے۔ اگرچہ نبوۃ کے لئے ۴۰ سال کی عمر زیادہ موزون و انسب ہے۔

اسلام میں بلوغ کو تعداد سال کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا

یہ بحث تو یوسف صدیق کے سن وسال جوانی اور اُس کے بعد عطاء نبوت کے متعلق تھی۔ لیکن ہادیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بلوغ مرد وزن کی بابت کسی سنہ یا سال کی تعیین کسی روایت صحیحہ میں نہیں پائی جاتی۔ اور فی الحقیقت اُس دین کے لئے جو جملہ طبقات عالم۔ اور ہر ایک براعظم کے لئے ہو سال کا تعین کرنا مناسب ہی نہ تھا۔ روس کے شمال میں مرد ۳۰ سال کی عمر میں بالغ ہوتا ہے۔ جب کہ سوڈان میں ۱۲ سال کے مرد کا صاحب اولاد بن جانا مستبعد نہیں۔ اسی لئے علماء فقہ نے حُلم وغیرہ کو علامتِ بلوغ قرار دیا ہے۔

آتَيْنَاهُ۔ اعطا و ایتا دونوں کے معنی "دینے" کے ہیں۔ مگر استعمال میں فرق ہے۔ کہ اعطاء کسی مادی اور مجسم شے کے دینے پر بولا جاتا ہے۔ اور ایتاء کا غیر مادی وغیر جسمانی شے پر اطلاق ہوتا ہے۔ اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ اور لَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ پر غور کرو۔ کوثر

ایتاء و اعطاء میں فرق

جسمانی شے ہے۔ اور سبع مثانی غیر جسمانی شے۔ آیت زیر تفسیر میں چونکہ حکم اور علم دیئے جانے کا ذکر تھا۔ اسلئے اُسے ایتاء کے ساتھ بیان فرمایا۔

کَذٰلِکَ ۔ آیت گذشتہ میں واقعات ماضیہ پر اشارہ تھا۔ آیت ہذا میں بتایا گیا ہے۔ کہ افعال الٰہی کا یہ سلسلہ اسی طرح بحق یوسف صدیق جاری رہیگا

مُحْسِنِیْنَ ۔ احسان سے ہے۔ احسان کے معنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو یہ تبلائے تھے۔ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ ۔ فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ ۔ خدا کی عبادت اس طرح کرنا۔ گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے۔ اور اگر تو اُسے دیکھ نہیں رہا۔ تو وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے، یہ تو شرعی معنی ہوئے۔ لغوی معنی نیکی کرنا۔ سلوک کرنا ہیں۔ یوسف صدیق ہر دو معانی کے اعتبار سے محسن تھے۔

احسان کے معنی شرعی

احسان کے معنی لغوی

فصل امراۃ العزیز کا ہیجان۔ یوسف صدیق کا کمال عصمت

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَکَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ	اور اُس عورت نے جس کے گھر میں یوسف رہتا تھا۔ اُس کو بار بار پھسلایا۔ اور سب دروازوں کو اچھی طرح بند کر کے بولی آؤ۔ اپنا کام کرو۔ یوسف نے کہا۔ پناہ بخدا۔ میرے رب نے تو میرا مقام پاک بنایا ہے۔ اور ظلم کرنے والے تو کبھی فلاح نہیں پاتے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۝

عورت اپنی بات کر رہی۔ اور یوسف اپنے جواب بات پر رہا۔ اگر یوسف نے برہان رب کو نہ دیکھا ہوتا (تو کچھ کا کچھ ہو جاتا) ایسا ہی ہوا۔ تاکہ ہم یوسف سے بدی کو اور بیحیائی کو دور ہی رکھیں۔ یوسف تو ہمارے مخلص بندوں میں سے ہے۔

رَاوَدَتْهُ۔ (رَادَ یَرُوْدُ رَوْدًا) طلب کرنا۔ رَادَ الْمَرْاَۃُ رَوْدًا عورت نے چکر لگائے۔

رَاوَدَهٗ۔ اس سے فریب کھیلا۔

رَاوَدَ عَنْ نَفْسِهٖ۔ اس سے فعل منکر چاہا۔

رَوْدَۃٌ۔ پھسلاوٹ میں برابر لگے رہنا۔ بائیبل میں ہے۔ کہ وہ عورت یوسف کو ہمیشہ ہم بستری کے لئے کہا کرتی تھی۔

اَلَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا۔ سے مراد وہی امراۃ العزیز ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ہے۔ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْاٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ۔ قرآن مجید نے یہاں عورت کا نام نہیں لیا۔ بلکہ عَلَم (امراۃ العزیز) بھی ترک کر دیا۔ اور اس طرز بیان سے اللہ تعالیٰ نے اس عورت پر بھی احسان فرمایا۔ اور اس کی پردہ پوشی کی۔

یہ سبق ہے۔ کہ اگر کسی شخص کے کسی فعل بد کا ذکر ضروری بھی ہو جائے۔ پھر بھی جہاں تک ممکن ہو۔ کنایہ وغیرہ سے کام نکالے۔

(ب) اس طرز بیان سے اللہ تعالےٰ نے یوسف علیہ السلام پر بھی احسان فرمایا۔

اس طرز بیان سے یوسف پر احسان

کیونکہ اَلَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا سے ثابت ہوا کہ یوسف علیہ السلام

اُس عورت کے تحت اقتدار و اختیار رہتے۔ اور سخت مشکل یہ تھی۔ کہ اُن کی رہائش عورت ہی کے گھر میں رکھی گئی تھی۔ ایسی حالت میں بچنا خاصانِ خدا ہی کا کام ہوتا ہے۔ اس جگہ حدیث ذیل کا درج کرنا موزون ہے۔

صحیح بخاری کتاب المحاربین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ	(۱) امام عادل۔ (۲) جوان جس نے
يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ۔ إِمَامٌ عَادِلٌ	عبادت الٰہی میں پرورش پائی ہو۔
وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ	(۳) وہ جس کا دل مسجد سے نکلتے
وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ	وقت مسجد ہی میں لگا رہتا ہے۔
إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتَّى يَعُودَ وَرَجُلَانِ	جب تک کہ پھر مسجد میں پہنچے (۴) وہ
تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا	دو شخص جن میں للّٰہی محبت ہے۔ اسی پر
عَلَيْهِ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ	مل کر بیٹھتے ہیں۔ اور اسی محبت کو لئے ہوئے
فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا أَنْفَقَتْ	جُدا ہوتے ہیں (۵) وہ شخص جو صدقہ دے
يَمِينُهُ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ	اور چھپائے حتیٰ کہ بایاں ہاتھ نہ جانے کہ
مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللهَ	دہنے ہاتھ نے کیا دیا۔ (۶) وہ شخص جسے
وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ	منصب اور جمال والی عورت اپنی جانب

بلائے اور وہ کہدے۔ کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں (۷) وہ شخص جسے تنہائی میں خدا یاد آئے۔ اور اُس کی آنکھیں ڈبڈبا آتی ہوں[1]۔

---

[1] حدیث میں جو ہفت گانہ اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ ان میں سے پانچ صفات اس قصہ میں سے یوسف علیہ السلام پر صادق آتی ہیں (۱) وہ عادل تھے۔ کیونکہ اُنھوں نے زنا کو ظلم بتلایا۔ اور ظالمین کو فلاح سے محروم بتایا۔ (۲) وہ تنہائی میں خدا کو یاد کرنے والے تھے۔ معاذ اللہ اُنھوں نے ایسے ہے وقت کہا۔ جب کوئی نہ تھا۔ (۳) وہ جوانی میں عبادت الٰہی کرنیوالے تھے (۴) اُنھوں نے ایسی عورت کی بات کا انکار کیا۔ جو صاحب جمال و مال ہونے کے علاوہ صاحب اقتدار بھی تھی (۵) اُنھوں نے غریب بھائیوں کو غلہ کی قیمت کا روپیہ واپس کر دیا۔ اور کبھی نہ جتایا۔ کہ یہ فعل اُن کا تھا۔ ۱۲

غَلَّقَتْ - اس لفظ سے ظاہر ہوتا ہے - کہ دروازوں کے بند کرنے کا کام عورت نے خود کیا تھا - اور دروازے بند کرنے میں پوری احتیاط و اہتمام کیا تھا -

اَلْاَبْوَاب - معلوم ہوتا ہے - کہ عورت نے جس جگہ یوسف علیہ السلام کو لیجا کر اُن سے چھیڑ چھاڑ شروع کی تھی - وہ مکان در مکان بہت اندر تھا - عموماً فُسّاق لوگ ارتکاب فحش کے لئے ایسی ہی تجاویز کیا کرتے ہیں - کوئی رات کی اندھیاری - کوئی موسم گرما کی دوپہر - کوئی مکان کا اندرونی حصّہ - کوئی بالاخانہ - کوئی پیچ در پیچ کوچہ کا انتہائی مکان - کوئی صحرا - کوئی پارک - کوئی رسٹورنٹ وغیرہ وغیرہ مقام کو پسند کرتا ہے - اور اپنے خیال میں سمجھ لیتا ہے - کہ اب اُس نے اپنی سیہ کاری کے چھپانے کا پورا سامان کرلیا - لیکن بدبو پھوٹ پڑتی ہے - اور اُن کی سیہ درونی کا عکس اُن کے احوال و اقوال و افعال پر ایسا پڑتا ہے - کہ سب کو اُن کے شیطانی حالات کا علم ہو جاتا ہے -

فاسق لوگ اپنے افعال کے چھپانے میں کیا کیا کرتے ہیں

ہَیْتَ لَکَ - صحیح بخاری کتاب التفسیر میں ہے - کہ عکرمہ کا قول ہے - کہ ہَیْتَ لَکَ - حورانی زبان کا لفظ ہے - اور اُس کے معنے ھَلُمَّ ہیں سعید بن جُبیرؓ کا قول ہے - کہ اس کے معنی تعال ہیں -

مَعَاذَ اللّٰہ - یعنی میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں - اس بُرے فعل سے وہی مجھے بچائیگا - معاذ مصدر ہے - اس کے ساتھ اس کے فعل کا استعمال نہیں ہوتا -

اِنَّہٗ رَبِّیْ - اِنَّہٗ کی ضمیر اللہ کی طرف ہے - جو معاذ اللہ میں موجود ہے بعض نے لکھ دیا - کہ انہٗ ربّی سے مراد شوہر زن ہے - مگر اُس کا تو کوئی ذکر پہلے سے موجود نہیں - مجاہد اور سُدی اور ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے - کہ یہ بات بالکل بعید از فہم ہے - کہ اللہ کا نبی یوسف صدیق ایک

انہٗ ربّی کی ضمیر

دُنیاوی افسر کو (جو فی الواقع اُن کا آقا بھی نہ تھا۔ کیونکہ یوسف صدیق حقیقتہً غلام بھی نہ تھے) لفظ ربی کہہ کر یاد کریں۔ (فتح البیان ج ۵ ص ۲۰۰)۔

خواہ اُس زمانہ کے لوگ اپنے آقاؤں کو ربی کہہ کر بُلاتے بھی ہوں۔ پس صحیح یہی ہے۔ کہ انّہٗ کی ضمیر اللہ کی طرف ہے۔ یا اسے ضمیر شان کہہ سکتے ہیں۔

مثوی ۔ مقام (کتاب التفسیر صحیح بُخاری)۔

زانی ظالم ہے | **اَلظّٰلِمُوْنَ** ۔ یوسف صدیق نے اس جگہ زانی کو ظالم بتلایا ہے وجوہات پر غور کرو۔

الف ۔ زنا ظلم برخود بھی ہے۔

زنا ظلم برخود ہے | زانی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ کیونکہ زنا سے اخلاق۔ اور روپیہ اور خون تباہ وخراب اور فاسد ہو جاتے ہیں۔

پیدا ہونے والی نسل کا ذخیرہ ضائع جاتا ہے۔

زنا ظلم برخاندان | ب ۔ زنا اپنے خاندان پر بھی ظلم ہے۔

کیونکہ۔ جو شخص زنا کرتا ہے۔ وہ اپنے خاندان کے لئے ایک نمونہ قائم کرتا ہے۔ وہ اپنے گھر تک ایک سڑک بناتا ہے جس سڑک سے زنا بآسانی اُس کے گھر میں داخل ہو جائیگا۔ تجربہ اور مشاہدہ ایسی ہزاروں مثالیں ناظرین کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ انّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَسَاءَ سَبِیْلاً

زنا ظلم بر زانیہ | ج ۔ زنا زانیہ پر بھی ظلم ہے۔

کیونکہ جب عورت ایک بار زنا میں آلودہ ہو جاتی ہے۔ تو اُس کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں۔ پھر وہ وقاحت و بے حیائی میں روز افزوں بڑھتی جاتی ہے

زنا کے زانیہ پر ظلم | (د) زنا عورت کے اقربا پر بھی ظلم ہے۔

کیونکہ سب کو ایسی ندامت دامن گیر ہوتی ہے۔ جس کی کوفت اور صدمہ

اُن کے دل پر ہمیشہ رہتا ہے۔

زنا شوہر عورت پر ظلم

(۸) زنا عورت کے شوہر پر بھی ظلم ہے۔

بننے والے شوہر پر اس لئے ظلم ہے۔ کہ جس اعتماد پر اُس نے شادی کی۔ اُس میں دھوکا دیا گیا۔ اور شوہر موجودہ پر اس لئے ظلم ہے۔ کہ اُس کے واحد حق میں مداخلت کی گئی۔ اُس کی رسوائی کی گئی۔ اُس کے مال کا وارث ایسے مولود کو بنایا گیا۔ جسے استحقاق وراثت حاصل نہ تھا۔

زنا مولود پر ظلم

(۹) زنا پیدا ہونے والے بچّہ پر بھی ظلم ہے۔

کیونکہ یا تو ایسے بچّہ کو ضائع کیا جاتا ہے۔

یا اُس کی تربیت صحیح نہیں ہوتی۔

اور یہ تو لازمی ہے۔ کہ اُس کی زندگی کو ہمیشہ کے لئے ننگ و عار کی زندگی بنایا جاتا ہے۔

زنا ملک و قوم پر ظلم

(۱۰) زنا ملک اور قوم پر بھی ظلم ہے۔

نسلیں محفوظ نہیں رہتی ہیں۔ وہ اوصاف و خصائل جو خصوصیّات خاندان ہوتے ہیں نیز صحت عامہ تباہ ہو جاتی ہے۔ اوصاف قومی گم ہو جاتے ہیں۔ زنا کے جراثیم گنہگار والدین سے اُن کی آئندہ اولاد میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ اور ان سب امور کا دائمی نقصان قوم کو اور پھر مُلک کو اُٹھانا پڑتا ہے غور کرو۔ کہ ایک لفظ ظالم کی تحت میں یوسف علیہ السلام نے زنا کی ان تمام برائیوں کو کیسی خوبی سے بیان فرما دیا ہے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا ۔ آدھی جیسے شخص ایسے بھی گزرے ہیں۔ جنہوں نے اِس آیت کی تحت میں ایسی باتیں لکھ دی ہیں۔ جو عقل و شرع اور اصول قرآن مجید سے

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا عقل و شرع و قرآن کے خلاف ہیں معنی

بالکل مخالف ہیں۔ اُن کا ذکر کرنا بھی جائز نہیں۔

بے سروپا روایتیں

پھر بعض لوگوں نے اُن باتوں کے عمل و فعل میں نہ آنے کی وجہ کی بابت لکھ دیا۔ کہ یوسف علیہ السلام کے سامنے فلاں فلاں امور منجانب قدرت ظاہر ہوئے تھے۔ یہ سب باتیں بالکل بے سروپا۔ اور واہی ہیں۔

روایتوں میں باہمی تضاد

محدثانہ اصول کے مطابق اُن کی صحت کبھی بھی تسلیم نہیں کی گئی۔ اور ان میں اس قدر تضاد و تناقض باہمی موجود ہے۔ کہ اُن کی تطبیق بھی نہیں ہوسکتی۔

اگر ان روایات کی بُطلان کا ظاہر کرنا ضروری نہ ہوتا۔ تو ہم ان کا ذکر اتنا بھی نہ کرتے۔ تنقید سے یہ معلوم ہوجاتا ہے۔ کہ یہ سب روایات ابن کعب قرظی تک پہنچتی ہیں۔ اور وہ ایک غیر معتبر شخص ہے"

خیر اب تفسیر کی طرف آئیے۔

علامہ ابن حزمؒ کی تفسیر

علامہ ابن حزمؒ کی (المتوفی ۴۵۶ھ) نے کتاب الفصل جلد چہارم صلا پر تحریر کیا ہے۔ کہ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ پر جملہ ختم ہوجاتا ہے۔ اور دوسرا جملہ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ہے۔

فخر رازی کی تفسیر

فخر رازیؒ (المتوفی سنہ) نے بھی تفسیر کبیر میں زیادہ تر اسی معنی کی تائید کی ہے۔ بس آیت کا ترجمہ یہ ہُوا۔

عورت نے اُس کا قصد کر ہی لیا تھا۔ وہ بھی قصد کر لیتا۔ اگر برہان کو نہ دیکھ پاتا"

ابو حاتم اور ابو عبیدہ کی روایت

ابو حاتم کہتے ہیں۔ کہ غریب القرآن کی تعلیم کے وقت اُن کو علامہ ابو عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہی معنی بتلائے تھے۔

قاضی بیضاوی کے اعتراض کا جواب فخر رازیؒ

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں۔ کہ لَوْلَا کی شرط

پہلے نہیں آتی۔ لیکن فخر رازیؒ نے اس کی صحت کا ثبوت قرآن مجید سے پیش کر دیا ہے۔

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فٰرِغًا اِنْ کَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِهَا (قصص ع ۱)

اس آیت میں کَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ کی شرط بعد میں واقع ہوئی ہے۔ یہ معنی عمدہ ہیں۔ اور صحیح ہیں۔ اور یوسف صدیق کی شان عالی کے موافق ہیں۔

اگر اب بھی لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ کے جملہ کو علیحدہ رکھنا ہو۔

ایسا اور معنی | اور وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا کو علیحدہ۔ تب ایک اور معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ میری فہم کے موافق ہیں۔ اور اگر یہ غلط ہیں تو مجھے بھی اس کے غلط ہونے کا اقرار کرنے میں ذرا تامل نہ ہوگا۔ نعوذ باللہ۔

تفسیر بالرائی سے اجتناب | کہ تفسیر بالرائی کی حمایت کی جائے۔

بِہٖ اور بِہَا کے مرجع ضمائر | واضح ہو۔ کہ جس قدر معانی بیان کئے گئے ہیں۔ اُن میں هَمَّتْ بِهٖ میں بِهٖ کا مرجع یوسف علیہ السلام کو۔ اور هَمَّ بِهَا میں بِهَا کا مرجع اُس عورت کو بتلایا گیا ہے۔ لیکن ہر دو ضمائر کے لئے قریب تر مرجع اور بھی مل سکتے ہیں۔ اور علم فصاحت و بلاغت کی رُو سے ضمائر کا قریب تر مرجع کی جانب لے جانا زیادہ صحیح اور زیادہ موزون سمجھا جاتا ہے۔ اس اصول کے مطابق هَمَّتْ بِهٖ میں ضمیر بِهٖ کا مرجع عورت کا قول هَیْتَ لَكَ ہے۔ اور هَمَّ بِهَا میں ضمیر بِهَا کا مرجع یوسف علیہ السلام کے اقوال سہ گانہ ہیں۔ اور وہ اقوال یہ ہیں۔ (۱) مَعَاذَ اللّٰهِ۔ (۲) اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ۔ (۳) اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۔

لفظ ھمّ کے معنی

لفظ ھَمَّ کے معنی لغوی صاحب کشّاف نے قصد اور عزم لکھے ہیں۔
اور عزم کے معنی اشتدادِ طلب ہیں۔ احمد بن یحییٰ ثعلب نے جو لغت و نحو کے مشہور امام ہیں۔ ھَمَّتْ کے معنی اسی لئے وَ کَانَتْ مُصِرَّۃً[1] بتلائے ہیں۔
اب آیت کا ترجمہ یہ ہُوا۔

"وہ عورت اپنی بات پر اصرار کرتی رہی۔ اور یوسفؑ اپنے جوابات پر اصرار کرتے رہے"

یہ معنی بالکل صاف ہیں۔ اور ایک دل باختہ عورت اور ایک تقویٰ پرور نبی اللہ کی شانِ رفیع پر بھی بالکل چسپاں ہیں۔

ضمیر کا جملہ کی جانب ہونا

ضمیر کا مرجع کسی قول یا جملہ کو ٹھہرانا کثرت سے متداول ہے دیکھو اسی سورۃ میں آتا ہے۔ اِنْ سَرَقَ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ فَاَسَرَّھَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِہٖ وَلَمْ یُبْدِھَا لَھُمْ۔

نظم قرآنی پر غور و تدبر

معنی ہذا کی توثیق اُس وقت ہو جاتی ہے۔ جب نظم قرآنی پر تدبّر و تفکر کیا جائے۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ آیت وَلَقَدْ ھَمَّتْ بِہٖ وَھَمَّ بِھَا بعد میں واقع ہوئی ہے۔ اور اس سے پیشتر آیات قَالَتْ ھَیْتَ لَکَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ اِنَّہٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ آچکی ہیں۔ اس ترتیب کلام پر غور کرنے سے یہ واضح ہو جائیگا۔ کہ ھَمَّتْ کے معنی عورت کا صرف ارادہ اور خواہش دلی ہی نہیں۔ کیونکہ اُس عورت کے تو بہت سے افعال (جو خواہش اور ارادہ سے افزوں تر ہیں) وَرَاوَدَتْہُ (۲) وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ۔ (۳) اور قول ھَیْتَ لَکَ کی تحت میں نمایاں و آشکار ہو چکے۔ ایسے اور اس قدر افعال کے صدور کے بعد اب ھَمَّتْ مذکورہ کو صرف بمعنی خواہش و ارادہ لانے کا محل کونسا باقی تھا۔ علی ہذا صدیق علیہ السلام

[1] عورت اپنی بات پر اصرار کرتی رہی۔ ۱۲

کے حق میں بھی ھَمَّ بمعنی خواہش وارادہ یا میلان طبعی اس لئے نہیں ہو سکتے کہ وہ تو نہایت مکمل وعظ زنا کی بُرائی اور عظمتِ الٰہی پر فرما چکے ہیں۔ اور خود کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں لے جا چکے ہیں۔

ہاں اگر آیت یوں ہوتی۔ کہ غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَھَمَّتْ بِہٖ وَھَمَّ بِھَا وَقَالَتْ ھَیْتَ لَکَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ الخ تب یہ معنی جو عام طور پر بیان کئے جاتے ہیں زیادہ چسپاں ہو سکتے۔ غور کرو۔ کہ عورت تو خواہش کا اظہار بھی کر چکی اور نبی اللہ اُسے رد بھی فرما چکے۔ اب عورت کے ارادہ کے ذکر کا کونسا محل رہ گیا تھا۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ اس مقام پر نظم قرآنی پر پورا تدبر کرنا نہایت ضروری ہے۔ نظم قرآنی۔ اور لغت عربی۔ اور شانِ نبوت کے لائق ترجمہ موجود ہے۔ کہ عورت اپنے قول پر اڑی رہی۔ اور یوسف علیہ السلام اپنے اقوال پر قائم رہے۔

لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْھَانَ رَبِّہٖ ۔ اگر وہ اپنے رب کی بُرہان کو نہ دیکھ لیتا۔

بُرہان ۔ دلیل وحجت اِس کا اطلاق مادّی وغیر مادی ہر دو اقسام پر آیا ہے۔ قرآن مجید میں عصائے موسیٰ ویدِ موسیٰ دونوں کو بُرہان فرمایا گیا ہے۔ اور حدیث میں ہے اَلصَّدَقَۃُ بُرْھَانٌ۔

بُرہان کا اطلاق مادی وغیر مادی دونوں پر ہے

جب فقرہ لَوْلَآ اَنْ سے شروع ہوتا ہے۔ تو اس کا جواب محذوف ہے، اور یہ بلاغت کلام ہے۔ کہ جواب کو محذوف رکھا کیونکہ اُس کا وجود کوئی نہ تھا۔

لَوْلَا کا جواب محذوف ہونا مل جاتا ہے

قرآن مجید میں دوسری مقام پر بھی لَوْلَا کا جواب محذوف ہونا مل جاتا، اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ وَاَنَّ اللّٰہَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ترجمہ یہ ہے۔ کہ جو لوگ ایمان والوں میں گندی باتوں کی اشاعت

پسند کرتے ہیں۔ اُن کے لئے دنیا و آخرت میں عذاب ہے۔ اللہ اُن کو جانتا ہے۔ تم نہیں جانتے۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل نہ ہوتا۔ تب ..... اور اللہ تو رؤف رحیم ہے دیکھو یہاں خبر محذوف سے جواب مکمل بنے گا۔

برہان کے متعلق کعب قرظی کے روایات کا واہی ہونا۔ واضح ہو کہ بُرہان رب کی تفسیر میں ابن کعب قرظی کی روایات میں جتنی باتیں بتائی گئی ہیں۔ صورتِ یعقوبؑ۔ یا صورتِ جبریلؑ۔ یا کوئی اور ندا۔ یا آیات قرآنیہ میں سے کسی آیت کا دیوار پر۔ یا چھت پر لکھا جانا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب روایات اصول محدثانہ کے اعتبار سے واہی اور بے بنیاد ہیں۔ اور صحیح قول امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ بُرہان رب سے مراد نبوت ہے۔

ابن حزم اور معنی برہان میرے فہم میں یوسف علیہ السلام کے گزشتہ وعظ کو بھی جو زنا کی بُرائی پر اُنھوں نے فرمایا۔ برہان رب کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ انبیاء کی تعلیم و تلقین منجانب اللہ تعالےٰ ہوتی ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وعظ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ (یہ ہمارے دلائل تھے۔ جو ہم نے ابراہیم کو دیئے تھے)۔

اب مطلب آیت لَوْلَا أَنْ رَأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ کا یہ ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے سمجھایا ہے۔ کہ موقعہ کی نزاکت۔ عورت کی جو صاحب مال و جمال تھی۔ درخواست اُس درخواست پر اصرار۔ اور تحکم۔ یوسف علیہ السلام کی محکومی۔ بھرپور جوانی۔ شادی شُدہ نہ ہونا۔ بے وطن ہونا۔ یہ ایسے حالات جمع ہو گئے تھے۔ جن پر غالب آنا کسی معمولی مرد کا کام نہ تھا۔ وہ فضل الٰہی جو شامل حال انبیاء علیہم السلام ہوتا ہے۔ وہ عصمت نبوّت جو ارادۂ کبائر کو دل میں جانشین ہونے نہیں دیتی ہے۔ اپنا کام کر گئی۔ اور خدا کا نبی ہر ایک مرحلہ سے پاک و صاف نکل گیا۔

کیونکہ برہان رب اُن کی رہ نما تھی۔

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ

ایسا ہی ہوا۔ تاکہ ہم برائی اور بے حیائی کو یوسفؑ سے دور رکھیں یوسفؑ تو ہمارے پاکیزہ بندوں میں سے تھا۔

سوء و فحشاء کا فرق — سُوْءٌ۔ سَاءَ۔ یَسُوْءُ۔ سَوْءٌ سے۔ اسم ہے۔ بُری کام بُری عادت۔ آفت عیب وغیرہ۔

عِبَادِنَا ۔ ہمارے بندے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا بہت پیارا لفظ ہے۔ عزت بخشی کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ اسی لقب سے اپنے برگزیدہ خاص بندوں کو یاد فرمایا کرتا ہے۔ سیدنا و مولانا محمد النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفیعہ کا خیال کرو۔ اور پھر حضور کے مقاماتِ عالیہ میں سے معراج کو یاد کرو۔ جس پر یہ مصرعہ نہایت صداقت سے صادق آتا ہے۔ بمقامے کہ رسیدی نرسد ہیچ نبی۔ ذکر معراج میں یہ الفاظ ہیں۔ سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ (پاک ہے وہ مالک جس نے شبا شب اپنے بندہ کو سیر کرائی)۔ دیکھو یہاں سب سے بہترین مقام کے بیان میں حضور صلعم کو لفظ عبد سے یاد و ممتاز فرمایا ہے۔

لفظ عبد اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت کا خطاب ہے معراج اور لفظ عبد

تو عبد خواندہ شدی در موزدان دانست — کہ برترست عبودیت از سلیمانی

آیت زیر تفسیر میں یوسف صدیق کو بھی اسی معزز اور پیارے خطاب سے یاد فرمایا ہے جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اس ہفت خوان نفسانی پر فتح پانے میں جو امور جلیل اُنہوں نے کئے تھے۔ وہ اللہ تعالےٰ کی کمال خوشنودی کا موجب ہوئے۔

مُخْلَصِيْنَ ۔ اخلاص سے ہے۔ خلص لغت میں کسی چیز کو دوسری چیز کی

اخلاص کے لغوی معنی آمیزش سے پاک صاف کرنے کو کہتے ہیں۔

اخلاص کے شرعی معنی اصطلاح شرعیہ میں دل کو غیر اللہ سے خالی کرنے کا نام اخلاص ہے۔

یہ یاد رہے۔ کہ اخلاص کے قریب صدق بھی ہے۔ مگر ان دونوں میں فرق یہ ہے۔

صدق و اخلاص میں فرق کہ اخلاص مطلوب کا عدم انقسام ہے یعنی مطلوب واحد ہو۔ صدق۔ طلب کا عدم انقسام ہے۔ یعنی طلب واحد ہو۔

صدق و اخلاص میں ترتیب صدق کے درجہ پر انسان بعد از اخلاص فائز ہوتا ہے۔ لیکن اخلاص کے بغیر صدق حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔

قرآن مجید میں اخلاص کی تاکید اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اخلاص کی نہایت تاکید فرمائی ہے۔ فرمایا اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ۔

ہم نے کتاب کو تجھ پر راستی کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔ پس تو اللہ کی عبادت اخلاص کے ساتھ بالکل اُسی کا بن کر ادا کیا کر۔

فرمایا اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (یاد رکھو یہ خدا ہی کی شان ہے۔ کہ دین اُسی کے لئے ہو۔

خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ احسن عمل وہ ہے جو خلص و اصوب ہو۔ فرمایا۔ اگر عمل خالص تو ہُوا۔ مگر اصوب نہ ہُوا۔ تب بھی قبول نہ ہوگا۔ اگر اصوب ہُوا۔ اور خالص نہ ہُوا۔ تب بھی قبول نہ ہوگا۔

پھر بتلایا۔ کہ خالص کے معنی یہ ہیں۔ کہ صرف خدا کے لئے ہو۔ اور اصوب کے معنی یہ ہیں۔ کہ سنت نبویہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کے مطابق ہو۔

اخلاص پر حدیث قدسی حدیث قدسی میں ہے۔ (یہ حدیث سند کے لحاظ سے بھی صحیح ہے)

اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَاءِ عَنِ الشِّرْکِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَکَ فِیْہِ مِنْ غَیْرِیْ فَھُوَ لِلَّذِیْ اَشْرَکَ بِہٖ [1]

---

[1] میں ہر ایک ساجھی بن کر کام کرنے والوں کے اندر سب سے زیادہ شرک اور ساجھی پنے سے الگ ہوں۔ اگر کسی شخص نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں اُس نے میرے سوا اور کسی کو بھی شامل کیا۔ تو وہ عمل اُس غیر کے لئے سمجھا جاویگا۔ ۱۲

الغرض جب عمل کو مخلوق کے دکھانے سُنانے سے پاک رکھا جائے۔ اور جب طاعت وعبادت میں صرف ذاتِ سبحانی ہی مقصود ہو۔ تب اُس کا نام اخلاص ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو توفیقِ اخلاص عطا فرمائے۔

یوسف علیہ السلام کے متعلق جب یہ معلوم ہوگیا۔ کہ وہ کامل الاخلاص تھے۔ تو یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ امراۃ العزیز کے واقعہ میں اُن سے کوئی بھی ایسی حرکت صادر نہیں ہوئی۔ جو اُن کے منصبِ عالیہ کے ذرا بھی خلاف ہو۔

قصہ کے ضمن میں مخلص کہنے کی بلاغت

بلاغت اور حسن دلیل

بلاغت قرآنیہ پر تدبر کرنے کے لئے یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جس طرح ایک مکان کے اندر دو جوان مرد و زن کے جمع ہونے کے بعد کے واقعات دوسروں کے لئے بالکل محجوب ومستور ہوتے ہیں۔ اسی طرح اخلاص کا معاملہ ہے۔ دونوں حالتوں کی اصلیت عالم الغیب ہی پر آشکار ہوتی ہے۔ واقعہ کا خاتمہ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ کے الفاظ پر فرمادینے سے اللہ تعالیٰ نے صدیق کی بے گناہی وبے لوثی کو بہترین دلائل سے واضح فرمادیا اس معاملہ میں بھی ان کی برئیت فرمائی۔ اور اُن کی دل اخلاص منزل کی بھی صفت فرمادی۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۭ قَالَتْ مَا جَزَاۗءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْۗءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

وہ دونوں دروازہ کو لپکے۔ عورت نے یوسف کے پیچھے سے اُن کا کُرتہ چاک کردیا۔ پھر دونوں نے عورت کے خاوند کو دروازہ کے پاس ہی دیکھ پایا۔ عورت بولی۔ جو شخص تیری بیوی سے بدکاری کا ارادہ کرے اُس کی کیا سزا؟ یا تو اُسے قید کیا جانا چاہیئے۔ یا دردناک عذاب ملنا چاہیئے۔

اِسْتَبَقَا ۔ دو شخصوں کا ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی نیت سے دوڑنا
یوسف علیہ السلام اس لئے دوڑے ۔ کہ اپنا ایمان بچائیں ۔ عورت اس لئے
دوڑی ۔ کہ پھر اُن کو اپنی ڈھب پر لانے کی سعی کرے ۔

اَلْبَاب ۔ پہلے غَلَّقَتِ الْاَبْوَاب فرمایا تھا ۔ یہاں اَلْبَاب فرمایا ۔ معلوم ہُوا
کہ اس سے آخری دروازہ ۔ یعنی داخلہ مکان کا سب سے پہلا دروازہ مراد ہے ۔

یوسف علیہ السلام کا تیزی سے دوڑنا اگر ہم نظم قرآنی سے یہ سمجھیں ۔ کہ کُرتہ پھٹنے کا واقعہ
اس آخری دروازہ کے متصل وقوع میں آیا تھا ۔ تو اُس سے معلوم ہو سکتا ہے
کہ یوسف علیہ السلام کس تیزی سے بھاگے تھے ۔ کیونکہ اُن کو ہر دروازہ کے
کھولنے میں بھی جو بڑی احتیاط سے عورت نے بند کئے تھے ۔ خاصی دیر لگتی ہوگی
بایں ہمہ وہ سب دروازوں کو طے کرنے میں کامیاب ہو گئے ۔ صرف آخری
دروازہ کے متصل عورت اُن سے اس قدر قریب پہنچ گئی ۔ کہ وہ اُن کو تو
نہ پکڑ سکی ۔ بلکہ اُن کی قمیص عورت کے ہاتھ میں آئی ۔

اَلْفَیَا ۔ اَلْفٰی اَلْفَاءً (وَجَدَہٗ)

قَدَّتْ ۔ قَدٌّ ۔ کپڑے کا طول میں چاک ہونا ۔

قَدٌّ اور قَطٌّ میں فرق لغوی قَطٌّ ۔ کپڑے کا عرض میں چاک ہونا ۔

یہ لفظ بتلاتا ہے ۔ کہ عورت کا ہاتھ یوسف علیہ السلام کی گردن کے
قریب پڑا تھا ۔

یہ لفظ بتلاتا ہے ۔ کہ یوسف علیہ السلام پوری طاقت سے بھاگ رہے تھے
کیونکہ اگر وہ ایسے زور میں نہ ہوتے ۔ تو کپڑے کے تھام لئے جانے سے اُن کو
بھی رُک جانا پڑتا ۔ لیکن اُدھر تو یوسف صدیق پورے زور سے آگے کو جا رہے
تھے ۔ اور اُدھر عقب سے عورت نے پورے زور سے اُن کے کپڑے کو پکڑ

لیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ قمیص گریبان سے لیکر دامن تک چاک ہوتا چلا گیا۔ مگر اللہ کا صدیق نہ رُکا۔

سَیِّد ۔ اصل میں سَیْوِد تھا۔ مجھے شبہ گزرتا ہے۔ کہ یہ امراۃ العزیز غالباً لونڈی تھی۔ پھر اُس سے شادی کر لی گئی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اُسے امراۃ العزیز بھی کہا گیا۔ اور اُس کے شوہر کو۔ اُس کا سَیِّد بھی۔ لیکن لفظ زوج کا استعمال ان کے لئے نہیں کیا گیا۔ اور یہی لفظ ہے۔ جو زوجین کے تساوی و تشاکل کا مثبت ہو سکتا تھا۔

لونڈیوں سے نکاح کا جواز

لونڈیوں سے نکاح کا جواز قرآن حکیم سے ثابت ہے۔ مگر صرف اُس وقت جب کہ آزاد عورت نہ ملے۔ اور مرد کو زنا میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ۭ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَي الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۭ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (س نساء ع ۴)

لونڈیوں سے جواز نکاح کا حکم

لہ تم میں سے جسے مسلمان بی بیوں سے نکاح کا مقدور نہ ہو۔ تو وہ نکاح ایسی مسلمان عورتوں میں سے کرے۔ جو لونڈی بن کر آئی ہوں۔ اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ تم ایک دوسرے کے ہم جنس ہو ایسی عورتوں سے نکاح جو لونڈی والوں کی اجازت سے کر لو۔ اور دستور کے مطابق اُن کو مہر بھی دو۔ ان کو نکاح کے ساتھ قبضہ میں لاؤ۔ نہ زنا کا تعلق ہو۔ اور نہ چوری چھپے سے ملنے کا۔ پھر نکاح کے بعد اگر اُن سے بے حیائی کا کام ثابت ہو۔ تو لونڈی کی سزا بی بی سے آدھی ہے۔ یہ اجازت تم میں سے اُن لوگوں کے لئے ہے۔ جن کو نکاح کے بغیر گناہ میں آلودہ ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ ورنہ اگر لونڈی کے نکاح سے رُکے رہو۔ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اللہ تو بخشنے والا رحم والا ہے۔

اَرَادَ - ارادہ کے معنی وہ اقتضائے طبعی ہے جو منجر بہ فعل اور ملصق بفعل ہو۔ اس لفظ کا استعمال مقصود فعل کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔ مَاذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِھٰذَا مَثَلًا (ترجمہ اللہ نے اس مثال سے کیا ارادہ کیا ہے)۔

ارادہ کے معنوی معنی

امرأۃ العزیز نے اس لفظ کا استعمال کن معنی میں کیا؟

امرأۃ العزیز نے اس لفظ کی تحت میں اُن افعال کو بھی شامل کرلیا ہے۔ کہ اگر اُن افعال ارادی کے بالمقابل کوئی مانع نہ پایا جائے۔ تو فعل مطلوبہ کا ارتکاب مکمل ہوجائے۔ عورت کے شوہر اور شاہد نے بھی یہی معنی سمجھے۔ اور اسی لئے قمیص کی حالت پر غور کیا گیا جیسا کہ آگے آئیگا۔

اگر ارادہ کے معنی نیتِ قلب لئے جائیں۔ تو آیت کے معنی نہیں بن سکتے کیونکہ اس کی اطلاع تو خود اُس عورت کو بھی نہ ہوتی۔

بِاَھْلِکَ - اہل الرجل۔ بیوی۔ اہل البیت بیوی۔ اور کنبہ کے دیگر اشخاص

اہل الرجل

عورت کی ہوشیاری دیکھو۔ یہ نہیں کہتی۔ کہ "میرے ساتھ"۔ بلکہ کہتی ہے۔ کہ "تیری اہل کے ساتھ" تاکہ شوہر کا غصہ تیز ہوجائے۔ اور وہ سمجھ جائے۔ کہ عورت کی عزت تو دراصل شوہر کی عزت ہوتی ہے۔

عورت کا کیا کہنا اور زلیخا کی عورتوں سے بہتری

اس واقعہ کو پورے غور اور تدبر سے پڑھنا چاہئے۔ عورت کا کہاں تو وہ شوق وصال۔ کہ خود دروازے بند کئے۔ خود اپنی زبان سے درخواست کی۔ اور جب یوسف علیہ السلام بھاگ چلے۔ تو خود حویلی کے آخری دروازہ تک تعاقب کیا۔ اور کہاں یہ پلٹی۔ کہ شوہر کو دیکھا۔ تو خود مستغیثہ بن گئی۔ اور خود ہی شوہر کو زندان یا تازیانہ کی سزا بھی سوجھا دی۔ اِس واقعہ میں اُن فاسقوں کے لئے سخت عبرت ہے۔ جو پرائی (بیگانہ) عورت کی محبت یا وفاداری کے قائل ہوتے ہیں۔

فاسقوں کے لئے سبق عبرت

شاید لوگ بظاہر سمجھتے ہیں۔ کہ امرأۃ العزیز نے یہ بات اپنے حفظ آبرو کے لئے کہی تھی لیکن حقیقت اور ہے۔ اُس عورت کو یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی وعفت ومعصومی وتقوی کا کامل یقین ہو چکا تھا۔ اور یوسفؑ کی پاکئ طینت وطہارت فطرت نے اِسے کہہ دیا تھا۔

بروایں دام بر مرغِ دگر نہ — کہ عنقا را بلند است آشیانہ

عشق شہوانی مبدل بانتقام شیطانی

اس لئے عشق شہوانی مبدل بہ انتقام شیطانی ہوگیا۔ اور شوہر کو تعذیب کی صورتیں بھی سمجھانے لگی۔ لہذا اب کسی مرد کو بھی کسی غیر عورت کی نسبت صداقت کا بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اور کبھی خیال بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ ایسی لگاوٹ کا مقصد اقتضائے خواہش کے سوا کچھ اور بھی ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہو سکتا۔ تو یوسف ؑ جیسے پاک محبوب کے لئے یہ عورت کبھی منہ سے ایسا الفاظ نہیں نکال سکتی تھی۔

مرثد بن کنان رضی اللہ عنہ اور مساۃ عناق ؓ

اس سے مشابہ تر قصہ حضرت مرثد بن کنان بن حصین الغنوی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت مدینہ طیبہ کی تھی۔ یہ قوی پہلوان تھے۔ مدینہ سے مکہ چھپ کر آیا کرتے۔ اور اُن مسلمان قیدیوں کو جن کو کفار مکہ اسلام لانے کے جُرم میں قید کر دیا کرتے تھے۔ زندان سے نکال کر لے جایا کرتے تھے۔ یہ ایک بار اسی ارادہ سے مکہ میں پہنچے۔ ایک گھر کی دیوار کے سایہ میں رات کو چھپ کر کھڑے ہوئے تھے۔ کہ اتنے میں عناق آگئی۔ یہ ایک مشہور حیا باختہ عورت تھی۔ اور مرثد کا اس سے میل جول بھی قبل از اسلام رہا تھا۔ عناق نے اِن کو دیکھا اور پہچان لیا۔ بولی۔ مرثد۔ اُنہوں نے کہا۔ ہاں مرثد بولی۔ مرحبا واہلاً سہلاً۔ چلو میرے گھر چلو۔ رات کو میرے پاس ہی سونا

مرثد نے کہا۔ نہیں عناق نہیں۔ اسلام میں زنا حرام ہے۔ یہ سُن کر عناق نے چلانا شروع کیا۔ لوگو۔ آؤ آؤ۔ دوڑو دوڑو۔ وہ شخص کھڑا ہے۔ جو مسلمانوں کو تمہارے جیل سے نکال لے جایا کرتا ہے۔ یہ سُنتے ہی آٹھ شخصوں نے مرثد رض کا تعاقب کیا۔ انہوں نے مشکل سے ایک غار تک پہنچ کر اپنی جان بچائی۔ ذرا غور کرو۔ کہاں تو عناق کا مرحبا۔ اہلاً و سہلاً کہنا۔ اپنے گھر لیجانے کی درخواست کرنا۔ اور کہاں یہ۔ کہ جب سُن لیا۔ کہ یہ اب آمادہ نہ ہوگا۔ تو مرثد کے گرفتار کرانے کے لئے خود شور ڈالنا۔ لوگوں کو بُلانا۔

مرثد رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ کہ میں نے مدینہ پہنچ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی۔ کہ عناق سے نکاح کروں۔ تو حضور نے مجھے اجازت نہ دی۔ بلکہ میرے ہی سوال پر اس آیت کا نزول ہوا۔ اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً[1]

---

[1] یہ روایت ترمذی۔ اور نسائی و ابو داؤد میں بالفاظ متقارب موجود ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب باستدلال آیت ہذا یہی تھا۔ کہ زانیہ سے نکاح جائز نہیں۔ بعض نے جواز نکاح زانیہ کی دلیل حدیث ان امواتی لا تمنع ید الخ سے نکالی ہے۔ امام نسائی اس حدیث کو لیس ثابت کہتے ہیں۔ اس آیت کے معنی میں دیگر اقوال و استدلال بھی ہیں۔ ہمارا مقصود چونکہ آیت بالا کی تفسیر نہیں۔ اس لئے بالاستیعاب بحث کی ضرورت نہیں ۱۲ آیت سورہ نور کی ہے۔ اور ترجمہ یہ ہے۔ کہ زانی نکاح نہ کریں مگر زانیہ سے یا مشرکہ سے اور زانیہ نکاح نہ کرے۔ مگر زانی یا مشرک سے۔ اور یہ مومنوں پر حرام کیا گیا ہے۔ ۱۲۔

فصل۔ شوہر زن کے سامنے یوسف علیہ السلام کا بیان

"عورت کے ایک قریبی رشتہ دار کی شہادت۔ یوسف علیہ السلام کے حق میں فیصلہ"

قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَّفْسِي وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَ هُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۚ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ○ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ۝۲۹

یوسف نے کہہ دیا کہ یہ عورت تو خود مجھے پھسلاتی رہی تھی۔ اور عورت کے گھرانے کے ایک شاہد نے یہ بات کہی کہ اگر یوسف کا کرتہ آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی۔ اور وہ جھوٹا۔ اور اگر یوسف کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو عورت جھوٹی۔ اور یوسف سچا۔ پھر جب عورت کے شوہر نے دیکھا۔ کہ یوسف کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے۔ تو اس نے عورت کو کہا۔ کہ یہ بات تو تیری زنانہ چلتر کی تھی۔ اور زنانہ چلتر تو بڑے ہوتے ہیں۔

+

اے یوسف اس بہتان کا خیال نہ کر۔ اے عورت۔ تو اپنے گناہ کی بخشش مانگ۔ تو تو ان میں سے ہے۔ جو جان بوجھ کر خطا کیا کرتے ہیں +

شَہِدَ۔ شہادت کے معنی اظہار حقیقت ہیں۔ گواہ کی گواہی کو بھی اسی لئے شہادت کہتے ہیں۔ اور فی سبیل اللہ جان دینے والوں کی موت کو بھی اسی لئے شہادت کہا جاتا

شہادت کے معنی "گواہ کو شاہد" اور راہ خدا میں قتل ہونے والے کو شہید کہنے کی وجہ"

ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ یعنی اللہ کی اور ملائکہ کی اور صاحبان علم کی شہادت یہی ہے۔ کہ اللہ کے سوا اور کسی کو بھی استحقاق الوہیت حاصل نہیں۔

شاہد مفسرین میں اس گواہ کے متعلق اختلاف ہے۔ معالم التنزیل کی ایک روایت میں ہے۔ کہ یہ گواہ ایک طفل شیر خوار تھا لیکن اس روایت کی سند صاحب معالم نے بیان نہیں کی۔ اور یہی اعتراض خازن نے درج کیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ روایت صحیحین کی روایت کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ معالم کی اس روایت میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ چار بچے بمہد شیر خوارگی بولے۔ مگر صحیحین میں ان کی تعداد تین بتلائی گئی ہے۔ اور اُن تین میں اس شاہد یوسف کا ذکر نہیں۔ علامہ ابن کثیر نے ائمہ سلف کے اقوال بیان کئے ہیں۔

شاہد یوسف کے شیر خوار ہونے کی روایت

یہ روایت صحیحین کے خلاف ہے

تابعین کی روایات شاہد یوسف کے متعلق

عکرمہ عن ابن عباس۔	(کہتے ہیں کہ وہ داڑھی والا شخص تھا)۔
ابن ابی ملیکہ عن ابن عباس۔	وہ شاہی مصاحب تھا۔ ہر دو روایات کو ابن جریرؒ نے بھی بیان کیا ہے
عوفی۔	وہ پنگھوڑے کا بچہ تھا۔
سُدی و ابن اسحٰق۔	وہ پورا آدمی تھا۔
ابن اسلم و سدی۔	وہ عورت کا چچیرا بھائی تھا۔

جمع اقوال سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ اس شاہد کو بچہ بتلانے میں صرف عوفی منفرد ہیں۔ اس لئے یہ روایت مرجوح ہے۔

شاہد یوسف عورت کا چچا زاد تھا۔ بار ثبوت الٹنا

ہم سمجھتے ہیں۔ کہ یہ ایک ہوشیار شخص تھا۔ اور اُس نے جو طریق استدلال اختیار کیا۔ وہ صاف طور پر ظاہر کرتا ہے۔ کہ شخص

لہ مطبوعہ میمنہ مصر جزء ۱۲۔

بالکل عورت کی حمایت میں تھا۔ اگر ہم عورت کے اس بیان کو قانون مروجہ حال کی تحت میں لائیں۔ تو یہ ایک استغاثہ اقدام زنا بالجبر ۵۱۱/۴۲۶ کا تھا۔ اور استغاثہ کی صداقت خود مستغیثہ کے بیان اور حالت سے ہونی چاہیئے تھی۔ عورت کے لباس اور جسم کو دیکھا جاتا۔ نشانات تشدد کی تلاش کی جاتی۔ لیکن رائے دہندہ چونکہ عورت کے گھرانے کا تھا۔ اس لئے اُس نے تحقیقات کا یہ اصلی پہلو اختیار ہی نہیں کیا۔ بلکہ عورت کے خالی خولی بیان ہی کو مان کر حضرت یوسف پر صفائی کا بار ڈالدیا۔ وہ تو اللہ تعالےٰ نے اپنے برگزیدہ بندہ کی عفت و عصمت کو واضح ہی کر دینا تھا۔ اور طلاء ناب نے آتش امتحان میں پڑ کر بھی طلاء ناب ہی رہنا تھا۔ ورنہ طریقہ تحقیقات خالی از تعصب ہرگز نہ تھا۔

دریافت اصلیت پر قرینہ سے استدلال

اب قانون کی دوسری بات سمجھو۔

کہ اس شاہد نے دریافت اصلیت کے لئے ایک قرینہ کو اختیار کیا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے ہم کو یہی امر سکھلانے کے لئے اس کا مذکور فرمایا ہے۔ کہ جب شہادتِ واقعہ موجود نہ ہو۔ تب قرائن کا استعمال کیا جا سکتا ہے اور فقدان شہادت اصلیہ کے وقت قرائن صحیحہ اور قیاسات قریبہ بھی شہادت کا کام دے جاتے ہیں۔

جن لوگوں نے عمر فاروق اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے فیصلجات کو پڑھا ہے۔ جن لوگوں کی نظر قاضی کعب بن سور ازدی اور قاضی شریح بن الحارث کندی۔ اور قاضی ایاس بن معاویہ مُزنی۔ اور فقیہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ۔ کے فیصلجات تک پہنچی ہے۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ ائمہ اسلام نے کس عمدگی سے اس اصول کا استعمال کیا ہے۔ اور وہ فراست صادقہ کی شمولیت سے حقیقتِ اصلیہ کا انکشاف کس عمدگی سے کیا کرتے تھے۔

اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْم ۔ لوگ سب عورتوں کی مذمت بیان کرتے ہوئے اس آیت کو اکثر پڑھا کرتے ہیں ۔ لیکن اُن کو یاد رکھنا چاہیئے ۔ کہ یہ ارشاد ربّانی نہیں ۔ بلکہ شوہر زن ۔ کا قول ہے ۔ یعنی ایک ایسے مرد کا قول ہے ۔ جو ایک طرف اپنی عزّت کے خوف سے عورت کی بات کو دبانا بھی چاہتا ہے ۔ اور ایک طرف اس واقعہ سے ملول بھی ہے ۔ اور ایک طرف یوسف صدیق سے محجوب بھی ہے ۔ وہ اپنی عورت کو الزام دیتے ہوئے یہ نہیں سمجھتا ۔ کہ صرف قصوروار ہی کو ملزم ٹھیرانا چاہیئے ۔ بلکہ وہ کل جنس اناث ہی کو مطعون ٹھہرا دیتا ہے ۔

اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْم شوہر زن کا مقولہ ہے

قرآن مجید میں مرد و زن کے مدارج کی یکسانیت ۔

واضح ہو ۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس شخص کی طرح منجانب خود کوئی ایسا لفظ نہیں فرمایا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کوئی مرد مرد ہونے کی وجہ سے اور کوئی عورت عورت ذات ہونے کی وجہ سے قابلِ عزّت یا قابلِ نفرت نہیں ۔ قرآن مجید نے تو الطیبات للطیبین اور الطیبون للطیبات فرما کر اس جوڑ کے ہر فرد کی بابت صراحت فرما دی ہے ۔ جیسا کہ الخبیثات للخبیثون اور والخبیثون للخبیثات فرما کر شق دوم کو واضح کر دیا ہے ۔

قرآن مجید میں باایمان عورتوں کی تعریف

قرآن مجید تو باایمان عورتوں کے فضائل کا ذکر باایمان مردوں کے دوش بدوش فرماتا ہے ۔

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ ۔ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۔ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ ۔ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ ۔ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ ۔ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ ۔ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَھُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ ۔ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۝

ترجمہ یہ ہے ۔

مسلمان مردوں ۔ مسلمان عورتوں ۔ مومن مردوں ۔ مومن عورتوں ۔

عابد مردوں - عابد عورتوں - صادق مردوں - صادق عورتوں -
صابر مردوں - صابر عورتوں - خاشع مردوں - خاشع عورتوں -
صدقہ دینے والے مردوں صدقہ دینے والی عورتوں - روزہ دار مردوں
روزہ دار عورتوں - اپنے ستر کی حفاظت کرنے والے مردوں اور عورتوں - اللہ
کا بہت ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے اللہ نے مغفرت اور
اجر عظیم مقرر کر رکھا ہے - احزاب ع ۴ -

ان آیات پر غور کرو - کہ کس طرح مسلم عورتیں ہر ایک صفت حسنہ و خلق
کریمہ میں مسلم مردوں کی طرح موصوف بتلائی گئی ہیں - اور پھر ان کو برابر کے درجہ
میں رکھ کر شایان مغفرت و اجر عظیم ٹھہرایا ہے - اور فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ
حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ کہہ کر عورتوں کی تعریف اوصاف حمیدہ کے
ساتھ فرمائی ہے [1]

جھوٹے قصوں پر اعتماد کر کے عورت کی منزلت کم نہ کرو

پس کسی مسلم کو یہ لازم نہیں - کہ عزیز مصر کے قول پر
بھروسہ کر کے اپنی شریک زندگی (بیوی) پر خواہ مخواہ
بدگمانی کرنے لگے - یا بہار دانش والف لیلہ کے جھوٹے - گندے فرضی قصوں
کو صحیح سمجھ کر مومنہ مسلمہ مستوراۃ کے شرف کو فراموش کر بیٹھے - یا نائیکا بھید
وغیرہ ہندی کتابوں کو پڑھ کر اپنی فطرت سلیم کو خراب کرے - اور عورت ذات
پر بدگمانی کر کے بہن - بیٹی کی قدر و منزلت کو بھی کم کر بیٹھے -

متقدمین عیسائیوں کے اقوال ایسے بہت ملتے ہیں - جن میں عورت
کو شیطان کے برابر یا اس سے بھی بڑھ کر بتلایا گیا ہے - الحمد للہ - کہ اسلام

قدیم عیسائی عورت کی ذلت

کی تعلیم نے اب ان کی آنکھ بھی کھول دی ہے - اور

[1] نیک بی بیاں تو فرماں برداری کرنے والی - اور جان و مال کی حفاظت حفظ الٰہی سے کرنے والی ہیں -

وہ عورت کا احترام کرنے لگے ہیں۔

اب آیت بالا کے نفس مضمون پر آنا چاہیئے۔

یوسف کی برداشت

یوسف علیہ السلام کا حلم و برداشت دیکھو۔ جواب دہی کے لئے صرف اتنی ہی الفاظ کا استعمال کیا۔ جو نہایت ضروری تھے۔

عورت کا رشتہ دار بھی عورت کو نہ بچا سکا

شوہر زن نے عورت کے رشتہ دار سے اس بارہ میں مدد حاصل کی۔ مگر وہ بھی اپنے منطقی دلیل سے عورت کو نہ بچا سکا۔ حتیٰ کہ خود شوہر زن کو عورت کے مکر و فریب کا حال معلوم ہوگیا۔ اور اُسے یوسف علیہ السلام سے عفو و درگذر کی درخواست کرنی پڑی۔ دراصل تقویٰ

تقویٰ و خشیت کی فتح

اور خشیت من اللہ کی فتح تھی۔ جو مکائد شیطانی۔ اور اکاذیب نسوانی پر حاصل ہوئی تھی۔ اور اس سے یہ اطمینان ہوتا ہے۔ کہ جو لوگ پس پردہ گناہ سے بچتے ہیں۔ رب العالمین۔ اُن کی حفاظت و نصرت علی رؤس الاشہاد فرماتا ہے۔ اور جو ایسا نہیں کرتے۔ اُن کے لئے نتیجہ بالعکس ہوتا ہے۔

فصل زنان مصر کی ملامت۔ امرأۃ العزیز کی غیرت

عورتوں کی دعوت۔ حسن کا کرشمہ۔ تقویٰ کی قوت۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَفْسِهِ ۖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۖ

شہر میں عورتوں نے چرچا کیا۔ کہ عزیز کی عورت اپنے غلام کو پھسلایا کرتی ہے۔ غلام کی محبت اُس کے دل میں جانشین ہوگئی ہے۔

إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ ہم تو اُسے صریح گمراہی میں سمجھتی ہیں +

نِسْوَةٌ - بکسر اوّل اور بضم اوّل جماعت زنان اس کا مفرد اسی کے لفظ سے نہیں آتا۔ مفرد اِمْرَأَۃ ہے۔ امراۃ سے تثنیہ تو آتا ہے۔ مگر جمع نہیں آتی۔ جمع کے لئے نِسْوَۃٌ یا نسوان یا نسئین آتے ہیں۔

بعض تفاسیر میں ہے۔ کہ وہ فلاں فلاں عورتیں تھیں۔ لیکن نہ تو کوئی معتبر روایت موجود ہے۔ اور نہ اس کی کچھ ضرورت ہی ہے۔ کہ وہ کون کون عورتیں تھیں۔

مَدِیْنَۃ - (مَدَنَ مَدُوْنًا) سے ہے۔ مدینہ ایسا شہر جہاں انسانوں کی بڑی آبادی ہو۔ یا جہاں قلعہ بھی ہو۔

مَدِیْنَۃُ النَّبِی - مدینہ منوّرہ۔ اگر مدینہ منوّرہ کی جانب نسبت ہو۔ تو مدنی کہتے ہیں۔ اور اگر کسی اور شہر کی جانب ہو۔ تب مدینی بولتے ہیں۔

شَغَفَهَا - شَغَاف وسط قلب اور سویداء قلب۔ امرأ القیس کا شعر ہے۔

تقتلنی وقد شغفت فوادها کما شغف المهنوءة الرجل الطالی

فَتًی - جوان۔ بہادر۔ تہذیبًا۔ فتیٰ غلام کو۔ اور فَتَاۃ لونڈی کو کہتے ہیں۔ آیت میں غلام ہی مراد ہے۔

زنانِ مصر کے اعتراض کا منشاء آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عورتوں کا طعن یہ تھا۔ کہ اتنی امیر ہو کر غلام پر کیوں مرتی ہے۔

اگر ان عورتوں میں نفس زنا کی بُرائی مسلّمہ ہوتی۔ تب اُن کی کلام میں اصل فعل بد یعنی محبتِ غیر کی بُرائی پر زور دیا جاتا۔

باایمان عورتوں کی بزرگی یہ تو اللہ تعالیٰ نے باایمان عورتوں ہی میں شرم وحیا

پیدا کی ہے۔ کہ خواہ کوئی شخص اُن کے شوہر سے امارت میں بڑا ہو۔ یا حسن و جمال میں بڑھا چڑھا ہو۔ مگر وہ اپنے شوہر کے سوا دوسرے شخص کو ایک آنکھ بھی دیکھنا پسند نہیں کرتی ہیں۔

سمعت

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَٰذَا بَشَرًا إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ

جب عورت نے اُن عورتوں کی چٹخلیاں سُنیں۔ تب اُن کو بُلایا۔ اور سب کے لئے کھانے تیار کئے۔ اور ہر ایک کے ہاتھ میں چھُری دے دی۔

اور حضرت یوسف سے کہا۔ کہ تم ان عورتوں کے سامنے آؤ۔ جب عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو وہ دہشت کھا گئیں۔ اور اُنہوں نے اپنے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ اور منہ سے بولیں۔ اللہ اللہ۔ یہ تو بشر نہیں ہے یہ تو کوئی فرشتہ بڑے درجے کا ہے ۔

مکر ۔ اصلیت کو اُلٹ پلٹ دینا۔ اخفا اور ضرر۔ دونوں میں مکر ہوتا ہے یہاں غیبت کو مکر کہا ہے۔ غیبت کرنے والا بھی بُری طرح سے بیان کرتا ہے

اعتدت ۔ اِعْتَدَادٌ یا عتادہ سے ہے۔

متکا ۔ عکرمہ رح کا قول ہے۔ کہ اس لفظ میں وہ سب اشیاء خوردنی شامل ہیں

عکرمہ کا قول (یعنی متکا)

جو چھُری سے کاٹ کر کھائی جاتی ہیں۔ ابن جریر نے ضحاک سے بھی یہی معنی روایت کئے ہیں۔

سِکِّیْن ۔ چھری ۔ مونث و مذکر دونوں طرح مستعمل ہے ۔ مذکر اکثر ۔

اَکْبَرْنَہٗ ۔ مجاہد کا قول ہے ۔ کہ یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اُن پر رُعب چھا گیا ۔

حَاشَ لِلّٰہِ ۔ اس کلمہ سے مطلب تنزیہ ہے ۔

چھری کانٹے سے کھانیکا طریق آج کل ہندوستانی لوگ انگریزوں کی وجہ سے چھری کانٹے سے کھانے کو خوب سمجھتے ہیں ۔ چھری چلانے کے لئے دوسرے ہاتھ کے سہارے سے اُس چیز کو جسے کاٹنا ہے دبانا ہوتا ہے ۔ اور کسی رعب یا دہشت یا عظمت کے اثر سے یہ بالکل قرین عقل و قیاس ہے ۔ کہ چھری سے دوسرے ہاتھوں کی اُنگلیاں زخمی ہو جائیں ۔

آج کل بجائے اُنگلی کے کانٹے سے دباتے ہیں ۔ ورنہ دوسرے ہاتھ کی انگلیوں پر چھری کا چل جانا بہت آسان ہے ۔

حسن یوسفی اس فقرہ سے یوسف علیہ السلام کے حسن و جلال کی بڑی تعریف نکلتی ہے ۔ بائیبل پ ۴ پ میں ہے ۔ یوسف نور پیکر تھا ۔ شب معراج کی حدیث صحیح میں ہے ۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فلک سوم سے گذرے ۔ وہاں یوسف صدیق تھے فاذا ھو قد اعطی شطر الحسن ۔ دیکھا کہ اُن کو حُسن کا بڑا حصّہ ملا ہے ۔

کیا ملک بشر سے افضل ہے عورتوں نے اس جگہ نفی بشریت کر کے حضرت یوسفؑ کو فرشتہ بنایا ہے ۔ اس سے واضح ہُوا ۔ کہ اُن کو کمالاتِ بشر کا علم نہ تھا ۔ انبیاء کا درجہ تو فرشتوں سے برتر ہے ۔ حالانکہ وہ بشر ہیں ۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ یُّوْحٰٓی اِلَیَّ (کہدے میں تو ایک بشر ہوں ۔ مجھ پر وحی آتی ہے) ۔

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ

عورت نے کہا یہ ہے وہ جس کی بابت تم مجھے ملامت دیتی تھیں ۔ ہاں میں نے تو اسے ضرور پھسلایا ۔ اور کئی بار کوشش

فَاسْتَعْصَمَ ۖ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝

کی۔ مگر یہ بچتا ہی رہا۔ اور اب اگر یہ وہ کام نہ کریگا جس کا حکم میں اسے دوں گی۔ تب یہ جیل میں جائیگا۔ اور خود اپنی عزت کو کھو بیٹھے گا +

صَاغِرِيْنَ ۔ (صَغَرَ صَغَرًا صِغَارًا) سے ہے۔ صاغر وہ جو اپنے ذلت پر خود رضامند ہو جائے۔ (راغب)۔

امراۃ العزیز کا اثر عورتوں پر

امراۃ العزیز کا مقصد یہ تھا۔ کہ عشق غلام کا جو طعن اُسے دیا گیا ہے۔ اُس کا ازالہ کرے۔ جب اُس نے دیکھا۔ کہ اُس کا جادو چل گیا۔ اور وہ عورتیں جس منہ سے یوسف علیہ السلام کو غلام غلام کہا کرتی تھیں اُسی منہ سے وہ اُن کو ملک کریم کہنے لگ گئیں۔

تب امراۃ العزیز نے اُن کے سامنے راز دل کہہ سُنایا۔

رشک آیدم وگرنہ نقابت کشودمی دست ترا گرفتہ بناصح نمودمی

فَاسْتَعْصَمَ ۔ اس کا مادہ عَصْم ہے۔ اصل لغت میں اس کے معنی امساک ہیں۔ عصمت۔ بچاؤ۔

حضرت یوسف پر زبان کھولنے والے فاستعصم پر آنکھ کھولیں

جو لوگ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا کی بحث میں فضول باتیں لکھا کرتے ہیں۔ وہ یہاں عورت کی شہادت کو سُنیں۔ جو اپنی رازدار سہیلیوں کے سامنے بیان کر رہی ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام پر پھسلاوٹ کا ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ اور وہ بالکل بچے رہے۔

لَيُسْجَنَنَّ ۔ کے لفظ کو غور کرو۔ کہ یہ عورت محبتِ صدق کے مدارج سے کس قدر دور تھی۔ وہ تو ایک ایسی عورت ہے۔ جو گندہ خیال میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اُس کے دل میں یوسف جیسے معصوم کی کوئی قدر و منزلت

امراۃ العزیز کی گندہ خیالی

نہیں۔ اُس نے صاف کہہ دیا ہے۔ کہ یا تو یوسف اُس کی بات کو مانے۔ یا وہ جیل میں جائے۔

نفسانی خواہش برف کی طرح ناپائدار ہوتی ہے

اس قول سے یہ سبق لینا چاہیئے۔ کہ جس چاہت اور پریت کی بنیاد نفسانی خواہش پر ہوتی ہے۔ وہ برف کی طرح ناپائدار ہوتی ہے۔

یاد رکھو۔ کہ تعلقات کی تہ میں تین امور میں سے ایک ضرور ہوتا ہے۔ جس محبّت کی بنیاد مبنی بر لذت ہے۔ وہ جلد قائم ہو جاتی اور جلد فانی ہو جاتی ہے۔ جس محبت کی بنیاد مبنی بر نفع ہے۔ وہ دیر میں قائم ہوتی۔ اور جلد ضائع ہو جاتی ہے۔ جس محبت کی بنیاد "خیر محض" ہوتی ہے۔ وہ جلد قائم ہوتی ہے اور نہایت مستحکم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کی محبّت ایمانی کے متعلق فرمایا ہے۔ اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ قیامت کے روز سب دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ سوا اُن کے جن کی محبتیں اللہ کے لئے ہیں۔

فصل معصیت و مصیبت کا مقابلہ

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجَاهِلِیْنَ ۝

اے رب مجھے زندان زیادہ پیارا ہے۔ اُس کام سے۔ جدہر وہ بُلاتی ہیں۔ اور اگر تو اُن کے چلتروں کو مجھ سے دور نہ کر دے گا۔ تو میں اُدہر مائل ہو جاؤں گا۔

اور پھر جاہلوں میں کا ایک جاہل بن جاؤں گا۔

السِّجْن ۔ حبس ۔ زندان کو اس لئے سجن کہتے ہیں ۔ کہ اس کے اندر قیدیوں کو روک دیا جاتا ۔ اور اُن کی آزادی و آمد و رفت کو سلب کر لیا جاتا ہے ۔

اَصْبُ ۔ صَبْوَہ سے ہے ۔ جس کے معنی میلان نفس ہیں ۔ بادِ صبا کو اس لئے "صبا" کہتے ہیں ۔ کہ نفوس اس کے شائق ہوتے ہیں ۔

صبا کو صبا کہنے کی وجہ

معلوم ہوتا ہے ۔ کہ جب مہمان عورتوں نے اِس میزبان عورت کا یہ ارادہ معلوم کر لیا ۔ کہ وہ حضرت صدیق علیہ السلام کو جیل تک بھیجنے میں دریغ نہ کریگی ۔ تو اُن کو حضرت کے ساتھ ہمدردی پیدا ہوئی ۔ اور وہ بھی امرۃ العزیز کی ہم آہنگ اور دلالۂ شیطان بن گئیں ۔

توجہ الی اللہ

خدا کے مخلص بندہ نے اس سے نجات کی کوئی راہ نہ دیکھی ۔ تو جھٹ خدا ہی کی جانب متوجہ ہو گئے ۔ یہ سبق ہے ۔ مسلمانوں کے لئے کہ وہ بھی ہر مصیبت سے بچنے کے لئے بہترین تدبیر "رجوع الی اللہ" ہی کو سمجھا کریں ۔

معصیت و مصیبت کا مقابلہ

دوسرا سبق آیت بالا میں یہ ہے ۔ کہ صدیق علیہ السلام نے معصیت اور مصیبت کا مقابلہ کر کے دکھلا دیا ہے ۔ اور بتلا دیا ہے ۔ کہ جب معصیت سے بچنے کے لئے اور کوئی راہ باقی نہ رہے ۔ بجز اس کے کہ سخت مصیبت کی برداشت کی جائے ۔ تب اہل ایمان کو لازم ہے ۔ کہ مصیبت کو کشادہ پیشانی اور طیب خاطر سے اختیار کر لے ۔ مگر معصیت کو اختیار نہ کرے ۔

لاحول ولا قوۃ کے معنی

تیسرا سبق ۔ اس آیت میں یہ ہے ۔ کہ بندہ کو یقین رکھنا چاہیئے ۔ کہ نیکی کرنے کی طاقت اور بدی سے بچنے کی توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ملتی ہے ۔ ورنہ انسان بوجہ بشریت سخت کمزور ہے ۔ یہی وہ اصول

ہے۔ جو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ میں سکھلایا گیا ہے۔ یہی اصول ہے۔ جو انسان کے شجرِ ایمان کی شادابی و سرسبزی کے لئے پانی کا درجہ رکھتا ہے،

یوسف علیہ السلام کے قول پر غور کرنا لازم ہے

قرآن مجید سے اقتباس نور کرنے والوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کے ان فقرات پر بار بار غور کرنا چاہیئے۔ کہ "اگر تو ان کی مکاریوں کو مجھ سے دور نہ رکھیگا۔ تو میں اُدھر مائل ہو جاؤں گا"۔ یہ الفاظ اُس مستقیم الاحوال برگزیدہ رب العالمین کے ہیں۔ جو سخت ترین امتحان میں پاک و صاف ثابت ہو چکا ہے۔ اب بھی وہ اُسے عاجزی۔ اور خشوع کے ساتھ اپنے مالک کے سامنے مستدعی ہیں۔ گویا اُن کو اپنی حالت پر ذرا اعتماد نہیں۔ ہاں گناہ سے بچنے کی یہی بہترین تدبیر ہے۔ کتابوں میں اور تجربہ میں ایسی بہت مثالیں پائی جاتی ہیں۔ کہ ایک عالم۔ یا عابد نے اپنی علم و عبادت یا زہد و ورع پر بھروسہ کیا۔ اور حرام کی مبادیات سے بچنے میں احتیاط نہ کی۔ بالآخر وہ اُس میں مبتلا ہو ہی گئے۔

مبادیات زنا بھی حرام ہیں۔

شریعت نے زنا کو حرام ٹھیرایا۔ تو اُس کی مبادیات کو بھی حرام ٹھیرایا۔ بیگانہ عورت کو تاکنا جھانکنا۔ اُس سے بلا ضرورت ہم کلام ہونا۔ یا ایسے سفر میں غیر محرم کو ساتھ رکھنا۔ یا ایک مکان میں شب باش ہونا وغیرہ وغیرہ جملہ امور کو جو زنا کی طرف لے جانے والے ہیں۔ شریعت نے حرام ٹھہرا دیا ہے۔ اور یہ سب اس لئے کہ انسان زنا سے بچ سکے۔

پردہ ہر ایک متقی و بزرگ سے ضروری ہے

چوتھا سبق۔ اَصْبُ اِلَیْھِنَّ میں ہے۔ بعض لوگ کسی شخص کو بزرگ یا نیک سمجھ کر اُس سے اپنی عورتوں کا پردہ نزک کرا دیتے ہیں۔ اور اکثر ایسے بزرگ بھی اپنا حق تقویٰ یہی سمجھا کرتے ہیں۔ کہ عورتیں اُن سے پردہ نہ کیا کریں۔ ان سب کو اس لفظ پر غور کامل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ خدا کے

نبی وصدیق نے اِس لفظ کی تہ میں انسانیت کی کمزوری کو بخوبی آشکار کر دیا ہے۔

فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

پروردگار نے اُس کی درخواست کو قبول فرمالیا۔ پھر اُن عورتوں کے چلتروں کو یوسف سے دور کر دیا۔ ہاں وہی پروردگار ہے۔ جو سب کی سُنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔

اِسْتِجَاب ۔ جَابَ جوبًا سے ہے۔ استجاب قبولیت دعا۔ حاجت کا پورا کر دینا۔

استجابت دعا

واضح ہو کہ قبولیت دعا رب العالمین ہی کی شان ہے۔

الف ۔ قبولیتِ دعا کے یہ معنی بھی ہیں۔ کہ اُسی شکل میں دعا قبول کر لی جاوے جس شکل میں مانگی گئی ہے۔ قرآن مجید میں مندرجہ ذیل نظائر پر غور کرو۔

(۱) نوح علیہ السلام کی دعا تھی۔ وَلَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا[۱] طوفان آیا۔ سب کافر غرق ہوئے۔

(۲) ابراہیم علیہ السلام کی مکہ میں بسنے والوں کے لئے دعا تھی۔ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ[۲]۔ جو لوگ مکہ معظمہ جاتے ہیں۔ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ کہ زمین مکہ ناقابل زراعت ہے۔ مگر تمام بازار ہر قسم کے میوہ جات سے بھرے ہوئے ہیں۔

قبولیت دعا کے کئی نمونے قرآن مجید سے

(۳) ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی۔ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ[۳] چار ہزار سال سے برابر ہر ایک اہل ایمان زیارت کعبہ و بلد الامین کے لئے بے تاب رہتا ہے۔ اور سال بسال لاکھوں اشخاص وہاں حاضر ہوتے رہتے ہیں۔

---

[۱] اے خدا کافروں میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ ۱۲ [۲] اُن کو بہت میوے کھلا ۱۲ [۳] لوگوں کے دلوں کو اُن کی محبت

(۴) ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی - وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا[۱] - یہ دعا ایک ہی رسول کے لئے تھی - تنکیر تعظیم کے لئے ہے - یعنی عظیم الشان رسول کے لئے - چنانچہ خاص مکہ میں اس ہزاروں سال کے عرصہ میں صرف ایک ہی رسول مبعوث ہوا - جو اتنا بڑا عظیم الشان ہے - کہ کلام الٰہی میں اُس کا نام رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ہوا فداہ ابی وامی - اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى -

(۵) ایوب علیہ السلام کئی سال تک امراض جسمانی میں مبتلا رہے - رَبِّ اَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِينَ[۲] - کہہ کر انہوں نے دعا مانگی - اور جھٹ صحت کامل عطا فرمائی گئی -

(۶) یونس علیہ السلام نے قعر بحر اور بطن حوت میں لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّي كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِينَ[۳] - کہہ کر دعا مانگی - اور وہ زندہ ساحل پر پہنچائے گئے -

(۷) موسیٰ علیہ السلام فرعون سے بھاگے - اور مدین پہنچ کر انہوں نے رَبِّ اِنِّي لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ[۴] کے الفاظ میں دعا مانگی - اللہ تعالےٰ نے اُن کو شعیب علیہ السلام کی صحبت میں پہنچا دیا -

جہاں اُنہوں نے اپنی تربیت پائی - بیوی ملی - اور بالآخر نبوت پر فائز ہوئے

(۸) زکریا علیہ السلام نے دعا کی - هَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً[۵] - اللہ تعالیٰ نے اُن کو یحییٰ علیہ السلام سے شاد کام فرمایا -

(۹) والدہ مریم علیہا السلام نے دعا کی تھی - اِنِّي نَذَرْتُ مَا فِي بَطْنِي[۶] - اللہ تعالیٰ نے اُن کی مراد کو قبول فرمایا - اور آئمہ اسرائیل کے خلاف دختر کو بھی

---

[۱] ان میں بڑی شان کا رسول پیدا کر - [۲] اے رب مجھے مرض لگ گیا ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم والا ہے [۳] تیرے سوا کوئی معبود نہیں - اور میں تو اپنے اوپر ظلم کرنے والوں میں سے ہوں [۴] اے رب جو چیز بھی تو میرے لئے نازل کرے میں اُس کا محتاج ہوں [۵] اے رب مجھے اپنے ہاں سے پاک نسل عطا کر - [۶] اے رب میں اپنے پیٹ کے بچے کو تیری نذر کرتی ہوں -

بطور خادم بیت المقدس قبول کر لیا تھا۔

(۱۰) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تھی۔ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا۔ اور وہ علوم و اسرار اور حقائق و معارف حضور پر منکشف فرمائے۔ جو پہلے کسی کو نہ ملے تھے۔ حتیٰ کہ حضور ہی معلم عالم قرار پائے۔ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ [۱]

اسی طرح مومنین کی دعاؤں کی قبولیت کی بابت اطلاع دی۔ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ [۲]

قبولیت دعا بصورت دیگر

(ب) بعض اوقات جب اُس دعا کا اُسی طرح قبول کیا جانا رب العالمین کے علم میں خود مانگنے والے کے حق میں ضرر رسان ہوتا ہے۔ تب اُس کی شکل دوسری پلیٹ دی جاتی ہے۔ الغرض دعا منظور ہو جاتی ہے۔ صَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ کی تاثیر دیکھو۔ کہ اُس وقت کے بعد پھر کوئی اور واقعہ پیش نہ آیا۔ کہ کوئی عورت حسن یوسفی پر والہ و شیدا ہوئی ہو۔ اور یوسف علیہ السلام کو پھر کبھی معصیت میں پڑ جانے کا اندیشہ ہوا ہو۔ امراۃ العزیز بھی بھول گئی۔ اور زنانِ مصر بھی اسی فراموش کر بیٹھیں۔

سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ

سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ اللہ تعالیٰ کے خاص اسماء میں سے ہیں۔ اور اس مرکب صورت میں کسی دوسرے پر ان کا اطلاق جائز ہی نہیں۔ جہمیہ و معتزلہ نے صفات باری تعالیٰ کے متعلق عجیب عجیب عقائد نکالے۔ اور تاویلات بعیدہ سے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے اُن صفات عالیہ سے جو اسماء حسنیٰ سے ظاہر ہیں دور کرنا چاہا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ اہل ایمان

سمع کے معنی

---

[۱] اے رب مجھے علم میں بڑھا تا ۱۲ [۲] ہمارا نبی سب کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ ۱۲
[۳] جب تم نے اللہ سے فریاد کی۔ تو اُس نے تمہاری فریاد کو قبول کیا۔ ۱۲

اب بھی ان اسماء اور اُن کی صفات پر اُسی طرح ایمان رکھتے ہیں جس طرح اُن کو اللہ کے برگزیدہ رسول نے تعلیم دی تھی سمیع و بصیر کے متعلق یہ کہنا کہ وہ سمیع بسمع یا بصیر بہ بصر ہے۔ اللہ تعالےٰ کی تنزیہہ کے خلاف ہے۔

علیم کے متعلق یہ بحث کہ احداث معلومات کے بعد تعلق علم ہوتا ہے۔ بالکل جہالت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ماضی و حال و مستقبل پر حاوی ہے معلومات میں خواہ گوناگوں تغیرات و تبدلات رونما ہوں۔ مگر اُس کے علم ازلی میں کوئی تغیر و تبدل واقع نہیں ہوتا۔

جہمیہ و اہل بدعت کا حال جہمیہ وغیرہ اہل بدعت کا اعتقاد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا علم مستقبل پر حاوی نہیں۔ بلکہ جب کوئی شے وقوع میں آجاتی ہے تب اُس کا علم اُس سے متعلق ہو جاتا ہے۔ اگر یہ لوگ قرآن پاک سے نور ہدایت لیتے تو ہرگز اس ضلالت میں نہ پڑتے۔

قرآن مجید کی اُن پیش گوئیوں پر نظر ڈالو جن میں اظہار غیب فرمایا گیا۔ اور واقعات آئندہ کو قطعی و حتمی الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ کیا ایسا اخبار و اعلان ایسی ذات سے ہو سکتا ہے۔ جسے مستقبل کا علم نہ ہو۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝

قرآن مجید کی پیشگوئیاں قرآن پاک نے خبر دی۔ کہ یہودیوں۔ بُت پرستوں اور قریش کے متحدہ عساکر جو مدینہ پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ ان سب کو دُم دبا کر بھاگنا پڑیگا سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ[1] چنانچہ ایسا ہُوا۔

قرآن پاک میں تھا وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا[2]۔ چنانچہ

---

[1] جمعیت کے سب لوگ ہزیمت پائینگے۔ اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے ۱۲

[2] اللہ نے تم سے وعدہ بڑے بڑے مقام کا وعدہ کیا۔ جن کو تم حاصل کرو گے ۱۲

اُنہی مومنین نے عراق و شام فلسطین و مصر کو فتح کیا۔ جو نزول آیت کے وقت مخاطب کئے گئے تھے۔ کیا ایسے واقعات کی اطلاع دینا جس کی تصدیق ایران اور روما۔ ایشیا و افریقہ کی تواریخ سے بھی ہوتی ہے علم مستقبل کے بغیر ممکن ہے۔

قرآن پاک میں تھا۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا [1] یہ وعدہ اُسی زمانہ کے لوگوں میں سے جن کے سامنے قرآن اُتر رہا تھا۔ اُن بزرگوں کے ساتھ پورا کیا گیا۔ جن کا ایمان اور عمل صالح میں افضل و برتر ہونا اہل عالم کے نزدیک مسلّم ہے۔ جو اُن ممالک کے مالک بنے۔ جن پر موسیٰ۔ یوشع۔ داؤد و سلیمان علیہم السلام نے فتوحات حاصل کیں۔ اور حکومت فرمائی تھی۔ جن کی کوششوں سے اللہ کا پسندکردہ دین کابل سے لیکر قیروان تک۔ اور ٹیونس سے لیکر خراسان تک پہنچ گیا تھا۔ جن کے عہد میں امن بسیط اور غلبہ ظاہر اور فتح مبین اور نصر عزیز مسلمانوں کی رکاب کے ساتھ ساتھ چلتی تھی۔ وہ جنہوں نے دنیا کو توحید کی تعلیم دی۔ وہ جنہوں نے مشرکوں کو موحد ہونے کے درجہ تک پہنچایا۔

اللہ تعالیٰ کا علم ماضی و حال مستقبل پر حاوی ہے کیا اس قسم کے اعلانات یہ نہیں بتلا رہے ہیں۔ کہ رب العالمین کا علم کامل مستقبل پر بھی ویسا ہی حاوی ہے۔ جیسا کہ

---

[1] وعدہ کیا اللہ نے اُن سے۔ جو تم میں سے ایمان لے آئے ہیں۔ اور عمل صالح کرتے ہیں۔ کہ خدا اُن کو خلیفہ بنائیگا ارض مقدس کا۔ جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلوں کو وہاں کا خلیفہ بنایا تھا۔ اور یہ کہ خدا اُن کے دین کو جسے خدا نے اُن کے لئے پسند کر لیا ہے۔ عزت و حکومت دیگا۔ اور یہ کہ خدا اُن کے خوف کو امن کے ساتھ بدل دیگا۔ وہ خالص میری ہی عبادت کریں گے۔ اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے۔ (سورہ نور ع ۷)

حال پر۔ اور جیسا کہ ماضی پر۔

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ع ۴

سچی نشانیوں کے دیکھ لینے کے بعد بھی پھر اُن کی رائے یہ ہوئی۔ کہ یوسفؑ کو کچھ مدت کے لئے قید رکھیں۔

ثُمَّ ۔ حرف عطف ہے۔ ترتیب و تراخی پر دال ہے۔ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ[1] ثُمَّ سے یہ ثابت ہوا۔ کہ اس واقعہ سے کچھ عرصہ بعد ایسا کیا گیا۔

بَدَا ۔ کا اشارہ اہل دنیا کے اُس جھوٹے غرور کی طرف ہے۔ جو وہ خیالی عزت اور ناک رکھنے کے زعم میں سینکڑوں گناہ اور جرم کا ارتکاب کرنے میں ذرا تامل نہیں کیا کرتے۔

لَهُمْ ۔ میں۔ عورت کا خاوند۔ اور وہ رشتہ دار جسے بلفظ شاہد بیان کیا گیا ہے۔ اور خود عورت داخل ہیں۔ ضمیر مذکر بوجہ تغلیب لائی گئی ہے۔

الْاٰيٰتِ ۔ سے مراد یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی طبع۔ معصومانہ حالت کرتہ کی ہیئت۔ شاہد کا فیصلہ۔ شوہر کا عورت پر الزام۔ صدیق سے درگزشت کی درخواست ہے۔

الآیات۔ امارات۔ بیگناہی یوسفؑ

آیت سے ظاہر ہے۔ کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام کو سچا سمجھتے ہوئے پھر جیل میں بھیجدیا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اُس زمانہ میں امراء مصر کو کتنے ظالمانہ اختیارات حاصل تھے۔ کہ بلا تعیین جرم۔ اور بلا تعیین میعاد قید اپنے زیر حکم اشخاص کو جیل میں بھیجنے کی طاقت رکھتے تھے

---

[1] جو کوئی شخص اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف جانے کے لئے نکل پڑا۔ پھر اُسے راہ ہی میں موت آگئی۔ تو اُسے ہجرت کا ثواب مل جاتا ہے۔

انبیائے کرام کے مصائب | اللہ اکبر۔ انبیاء کرام کے مصائب کیسے کیسے سخت ہوتے ہیں۔ ان کے منصب عالی کی شان تب ہی نمایاں ہوتی ہے۔ کہ اُنھوں نے اِن مصائب کو مُرضاۃ الٰہی کے لئے کیسی کشادہ پیشانی اور فراخ دلی سے برداشت کیا ہے۔

فصل جیل۔ قیدیوں کے خواب۔ تعبیر۔ توحید کا اظہار

توحید کی تبلیغ۔ شرک کے بُطلان پر دلائل۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ ۖ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا ۖ وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۖ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ ۖ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝

یوسف کے ساتھ دو اور غلام بھی جیل میں داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ میں نے خواب دیکھا۔ کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں۔ دوسرے نے کہا۔ میں نے دیکھا۔ کہ میں نے اپنے سر پر روٹیاں اُٹھا رکھی ہیں۔ پرندے اُن میں سے کھا رہے ہیں۔ دونوں نے حضرت یوسف سے کہا کہ ہم کو تعبیر بتایئے۔ ہم آپ کو نیکوکاروں میں سے سمجھتے ہیں۔

خمر۔ (خمرہ خمرًا) اُسے چھپا دیا۔ انہی معنی میں ہے۔ لَا تَجِدُ الْمُؤْمِنَ إِلَّا فِي مَسْجِدًا يَعْمُرُهُ۔ أَوْ فِي بَيْتٍ يَخْمُرُهُ أَوْ فِي مَعِيشَةٍ يُدَبِّرُهَا خَمَّرَ الشَّهَادَةَ۔ شہادت کو چھپا گیا۔ خمار۔ وہ اوڑھنی جس سے عورت سر چھپاتی ہے۔

خمر اور مے کی لغوی معنی

خمر اور مے | خمر۔ لغت میں شراب انگوری کو بولتے ہیں جس کا ترجمہ فارسی میں مے ہے۔ مے اصل لغت دری میں زہر کو کہتے ہیں۔ جمشید شاہ ایران انگور کھانے کا عادی تھا۔ انگور آئے۔ رکھ کر بھول گئے۔ ہفتوں کے بعد یاد آئے۔ دیکھا تو وہ سڑ گئے تھے۔ جمشید نے کہا یہ تو مے (زہر) ہے۔

جمشید کے عہد کا قصہ

بن گئے۔ ان کو زمین میں دبا دو۔ برتن سمیت دبا دیئے گئے۔ ایک لونڈی کو درد شقیقہ ہوا کرتا تھا۔ اُسے درد کی تکلیف ہوئی۔ اور اُس نے خودکشی کا ارادہ کیا تے کو نکال لیا۔ اور وہ عرق پی گئی۔ اُسے نشہ ہو گیا۔ گاتے بجانے لگی۔ اس تغیر حالت پر بہت استعجاب کیا گیا۔ جب لونڈی کا نشہ اُتر گیا۔ تب اُس سے پوچھا گیا۔ اُس نے مَے کا قصہ سُنا دیا۔ پھر تو شاہ کج کلاہ بھی اُسی پر جُھک پڑے۔ اور دنیا میں شراب خوری کے مُوجد ٹھہرے۔

رواج شراب

جام جم کی حقیقت ساغر پر سات خط لگائے گئے۔ اوّل درجہ کا شرابی وہ سمجھا جاتا تھا۔ جو سات خط تک خالص شراب پی جاتا۔ اس ساغر کو جام جم کہتے ہیں۔ اُس کا نام جہاں نما اس لئے رکھا۔ کہ مدہوش کو دنیا بھر کی کچھ خبر نہیں رہتی۔

خمر کے شرعی معنی زبان شرع میں ہر ایک نشیلی شراب کو خمر کہتے ہیں۔ صحیحین کی حدیث عن ابن عمر رضی اللہ عنہما میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کُلُّ مُسْکِرٍ خَمْرٌ وَکُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ۔ ہر ایک نشیلی چیز خمر ہے۔ ہر ایک نشیلی چیز

خمر کی بُرائی حرام ہے۔ سُنن نسائی میں حضرت عثمان ذوالنورین سے موقوفاً روایت ہے۔ اِجْتَنِبُوا الْخَمْرَ فَاِنَّهَا اُمُّ الْخَبَائِثِ۔ شراب سے بچو۔ وہ تو بدیوں۔ اور پلیدیوں کی ماں ہے۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کل حرام سکر کثیرہ فقلیلہ حرام۔ یعنی جس چیز کی بڑی مقدار نشہ لاتی ہو۔ اُس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔

اسلام کی حرمت خمر شراب اسلام میں ۳ھ کو حرام ہوئی۔ لوگوں نے حرمت کا حکم سُنا۔ تو شراب زمین پر بہادی۔ مٹیاں توڑ دیں۔ مدینہ کی گلیوں میں شراب بہ نکلی تھی۔ جو احسانات عظیم اسلام نے نوع انسان (مسلم و غیر مسلم) پر فرمائے ہیں۔ حرمت خمر کا حکم بھی یکے از انجملہ ہے۔ ورنہ پولوس جیسے بڑے بڑے

شراب اور پولس | لیڈروں کی تعلیم تو یہ رہی ہے۔ کہ سادہ پانی نہیں پینا چاہیے۔ اُس میں تھوڑی سی شراب ضرور ملا لینی چاہیئے۔

اَعْصِرُ خَمْرًا۔ سے انگور مراد ہیں۔ اور انگور کو خمر بقاعدہ بایوول الیہ فرمایا ہے۔ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ قیدیوں نے یوسف علیہ السلام کو احسان کنندہ بتلایا۔ اس کی ایک توجیہ یہ ہے۔ کہ بائیبل میں ہے۔ کہ جیل کے داروغہ نے جیل کا سارا انتظام حضرت یوسفؑ پر چھوڑ دیا تھا۔ یہ ظاہر ہی ہے۔ کہ اس انتظام میں سب قیدی پوری پوری آسودگی و آرام میں رہتے تھے۔

جیل کا انتظام یوسفؑ کے ہاتھ میں تھا

قیدیوں کے خواب! پہلی دفعہ ہے۔ کہ یوسفؑ کے سامنے کوئی خواب تعبیر کے لئے پیش ہوتا ہے۔ یہ پہلا موقعہ ہے۔ کہ یُعَلِّمُکَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ[1] کی بشارت کا ظہور ہو۔

قیدیوں کے خواب

فصل زندان میں تبلیغ توحید اشاعتِ اسلام دعوت الی الحق

تبلیغ خاصانِ خدا کا شیوہ ہے | خاصانِ خدا کا یہ شیوہ ہے۔ کہ وہ تبلیغ اور اشاعت اور دعوتِ اسلام سے نہیں چوکتے۔ جہاں کہیں اور جب کبھی اُن کو کسی ایک شخص کے سمجھانے کا بھی موقعہ مل جاتا ہے۔ تو اُس موقعہ کو ضائع نہیں جانے دیتے۔ یوسف علیہ السلام کی زندگی میں یہ وصفِ عالی جوہر آبدار کی طرح آشکار ہے۔ اور یہ دوسرا موقعہ ہے۔ کہ اُنہوں نے عین موقعہ پر زبان کو تبلیغ کے لئے کھولا۔

یوسف علیہ السلام کے دو وعظ | پہلا وہ موقعہ تھا۔ جب امراۃ العزیز نے هَیْتَ لَکَ (اپنے کام کے لئے بڑھو) جیسا ولولہ خیز جملہ کہہ کر اُن کے جوش شباب

[1] خدا تجھے خوابوں کی تعبیر کا علم سکھلائیگا۔ ۱۲

کو بھڑکانا چاہا تھا۔ اور یوسف صدیق نے فوراً زنا کے خلاف تین زبردست براہین سے اس کا رد فرما دیا تھا۔

اب دوسرا موقعہ یہ ہے۔

اللہ کے صدیق نے دیکھ لیا۔ کہ (۱) قیدیوں کو اُن سے حسن ظن بھی ہوگیا ہے۔ (۲) اور تاویل الاحادیث کے متعلق ان کا کام خاص نبی اللہ ہی کے ہاتھ میں آگیا ہے۔ تو اُنہوں نے اِس موقعہ کو تاڑ کر چاہا۔ کہ اوّل فرضِ تبلیغ کو ادا فرمائیں۔

اس مقصد کو زیرِ نظر رکھ کر ناظرین آیات ذیل کی ترتیب پر پورا تدبّر فرمائیں۔

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا

حضرت یوسفؑ نے کہا۔ جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے۔ اُس کے آنے سے پہلے پہلے میں تم کو وہ تاویل بتا دوں گا۔ جو تمہارے خوابوں کی آئندہ ہونے والی ہے۔

لَا يَأْتِيكُمَا۔ کا تعلق طعام سے اور يَأْتِيَكُمَا کا تعلق تاویل سے ہے۔ [۱]

تُرْزَقَانِهِ۔ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس عہد میں بھی قیدیوں کو سلطنت

قیدی اور خوراک

کی طرف سے کھانا ملا کرتا ہے۔

یوسف علیہ السلام کی تمہید کے فوائد

کھانا آنے سے پہلے پہلے بتلا دوں گا۔ اور وقوع میں آنے سے پہلے تبلا دوں گا۔ یہ دو باتیں یوسف علیہ السلام نے اس لئے فرمائیں۔ کہ وہ شوق صادق اور طلب صحیح کے ساتھ یوسف علیہ السلام کے پاس بیٹھے رہیں۔ اور اُس وعظ سے جو آگے آئیگا۔ ملول ہوکر۔ یا طول وقت

[۱] تاویلہ قبل وقوع ابن کثیر صـ۱۰۲۔

سے افسردہ ہو کر اُٹھ کے نہ چلے جائیں۔

یہ وہ ضروری اصول ہے۔ جو واعظین اسلام کو دورانِ وعظ میں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وعظ میں سامعین کی دلچسپی کا قائم رکھنا ضروری ہے۔

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝

یہ تعبیر بھی اُن علوم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھلائے۔ میں نے تو ان لوگوں کا مذہب چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو آخرت کے منکر ہوتے ہیں۔

میں تو اپنے باپ دادا ابراہیمؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ کے مذہب پر چلا کرتا ہوں۔ ہم کو یہ شایاں نہیں۔ کہ ذرا سا شرک بھی اللہ کے ساتھ کریں۔ اور یہ وہ فضیلت ہے جو خدا نے ہم کو دی ہے۔ یہ وہ فضیلت ہے جو خدا نے سب انسانوں کو دی ہے۔ مگر بہت لوگ ایسے ہیں۔ جو اس فضیلت کے بھی شکر گذار نہیں۔

مِمَّا عَلَّمَنِيْ ۔ فرما کر یوسف علیہ السلام نے رفع دخل فرما دیا۔ کہ کوئی شخص یہ نہ سمجھ جائے۔ کہ زمان مستقبل کی خبر بتلانا کسی انسان کی اپنی صفت ہو سکتی ہے۔ صاف سمجھا دیا۔ کہ تعبیر اللہ نے مجھے بتلا دی۔ میں تم کو بتا دوں گا۔

نفی کی تقدیم

تَرَكْتُ ۔ پہلے ترک کا ذکر کیا۔ کیونکہ جب تک کوئی شخص کفر و شرک کو ترک نہ کریگا۔ تب تک توحید خالص کی دولت حاصل نہ کر سکے گا۔

کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ میں بھی یہی راز ہے۔ کہ اوّل جملہ ماسوا کو تیغ ت ی غ لا کیساتھ قطع کر دے۔ تب گنجینہ اِلَّا اللہ تک رسائی ہو سکتی ہے۔

وَہُمْ بِالْاٰخِرَہ - ان آیات میں بتلایا گیا ہے۔ کہ ایمان بر قیامت بھی ایمان باللہ کی فرع ہے۔ منکر قیامت وہی ہوگا۔ جو منکرِ خدا ہے۔

ایمان بر قیامت

وَاتَّبَعْتَ - یوسف صدیق نے اپنے مذہب کا بیان کرتے ہوئے انبیاء کے مذہب کا حوالہ دیا۔ کہ اقرار توحید کے ساتھ شہادت نبوۃ بھی ضروری ہے۔ ورنہ ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

اقرار توحید نبوت

مِلَّتْ - طریقہ۔ شریعت۔ راہ روشن۔ قرآن میں اس لفظ کا اطلاق صرف سُنّت انبیاء علیہم السلام کے لئے ہؤا ہے۔ بعد میں اس لفظ کا استعمال عام ہوگیا۔ "اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ"

لفظ ملت کا عام و خاص استعمال

اِبْرَاہِیْم - ماں باپ نے حضور کا نام ابرام رکھا تھا۔ ابراہیم الہامی نام ہے۔ اور اس کا ترجمہ اَبٌ رَحِیْم (پدر مہربان) ہے ۲۰۰۱ سنہ قبل مسیح میں پیدا ہوئے۔ ۱۷۵ سال کی عمر پائی۔

ابراہیم علیہ السلام کا ذکر

مجاہد۔ مہاجر۔ (۱) آپ مہاجر بھی ہیں۔ بابل سے فلسطین میں ہجرت کی۔

(۲) آپ مجاہد و غازی بھی ہیں۔ آپ نے کدلا عمر اور اُس کے تین اتحادیوں سے جنگ کی۔ اور اُن کو شکست دی۔ مال غنیمت حاصل کیا۔

بانیٔ کعبہ

(۳) آپ بانیٔ کعبہ مکرمہ ہیں۔ (۴) آپ سب سے پہلے مختون ہیں جن کے ساتھ اللہ نے ختنہ کو علامت عہد قرار دے کر معاہدہ کیا۔

معاہد باللہ

(۵) آپ مناظر بھی ہیں۔ جنہوں نے بادشاہ وقت سے اثبات توحید کے مسئلہ پر بحث کی۔ (۶) آپ ہی نے مناسک حج قائم کئے۔ (۷) آپ ہی نے فرزند کو راہ حق میں ذبح کے لئے چھری کے نیچے لٹایا۔

عمود عالم۔ ناسک۔ مناظر

(۸) آپ کے القاب میں سے "عمود عالم" اور "آدم سوم" ہیں۔
آدم سوم۔ ابو محمد (۹) آپ کی کنیت ابو محمدؐ۔ اور ابو الانبیاء ہے۔

وَاِسْحٰق۔ اس کا لفظی ترجمہ ضاحک ہے۔ ابراہیم علیہ السلام ایک سو سال کے تھے۔ جب حضرت اسحٰق پیدا ہوئے۔ ۴۰ سال کی عمر میں شادی کی شادی سے ۲۰ سال بعد یعقوب اور یعصو دو توام بچے پیدا ہوئے۔ ۱۸۰ سال کی عمر پائی۔ خاموش۔ امن پسند۔ متورع۔ مستغرق الاوقات تھے فلسطین میں آباد رہے۔ اور باپ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

وَيَعْقُوْب۔ لفظی ترجمہ "بعد میں آنے والا" ہے۔ یہ اپنے بڑے بھائی کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے اُن کا نام یعقوب (یا) عاقب رکھا۔ حضرت اسحٰقؑ کی عمر ۶۰ سال کی تھی۔ جب یہ پیدا ہوئے۔ ماموں کے گھر بیاہے گئے۔ وہاں بیس سال رہے۔ پھر وطن کو لوٹ کر آئے۔ پھر عہد یوسفی میں مصر گئے۔ وہاں ۱۷ سال رہے۔ ۱۴۷ سال کی عمر میں مصر میں وفات پائی۔ وہاں سے لاش کنعان لائی گئی۔ یوسف علیہ السلام تدفین لاش کے بعد پھر مصر واپس ہوئے۔ ۲۳ سال تک فراقِ یوسف کا رنج برداشت کیا۔ بعد از فراق ۱۷ سال مصر میں اکٹھے رہے بارہ مشہور بیٹوں کے باپ ہیں۔ ان کا لقب اسرائیل ہے۔ انہی کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی جو وہ اسباط بھی کہلاتے ہیں۔

مَا كَانَ لَنَا اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰه۔ رد شرک میں نہایت زبردست فقرہ ہے۔ یوسف علیہ السلام بتلاتے ہیں۔ کہ خواہ کوئی شخص کتنا ہی بزرگ اور عالی منصب ہو جائے۔ شرک کی اجازت اُسے بھی کبھی نہیں ملتی۔ اب اگر کوئی شخص اپنی بزرگی و عرفان کے زعم میں آکر اپنے

آپ کو عین ذات سمجھنے لگے۔ یا خود کو رب القدوس کا فرزند۔ یا جزو۔ یا صفات توحید و تفرید کا مماثل ٹھہرائے۔ تو وہ اس آیت کی رو سے شرک کرتا ہے۔

۱۸۔ انبیاء کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام ع ۱۰ میں ۱۸ نبیوں کے نام بنام مدح و توصیف فرما کر یہ بھی فرما دیا۔ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یعنی اگر یہ بھی شرک کرتے۔ تو ان کے اچھے اعمال بھی برباد ہو جاتے۔

شرک منافی انسانیت ہے یہاں شرک کے رد میں یہ فرمایا ہے۔ کہ شرک کرنا فضیلت انسانیت کا منافی ہے۔ رد شرک میں یہ عجیب دلیل ہے۔ مشرک لوگ عموماً درختوں۔ پتھروں۔ درند۔ چرند۔ کتا۔ بلی۔ تیتر وغیرہ کی عظمت کیا کرتے حیوانات

مشرکین کن کن چیزوں کے ساتھ شرک کرتے ہیں کی حرکتوں یا آوازوں سے نیک و بد کی فال لیا کرتے ہیں۔ مادی چیزوں کو سجدے کیا کرتے۔ اُن کی منتیں مانا کرتے ہیں۔ یہی حال لوگوں کا قبور اور تماثیل کے ساتھ ہے۔ اگر انسان ذرا غور کرے۔ اور سمجھ لے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کا درجہ بحیثیت انسانیت جملہ مادیات ارضی و سماوی سے برتر و اعلیٰ بنایا ہے۔ تو وہ کبھی اپنے شرف انسانیت کو اس ذلت کے ساتھ تبدیل نہ کرے۔ اور بجز اپنے خالق و رازق مالک و مولےٰ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کے اور کسی کے لئے ایسی تعظیمات بجا نہ لائے۔

عبادتِ اصنام۔ عبادت خاک و آتش۔ عبادت کواکب۔ عبادت قبور عبادت نفس۔ عبادت ہوا و ہوس سب کے سب شرک ہیں۔

شرک کسے کہتے ہیں اب اس قدر بتلانا رہ گیا۔ کہ شرک کسے کہتے ہیں؟ قرآن حمید اور احادیث پاک اور ائمہ اُمت کی مستند کتابوں میں جملہ اقسام شرک پر نہایت مفید مباحث موجود ہیں۔ ہم اس جگہ صرف مناسبت مقام سے اس سوال کا مختصر جواب لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

شرک کی دو صورتیں ہیں۔

شرک کی دو قسمیں

(۱)۔ اگر کوئی شخص کسی بندہ یا کسی چیز میں اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا پایا جانا ثابت کرتا۔ یا ایسی صفت کی موجودگی اُس شخص یا چیز کے اندر ہونا اعتقاد رکھتا ہے۔ تو وہ شرک کرتا ہے۔

(۲)۔ اگر کوئی شخص مخلوق کی صفات میں سے کسی صفت کا اللہ تعالےٰ کے اندر ہونا بتلاتا۔ یا اعتقاد رکھتا ہے۔ تب وہ شرک کرتا ہے۔

قسم دوم کی مثال مسیح اور کرشن کی نسبت اعتقاد رکھنے والوں میں پائی جاتی ہے۔ عیسائی اور ہندو اُن کو خدا و ایشر مانتے ہیں۔

نہایت شرم ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں بھی شرک ہو رہا ہے

قسم اوّل کی مثال میں بہت زیادہ لوگ آلودہ ہیں۔ ہزاروں اشخاص ایسے ہیں۔ جو اپنے اپنے مسلمہ بزرگوں کو سمع و بصر۔ علم و قدرت میں اللہ تعالیٰ کا مساوی خیال کیا کرتے۔ تصرف و اقتدار میں رب العالمین کا سہیم جانتے ہیں۔ اور اس کے ثبوت میں ہزاروں بے اصل کہانیاں بنا رکھی ہیں۔ یہ شرک ادیان باطلہ میں زوروں پر ہے۔ اور ہم کو نہایت شرم و افسوس سے تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں بھی یہ کثرت سے پایا جاتا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک اولیاء خدا کا معتقد کوئی شخص تب ہی ہو سکتا ہے۔ جب اُن بندگانِ خدا کو خدائی طاقتوں کا مالک یا حصہ دار بھی تسلیم کر لیا جائے۔

قرآن مجید پر عدم تدبر

یہ خرابی صرف اس لئے ہے۔ کہ لوگ قرآن حمید کو نہیں دیکھتے نہیں سمجھتے۔ اگر ساری عمر میں کوئی شخص قرآن پاک کا اردو ترجمہ بھی غور و تدبر سے پڑھ لے۔ تو کبھی نجاستِ شرک میں آلودہ نہ رہے۔

یاد رکھو۔ کہ کلام اللہ ہی انسان کو اللہ تعالیٰ کا عرفان عطا کر سکتا ہے

اب ہم پھر تفسیر کی طرف آتے ہیں۔

"اسلوب کلام کو دیکھو کس قدر عالی ہے"

ان آیات میں اسلوب کلام کو دیکھو۔ کہ کس قدر عالی ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام قیدیوں کے سامنے (جو بانتظار تعبیر اُن کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں)۔ اپنا احوال سُنا رہے ہیں۔ مگر اسی اسلوب میں وہ توحید۔ اور نبوت اور رد شرک اور وحی کے مسائل کو بیان فرما گئے۔ اس اسلوب کلام پر ہمارے زمانہ کے داعیین الی اللہ جو تبلیغ اسلام اور وعظ کا مبارک کام کر رہے ہیں۔ پورا پورا غور کرنا چاہیئے۔

"معنی"

يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ

اے زندان کے ساتھیو! بھٹکتے رب اچھے۔ یا اللہ جو یگانہ اور سب پر حکمران ہے۔

"صاحبی السجن کی بلاغت"

صَاحِبَيِ السِّجْنِ۔ صدیق علیہ السلام نے ان قیدیوں کو اپنی ذات کی جانب مضاف نہیں کیا۔ بلکہ سجن کی طرف کیا۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ ان قیدیوں کا تعلق نبی اللہ کے ساتھ ایمانی نہ تھا۔ صرف بندش زندانی کا تعلق تھا۔ اگر یہ لوگ ایمان لائے ہوئے ہوتے۔ تو صرف صَاحِبَيَّ فرماتے۔ اور ایسا فرمانا اُن کے لئے موجب صد افتخار و عزت ہوتا۔ یہ شرف کلام الٰہی میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کے لئے خاص ہے۔ اور کوئی دوسرا اس شرف میں شامل نہیں۔ انہی کی شان میں ہے۔ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ (جب نبیؐ اپنے صاحب سے کہہ رہا تھا)۔

ارباب۔ رب کی جمع ہے۔ سورہ یوسفؑ پر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اُس زمانہ میں ہر ایک نوکر یا غلام اپنے آقا کو رب کہہ کر بلایا کرتا تھا۔[1]

---

[1] ڈیرہ اسمٰعیل خان میں افغانوں کا ایک قبیلہ اُس کا ہر فرد ارباب کہلاتا ہے دوست آشنا اُسے اسی طرح بلاتے ہیں۔ یعنی نام سے پہلے بجائے خانصاحب شیخصاحب۔ مسٹر وغیرہ کے ارباب فلاں کہتے ہیں۔ اسے ترک کرنا چاہیئے ۱۲۔

اہل شرک نے کس کس کو رب بنا رکھا ہے

جیسا کہ اب بھی ہندو ایران میں ہزاروں شرک آلودہ لوگ اپنے اپنے افسر کو خداوند یا خدائیگان کہا کرتے ہیں۔ یا پنجابی والے ہر ایک افسر کو ان داتا (رزق دہندہ) بولا کرتے ہیں۔ اس عادت کو لوگوں نے مذہب میں بھی داخل کر لیا ہے۔

کسی نے وشنو۔ کسی نے برہما۔ کسی نے مہادیو۔ کسی نے ابو الہول۔ کسی نے تیان چینی۔ کسی نے غول بیابانی۔ کسی نے عارف عراقی۔ کسی نے سلطان الہند رح۔ کسی نے ابدال شامی۔ کسی نے اوتاد مصری کو غرض مختلف ملکوں میں ہر ایک شخص نے اپنے اپنے تعلق و محبت۔ اور اپنے اپنے میلان طبعی کی مناسبت سے جملہ اختیاراتِ خدائی کسی نہ کسی مخلوق کو ضرور دے رکھے ہیں۔ انہی کو آیت میں اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ فرمایا گیا ہے۔

واحد - وہی ہے۔ جو مالک وحدت ہے۔ جس کی توحید عین ایمان ہے

واحد ہونا مالک وحدت ہونا

جب کوئی شخص بہ نگاہ عبرت و خبرت جملہ کارگاہ عالم کی حقیقت معلوم کریگا۔ تو اُسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ جملہ اشیاء کا وجود دو چیزوں کے التصاق کا نتیجہ ہے۔ (آدم علیہ السلام بھی اسی کلیہ میں شامل ہیں جن کی خلقت ماء و طین سے ہوئی) پس واحد حقیقی رب العالمین

جملہ مخلوق کی پیدائش دو چیزوں سے ہے

ہی ہے۔ اور اسی لئے لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہونا اُس کا لازم ہے۔ اس مقام کے دقیق مباحث کو یہاں ترک کر دیا جاتا ہے اس قدر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ فلاسفروں کا مشہور مقولہ بالکل غلط ہے ۔ کہ الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد۔

قہار۔ قہر کے معنی غلبہ ہیں۔ اور قاہر اللہ تعالےٰ کے اسماء حسنےٰ میں سے ہے۔ وَھُوَ الْقَاھِرُ فَوْقَ عِبَادِہٖ (وہ اپنے سب بندوں پر غالب ہے) قہار

اُسی کا مبالغہ ہے۔ یعنی وہ پاک ہستی جس کا قبضہ تام اور غلبۂ کامل جملہ مخلوقات پر ہے۔

منقسم خدائی کے حصہ دار یا خدائے یگانہ و توانا و قہار

اس آیت میں یوسف علیہ السلام نے مخاطبین کے فہم و دانش کے سامنے ایک صاف بات کو رکھ دیا ہے۔ وہ خود ہی سوچ کر بتلادیں۔ کہ منقسم خدائی کے حصہ دار بہتر۔ یا یگانہ و توانا معبود جو سب پر غالب سب سے برتر ہے۔ بہتر۔ لوگو تم نے اپنی اپنی پسند کے موافق اپنے بزرگوں کو خدائی اختیار تو دیئے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ غنیمت ہے۔ کہ خدا میں ان طاقتوں کے ہونے کا انکار تم کو بھی نہیں۔ اور اندریں صورت بتلاؤ۔ کہ پھر اُن کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔

بطلان شرک کی ایک اور دلیل

قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر ہے۔ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا۔ اگر آسمان و زمین میں خدا کے سوا کوئی اور بھی معبود ہوتے۔ تب زمین و آسمان برباد ہو گئے ہوتے۔ یہ دلیل بھی بڑی زبردست ہے۔ لیکن آیت زیر بحث میں دلیل کو ایک نئی ہی اسلوب بدیع سے بیان فرمایا گیا ہے۔ اور یہ شان کلام رحمٰن ہی کی ہے — کہ

قرآن مجید میں اسالیب متنوعہ میں محاسن جدیدہ موجود ہیں

اسالیب مختلفہ۔ اور الفاظ متنوعہ میں معارف عالیہ کو ایسے انداز۔ ایسے پیرایہ سے بیان کیا جائے۔ کہ ہر ایک کی شان میں نئے نئے محاسن نظر آتے ہوں۔

مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ

اللہ کے سوا تم جن جن چیزوں کی پوجا کرتے ہو۔ وہ تو خالی نام ہی نام ہیں۔ جو تم نے یا تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے تو اُن کی بابت کوئی سند نہیں اُتاری۔

سُلطان - اصل مادہ سلط ہے۔ جس کے معنی طاقت و قدرت ہیں۔ سلیط مرد زباں آور (یہ صفت ہے۔ یا زن زبان دراز۔ (یہ ذم ہے)۔

سُلطان کسی کا دائرۂ اثر۔ حدیث میں ہے لَا یُؤمِنُ الرجل الرجلَ فی سلطانہ۔ (کسی امام کے دائرۂ اثر میں جاکر دوسرے کو امامت نہیں کرانی چاہیئے)

لفظ سلطان کے معنی سلطان بمعنی دلیل و حجت۔ یہی مراد ہے۔

سلطان۔ صاحب حکومت۔ حدیث میں ہے۔ تصیب اُمتی من سلطانھم شدائد لا یخجونہ۔ پہلا شخص جو تاریخ میں سلطان کے نام سے موسوم ہوا۔ وہ محمود بن سبکتگین رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

فرضی ناموں کے دیوتا اس فقرہ میں یوسف علیہ السلام نے اُن باطل معبودوں کی جو اُس وقت مصر میں پوجے جاتے تھے۔ بیخ کنی فرمائی۔ اور بتلادیا۔ کہ یہ دیوتا اور دیویاں فرضی نام ہیں۔ دنیا میں کوئی مسمی ان کا نہ تھا۔

مشرکین اپنے معبود خود بناتے ہیں یہی حال کل دنیا کا ہے۔ کسی درخت یا پتھر یا پہاڑ کی چوٹی یا غار کی گہرائی۔ یا چشمہ یا دریا پر کسی دیوتا۔ کسی بھاکر۔ کسی جن۔ کسی عامل۔ کسی بزرگ کا نام رکھ دیتے ہیں۔ اور پوجا شروع کر دیتے ہیں۔ فرضی قبریں بنائی جاتی ہیں۔ اور کسی بزرگ سے منسوب کر دیتے ہیں۔ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ سُلْطَانٍ۔ نے بتلادیا۔ کہ اثبات شرک کے متعلق کوئی دلیل عقلی یا نقلی مل

جواز شرک پر کوئی علمی دلیل موجود نہیں ہی نہیں سکتی۔ اب جو کوئی جواز شرک کے مسئلہ پر خدا پرستوں کے ساتھ بحث کریگا۔ وہ اپنے ہی ناقص فہم۔ یا شیطانی الہام سے بات کریگا۔ خدا نے تو جواز شرک کی کوئی دلیل پیدا ہی نہیں کی۔

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ط حکم تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔

حکم دینے کی شان صرف اللہ ہی کی ہے" یہ فقرہ پہلے فقرہ کو مضبوط بناتا ہے۔ اور دلیل کو قوی کرتا ہے۔ شرک کرنے والے اکثر اسی اُمید۔ اسی گمانِ فاسد پر غیر اللہ کی پوجا نذر و نیاز کیا کرتے۔ اُن کو پکارا کرتے۔ اُن کو حاجت روا و مشکل کشا سمجھا کرتے ہیں۔ کہ وہ اُن کے مقاصد کو پورا کر دیں گے۔ اُن کی مشکلات کو کھول دینگے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ گمان اُس وقت صحیح ہو سکتا تھا۔ جب کسی کے ہاتھ میں کچھ اختیار بھی ہوتا۔ کوئی شخص کوئی حکم دینے کا مجاز بھی ہوتا۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے۔ کہ حکم دینے کی طاقت تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے۔

اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۔ اللہ نے حکم دیا ہے۔ کہ اور کسی کی عبادت نہ کرو صرف اللہ ہی کی عبادت کرو۔

پہلی آیت میں بتلایا تھا۔ کہ حکم دینے کی شان صرف مالک انس و جان کی ہے۔ اب اپنا حکم بھی بتلا دیا۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ عبادت صرف اللہ کی کرو۔ دوسرے کی عبادت نہ کرو۔ سورۂ فاتحہ میں بھی جسے ہر ایک نمازی دن میں چالیس بار ضرور پڑھ لیتا ہے۔ یہی سکھلایا گیا ہے۔ اور ہر ایک بندہ خدا کی حضور میں اسی اقرار کے ساتھ حاضر ہوتا ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (ہم تو خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں ہم تو خاص تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔) اُس مسلمان کی حالت پر بہت ہی افسوس ہے کہ خدا کے سامنے جائے۔ تو ایسا اقرار و اظہار کرے۔ اور دربار سے باہر آئے تو پھر غیر کی عبادت و استعانت میں مبتلا ہو جائے۔

ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ سیدھا مضبوط راستہ دین کا یہی ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

دین - - - طریقہ - زبان شرع میں - وہ طریقہ - جس سے عبادتِ الٰہی کی جاتی ہے - قرآن مجید میں ہے - اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ - (اللہ کے نزدیک اسلام ہی وہ صحیح طریقہ ہے - جس کے مطابق بندوں کو چلنا چاہیئے) -

دین کے معنی

دین القیم - وہ محکم دین - جو رب واحد کا ہمیشہ سے اور ہمیشہ کے لئے واحد دین رہا ہو - جس کا انکار کوئی صاحبِ فطرۃِ سلیم نہ کرسکے - وجود باری تعظیم خالق - جزا و سزائے اعمال - سلسلہ وحی و نبوت - یہ ایسے اصول محکم ہیں - کہ دنیا میں خواہ ہزاروں - لاکھوں مذاہب موجود ہیں - تاہم اگر ہر ایک متمدّن یا وحشی اقوام کے عقائد کا تجزیہ کیا جائیگا - تو اُس میں مندرجہ بالا اصول ضرور مل جائینگے - اگرچہ اُس مذہب باطلہ میں اِس سچے اصول کی مثال ایسی رہ گئی ہو جیسے کیچڑ میں پانی - اب ان اصولوں کو جب اصل واحد کی طرف لایا جائے گا - تو یہی رہ جائیگا - کہ لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ یاد رکھو - کہ توحید دین قیم ہے - اور ردِ شرک دین محکم ہے - یوسف علیہ السلام کا یہ وعظ جو کلام اللہ کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے - ایسا زبردست ہے جس نے شرک کو بالکل میٹ دیا - اور فنا کردیا ہے - اب کوئی شخص بھی جس میں فہم کا ذرا سا مادہ بھی ہوگا - کبھی شرک کا روادار نہ ہوگا -

دین القیم

سچے مذہب کے اصول سب جگہ ملینگے

توحید خالص کا حکم

ہر ایک مومن کو لازم ہے - کہ وہ ہمیشہ اپنے عقائد و اعمال کو ان آیات کے سامنے پیش کیا کرے - اور دیکھ لیا کرے - کہ کیا وہ اسی دین قیم کا پابند ہے - اس میں کوئی نقص یا کمی تو واقع نہیں ہوئی - اگر اپنے آپ کو ایسا ہی پائے - تو ہادیٔ برحق کا شکر بجالائے - لیکن اگر ذرا بھی تفاوت معلوم ہو - تو جلدی سے اِدھر

مومن کو لازم ہے ہمیشہ اپنے عقائد کی پڑتال اس حکم الٰہی سے کرتا رہے"

رجعت کرے۔ توبہ و استغفار سے تلافیٔ مافات کرے۔

مسلم اور جھوٹی تاویلیں

مسلم کی یہ شان نہیں۔ کہ اپنے غلط افعال و کردار کے صحیح ثابت کرنے میں دور و دراز کی تاویلیں کیا کرے۔ اور جھوٹ موٹ کے حیلے بہانے ڈھونڈے مسلم کی شان تو یہ ہے۔ کہ رب العالمین کے بتلائے ہوئے دین محکم پر قائم ہو جائے

يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا وَأَمَّا الْآخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَأْسِهِ

اے میرے زندان کے ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلائیگا۔ اور جو دوسرا ہے وہ صلیب پر لٹکایا جائیگا۔ اور پرندے اُس کے سر کو نوچیں گے۔ اور کھائیں گے۔

تعبیر خواب

رَبَّہٗ۔ اُس زمانہ میں غلام اپنے آقا کو رب کہا کرتے تھے۔ یوسف علیہ السلام نے اُنہی کی زبان کا استعمال فرمایا۔ اور رَبَّہٗ بطور عَلَم کہا۔ عَلَم میں معنی کا لحاظ نہیں ہوتا۔

ربہ کہنے کی وجہ

صَلِیب۔ ایک لکڑی کو زمین پر گاڑتے۔ پھر اُس کی ۹-۱۰ فٹ کی بلندی پر اُس میں دوسری لکڑی لگاتے۔ (متقاطع ترچھی) اُس کا نام صلیب ہوتا۔ آڑی لکڑی کے ساتھ مجرم کے دونوں بازؤں کو باندھ دیتے۔ اور لمبی لکڑی کے ساتھ مجرم کے جسم کو۔ اور بعض اوقات ہاتھوں اور ٹانگوں میں میخیں بھی ٹھونک دیتے۔ اور پھر مجرم کو مرجانے کے لئے چھوڑ دیتے بھوک۔ پیاس۔ اور زخموں کی شدّت سے مجرم بے چارہ مرجایا کرتا تھا۔ یہ قتل کی وحشیانہ صورت اور نہایت درجہ سنگ دلی کا نمونہ تھا۔

صلیب کیا ہے

تصلیب مسیحؑ کے واقعہ سے یہودیوں عیسائیوں کے دو متضاد نتیجے"

عیسائیوں کا دعویٰ اور ایمان ہے کہ مسیح کو یونانی حاکم نے یہودیوں کی درخواست پر ایسی ہی لکڑی

پر لٹکایا تھا۔ اب عیسائی صلیب کی شکل کو اپنے ساتھ رکھنا یُمن و برکت کا موجب سمجھتے ہیں۔

مسیحؑ کو صلیب پر لٹکائے جانے کا واقع یہودیوں میں بھی مسلّمہ ہے وہ نہایت شوخی سے کہا کرتے ہیں۔ کہ مسیح لعنتی ہے۔ کیونکہ وہ صلیب پر لٹکایا گیا۔ اور توراۃ میں ہے کہ جو صلیب پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔

قرآن مجید اور نفی تصلیب

عیسائی نہایت فخر و اطمینان سے کہا کرتے ہیں۔ کہ مسیح ؑ صلیب پر لٹکا گیا۔ اس لئے کہ اُس نے گنہگار عیسائیوں کے گناہ اپنے اوپر لے لئے تھے۔ قرآن مجید نے اسی لئے واقعہ تصلیب کی نفی فرمادی۔ تاکہ یہودیوں کا ادعائے باطل اور عیسائیوں کا زعم باطل آشکار ہو جائے۔ قرآن مجید میں ہے۔ وَمَا صَلَبُوْهُ (مسیح ؑ کو صلیب پر نہیں لٹکایا گیا)

عیسائی اگرچہ آج صلیب کے نشان کو حضرت مسیح ؑ کے واقعہ سے منسوب کر کے اُس کا استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اُن کا یہ خیال بھی غلط ہے۔

صلیب اور نقطۂ اعتدال سبعی اور متھرا ازم والوں کا نشان

مورخین بخوبی واقف ہیں۔ کہ نشان صلیب کا استعمال بطور نشان مقدّس حضرت مسیح ؑ کی ولادت سے بھی سینکڑوں سال پیشتر "متھرا ازم" میں موجود تھا۔ اس مذہب میں سورج کی پوجا کی جاتی تھی۔ اور صلیب کا نشان دائرہ فلکی کے خطوط طولانی و عرضی کے جائے اتصال کو جب کہ آفتاب نقطۂ اعتدال پر ہوتا ہے نمایاں کرتا تھا۔

قسطنطین اوّل جب داخل عیسائیت ہؤا۔ تو وہ اپنے ساتھ اپنے مذہب قدیم کی بھی بہت سے رسوم لایا تھا۔ نشان صلیب اور اتوار کی حُرمت بھی اُنہی گمراہ کن رسوم میں سے ہیں۔ انگریزی میں یکشنبہ کو سَنْ ڈے۔ اور ہندی میں ایت وار کہتے ہیں۔ سَنْ اور اَیْت کے معنی سورج ہیں۔

یورپ قبل از عیسائیت سورج پرست تھا"

یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ متحرا ازم عیسائیت سے بہت پہلے روما و انگلستان و فرانس کا مذہب تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسی اشیاء کا استعمال ناپسند فرمایا کرتے جس پر صلیب بنی ہوئی ہو۔ اس لئے یورپ کا مال خریدتے وقت احتیاط سے دیکھ لو۔ کہ اس پر صلیب تو بنی ہوئی نہیں۔

تصلیب کا رواج قدیم

معلوم ہوتا ہے۔ کہ صلیب پر لٹکانے کی رسم مصر میں بہت دیر سے جاری تھی۔ فرعون نے بھی ساحروں سے کہا تھا۔ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ (یعنی تم کو درختوں پر لٹکا دوں گا)۔

اس آیت میں یوسف علیہ السلام کے آداب مصاحبت پر غور کرو۔ یہ نہیں فرمایا۔ کہ تو ساقی بنے گا۔ اور تو پھانسی پائیگا۔ کیونکہ اس میں صلیب پانے والے کی سخت دل شکنی تھی۔

انبیاء کے اخلاق کریم

بیشک انبیاء علیہم السلام کے اخلاق ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ ہم کو بھی لازم ہے۔ کہ کسی شخص کو اس کے عیوب اس طریق سے نہ جتایا کریں جس سے اسے شرمساری لاحق ہو۔

قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ط

جو تم نے پوچھا۔ اس میں یہی حکم ہے۔

امام سفیان ثوری کی روایت

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ۔ اور محمد بن فضیلؒ نے اپنے اپنے اسناد کے ساتھ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ جب یوسف علیہ السلام نے یہ تعبیر سنادی۔ تو قیدی بولے۔ کہ ہم نے تو کچھ نہیں دیکھا تھا۔ تب یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ کہ اللہ پاک کے ہاں سے یہی فیصلہ ہو چکا ہے۔ بائیبل میں ہے۔ کہ تیسرے دن بادشاہ کی سالگرہ

تھی۔ ساقی عہدہ پر بحال ہوا۔ دوسرا جو نان پز تھا۔ وہ صلیب پر لٹکایا گیا۔

خواب ربیعہ اور تعبیر فاروقؓ

کتاب الاستیعاب میں ہے۔ کہ ربیعہ بن امیہ بن خلف نے عمر فاروقؓ کو اپنا خواب سنایا۔ کہ وہ پہلے تو ایک سرسبز و شاداب وادی میں چلتا رہا اور پھر ایک صاف چٹیل میدان میں جا نکلا۔ اسی میدان میں چل رہا تھا۔ کہ آنکھ کھل گئی۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تو اسلام میں داخل ہوگا۔ اور پھر مرتد بنے گا۔ اور پھر کفر ہی میں مرجائیگا" وہ بولا کہ میں نے تو کچھ بھی نہیں دیکھا۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی یہی آیت پڑھی۔ قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ۔ یہی ہوا۔ کہ وہ مسلمان بنا۔ پھر جب دیکھا کہ مسلمان رہ کر شراب نہیں پی سکتا۔ تب نصرانی بن گیا۔ اور اسی مذہب میں تھا۔ کہ مرگیا۔

تعبیر کے متعلق ایک روایت

مسند امام احمدؒ میں معاویہ بن جیدہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ اَلرُّؤْيَا عَلَى رِجْلِ طَائِرٍ مَالَمْ تُعَبَّرْ۔ خواب جس کی تاویل نہ کی گئی ہو۔ وہ ایسی چیز ہے۔ جو پرندہ کے پنجہ میں ہو۔ تعبیر کردی۔ تو گر پڑی۔

فصل رہائی کیلئے یوسف علیہ السلام کی ایک تدبیر

"اس تدبیر کا احسان فراموش کی غفلت سے سرسبز نہ ہونا"

وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ

ان دونوں میں سے ایک کو جس کی رہائی کا گمان تھا یوسفؑ نے کہا۔ کہ اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کرنا۔ مگر شیطان نے اسے بادشاہ کے پاس ذکر کرنا بھلا دیا۔ اور یوسف چند سال تک زندان میں رہا۔

ظَنَّ ۔ شخص اور شے کے متعلق استعمال میں اس کے معنی مختلف ہوتے ہیں جب لفظ ظن کسی شخص کے متعلق مستعمل ہو۔ تو اُس کے معنی بدگمانی ہوتے ہیں۔ اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ (لوگوں پر بدگمانی سے بچو) يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ۔ (س ۲ ع ۱۶) اللہ تعالیٰ کی نسبت بیہودہ جاہلانہ بدگمانیاں کرتے تھے۔

ظن متعلق بشخص و شے کے معنی

جب ظن کا استعمال کسی شے کے متعلق ہو۔ تو وہاں گمان نیک اور ایقان مراد ہوتا ہے۔ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ (توبہ۔ ع ۱۴) انہوں نے یقین کر لیا۔ کہ اللہ کے سوا اور کہیں ٹھکانہ نہیں۔

بعض اوقات لفظ ظن عام معنی میں ہوتا ہے۔ اُس وقت وہ طرف راجح کا اظہار کرتا ہے۔ آیت زیر تفسیر میں گمان نیک کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔

تدبیر یوسفی یوسف علیہ السلام نے رہائی پانے والے اور ساقیٔ شاہ بننے والے کو اپنا ذکر بادشاہ سے کر دینے کے لئے فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ

قیدیوں کے اپیل کا ضابطہ اُس زمانہ میں قیدیوں کے واسطے اپیل کرنے کا کوئی ضابطہ نہ تھا۔ جس ظالم افسر نے چاہا کسی ناکردہ گناہ کو پکڑا۔ قید میں بھیج دیا۔ نہ میعاد مقرر ہے۔ نہ عذر و فریاد کرنے کا کوئی چارہ کار ہے۔

یہ ایک حسن اتفاق تھا۔ کہ صدیق علیہ السلام کو ایک ایسا قیدی مل گیا تھا۔ جو رہائی پا کر قرب شاہ میں بھی جانے والا تھا۔ اور وہ حضور کا مرہون احسان بھی تھا۔ اللہ کے نبیؑ نے اس حسن اتفاق سے فائدہ اُٹھایا۔ اور اپنے متعلق ذکر کر دینے کی اُسے ہدایت فرمائی۔

یوسف علیہ السلام کا فعل سبق آموز ہے یوسف علیہ السلام اپنے اس فعل سے ہمارے لئے یہ سبق چھوڑ گئے۔ کہ جب کسی شخص کو اپنی بہبود و سود کا کوئی موقعہ ہاتھ لگے

تو اُسے ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ لوگ اس نکتہ کو نہیں سمجھتے۔ بلکہ وہ کہا کرتے ہیں کہ یوسفؑ کا ایسا کرنا توکل کے خلاف اور رضا بر قضا کے مخالف تھا۔

حدیث کی تضعیف لیکن ایسا سمجھنا بالکل غلط ہے۔ ممکن ہے۔ کہ یہ غلطی اس روایت کی وجہ سے ہوئی ہو۔ لَوْلَمْ یَقُلْ یعنی یوسف علیہ السلام الکلمۃ التی قال الخ۔ یعنی اگر یوسف علیہ السلام وَاذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ کا پیغام نہ کہتے۔ تب وہ اتنے برس تک زندان میں نہ رہتے۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ روایت حد درجہ ضعیف ہے۔ اس روایت کے جملہ طرق میں سفیان بن وکیع آتا ہے۔ جو ضعیف ہے۔ نیز ابراہیم بن یزید الجوزی بھی آتا ہے۔ جو ضعیف تر ہے۔

قرآن میں اسقاط اسباب کا حکم نہیں اگر کوئی شخص قرآن حمید کو بغور پڑھے۔ اور کتاب مجید پر تامل کرے۔ تو اُسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اسقاط اسباب اور ترکِ تدبیر کا حکم کسی جگہ بھی نہیں آتا۔

قوانین کونیہ و اسباب مسبب الاسباب نے تو طُرق متنوعہ اور اسالیب بدیعہ کے ساتھ یہ ظاہر فرمایا ہے۔ کہ قوانین کونیہ اور احکام شرعیہ اور اصول ثواب و عقاب مرتب بر اسباب ہیں۔

قرآن میں بیان اسباب کے طریقے بیان اسباب کے متعلق قرآن مجید میں مفصلہ ذیل طریقے کھلے طور پر واضح فرمائے گئے ہیں۔

کبھی آل یا سبب سے ذکر فرمایا۔ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا۔ پانی کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کیا۔

کِتَابٌ اَنْزَلْنَاہُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ۔ ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی تاکہ تو لوگوں کو نکالے۔

کبھی امر و نہی کے مقتضی کا بیان فرمایا۔ وَذَالِکَ جَزَاءُ الظّٰلِمِیْنَ ظالموں کی جزا

یہی ہے۔ وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ۔ نافرمانوں کے سوا اور کو بدلہ نہیں دیا جاتا
کبھی جزاء اعمال کو سمجھایا۔ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ
یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے اُن پر چیزیں حرام کی گئیں۔

اِن آیات اور ان کے اشباہ و نظائر پر غور سے معلوم ہو جائیگا — کہ قرآن مجید نے جابجا بیان اسباب۔ ذکر اقتضا میں۔ صراحت علت اور وضاحتِ سبب فرمائی ہے۔ پس ترک اسباب ایک ایسا مذہب ہے جس کا بطلان حس و نظر۔ عقل و فطرت۔ اور تعلیم الٰہی سے بخوبی ہوتا ہے۔

اس مدعا پر احادیث صحیحہ بھی بکثرت پائی جاتی ہیں۔ حدیث میں ہے قالوا یا رسول اللہ أفلا ندع العمل ونكل على كتابنا۔ قال لا۔ اعملوا۔ لوگوں نے کہا۔ اے رسول خدا کیا ہم عمل کرنا نہ چھوڑ دیں۔ اور اپنے اپنے نوشتہ پر بھروسہ نہ کریں۔ فرمایا ایسا نہ کرو۔ بلکہ عمل کیا کرو۔

احادیث صحیحہ سنن میں صحابہ کا یہ سوال بھی ملتا ہے کہ کیا ادویہ و رقیہ کا استعمال تقدیر الٰہی کو بدل دیتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ هِيَ مِنْ قَدَرِ اللهِ ان اشیاء کا استعمال بھی تو تقدیر الٰہی ہی میں سے ہے۔

عمر فاروقؓ و امین الامۃ و طاعون بایام طاعون امیر المؤمنین عمر فاروق رضؓ نے امین الامۃ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا۔ کہ فوج کا کیمپ بدل دیا جائے۔ اور انہوں نے یہ شک ظاہر کیا تھا۔ أَنَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللهِ۔ کیا تقدیر الٰہی سے فرار کیا جائے۔

عمل بر تقدیر نہ منافی تقدیر ہے نہ توکل کے متضاد تب امیر المؤمنین نے فرمایا تھا۔ أَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللهِ إِلَى قَدَرِ اللهِ۔ ہاں میں تقدیر الٰہی سے تقدیر الٰہی ہی کی جانب جاتا ہوں۔ المختصر اسباب و تدبیر کا عمل میں لانا منافیٔ تقدیر نہیں اور توکل کے متضاد نہیں۔ اہل توکل وہ ہیں۔ جو اسباب و تدابیر کرتے

اہل توکل کون ہیں ہیں۔ مگر اُن پر اعتماد نہیں کرتے۔ اُن کا اعتماد اور وثوق و اطمینان قلب و سکینہ تو مسبب الاسباب ہی پر ہوا کرتا ہے۔

یوسف علیہ السلام کا فعل سنن مہدی میں سے ہے | یوسف علیہ السلام کا اس رہائی پانے والے اور شاہ تک پہنچنے والے قیدی سے اپنی بات کو کہنا ایک تدبیر اور سبب تھا۔ اور اُن کا یہ فعل اُن سنن مہدی میں سے ہے۔ جس پر جملہ انبیاء کرام گام زن رہے ہیں۔

جنگ بدر، احزاب، حنین، حدیبیہ میں بعض تدابیر کا ذکر | نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قبل از جنگ بدر۔ مکہ کے راہوں پر فوجی دستے بھیجنا اور قریش کے ارادوں سے علم حاصل کرتے رہنا بھی ایک تدبیر ہی تھا۔

جنگ احزاب میں خندق کا کھودوانا بھی ایک تدبیر ہی تھا۔

جنگ حنین میں فراہمی اسلحہ کے لئے اہل مکہ سے بھی سلاحات کا جمع کرنا ایک تدبیر ہی تھا۔

صلح حدیبیہ میں من محمد رسول اللہ کی جگہ من محمد بن عبداللہ لکھنے کی اجازت فرما دینا بھی انعقاد صلح کے لئے ایک تدبیر ہی تھا۔

الغرض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک سے ایسے بیسیوں واقعات کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔

جو کوئی شخص توکل کے معنی ترکِ تدبیر سمجھتا ہے۔ وہ توکل کے معنی ہی سے بے خبر ہے۔

ساقی نے کیا کیا | اب اُس شخص کی سنو۔ وہ زندان سے نکل کر بادشاہ کا ساقی بن گیا۔ دنیا کی ہوا لگتے ہی یوسف علیہ السلام جیسے پاک منش کی یاد نہ رہی۔ وہ صدیق کی تعلیم۔ حضور کے اخلاق۔ حضور کے احسانات کو یکبارگی بھول گیا۔ اور اُس نے پھوٹے منہ سے بادشاہ کے پاس ذکر بھی نہ کیا۔

شراب کا اثر قوی دماغی پر یہ ظاہر ہے۔ کہ جو شراب پلانے کی خدمت شاہی پر مامور ہوتا ہے۔ وہ خود مدمن شراب (شراب کا عادی ہوتا ہے۔ شراب پینا عمل الشیطان ہے۔ اور جملہ قوای دماغی واخلاقی کا ستیاناس کرنے والا ہے۔ اس لئے رب العالمین کا ارشاد صحیح ہے۔ کہ شیطان نے اُسے بھلا دیا۔ مجاہد وابن اسحٰق

انسہ الشیطان کی ضمیر بجانب ساقی ہے۔ قرآن و بائیبل" وغیرہ ائمہ کا مذہب یہی ہے۔ کہ اَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ کی ضمیر ساقی کی طرف ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۲۰۵) بائیبل ۴۰ ۱۳ میں ہے۔ پھر سردار ساقی نے یوسف کو یاد نہ کیا۔ بلکہ اُسے بھول گیا"

بعض مفسرین نے لکھ دیا ہے۔ کہ ضمیر کا مرجع یوسف علیہ السلام کی طرف ہے۔ مگر یہ معنی غلط ہیں۔ اس معنی کی تائید میں ایک روایت ابن جریر میں بیان کی گئی ہے۔ مگر اُس روایت میں ایک تو سفیان بن وکیع ہے۔ وہ ضعیف ہے۔ دوم ابراہیم بن یزید جوزی ہے۔ وہ اضعف ہے ایسی روایت کا یہ درجہ نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک اصولی مسئلہ کو طے کر سکے۔

اس معنی کے غلط ہونے پر قرآن مجید سے دو دلائل بیان کئے جا سکتی ہیں۔

اوّل۔ قرآن مجید میں آگے چل کر آتا ہے۔ وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ قیدی کو دیر کے بعد وہ بات یاد آئی۔ ظاہر ہے کہ یاد آنا بھولنے والے کے لئے ہوتا ہے۔

دوم۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا تھا۔ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ میرے بندوں میں تیرا کچھ قابو نہ چلیگا۔

غرض مطلب آیت یہ ہوا۔ کہ بادشاہ کو خبر تک نہ ہوئی۔ کہ ایک مظلوم۔ بے گناہ۔ پاک منش جیل میں پڑا ہے۔

ساقی۔ عزیز۔ امراۃ العزیز۔ رہائی یوسف کا ذکر نہ کرنے کی وجہ

ساقی خود شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہو گیا۔
عزیز مصر کو کیا ضرورت تھی۔ کہ یاد کرتا۔ اُس کے ظالمانہ حکم سے تو حضرت صدیق علیہ السلام جیل میں پہنچے ہی تھے۔
امراۃ العزیز کو کیا غرض تھی۔ کہ ایسے عصمت پرور۔ اللہ سے ڈرنے والے بندہ کی خبر لیتی۔ جو اُس کی جہنمی خواہش میں اُس کا شریک نہ بنتا تھا۔

بضع سنین۔ بضع ۳ سے ۹ تک کے لئے آتا ہے۔ اکثر مفسرین کا اتفاق اس پر ہے۔ کہ یوسف صدیق ؑ زندان میں سات سال تک رہے تھے۔ اور چونکہ عمر چاہ میں گرانے کے وقت ۱۷ سال تھی۔ اور وزارت کے وقت ۳۰ سال۔ اور مدت قید ۷ سال۔ تو یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ عزیز کے گھر میں یوسف علیہ السلام کا قیام ۶ سال تک رہا تھا۔ واضح ہو۔ کہ بضع سنین کا لفظ سورہ روم میں بھی آیا ہے۔ جہاں بطور پیشگوئی مبلایا گیا ہے۔ کہ رومیوں کو شکست ہو گئی ہے۔ مگر وہ بضع سنین میں پھر غالب ہو جائیں گے۔ اس پر ابی بن خلف نے سیدنا ابو بکر صدیق رض سے مناحبت (شرط) کی کہ اگر رومیوں کو ایرانیوں پر ۹ سال میں فتح ہو گئی۔ تو ابو بکر رض ۱۰۰ اشتر لے لیں گے۔ اور اگر فتح نہ ہوئی۔ تو اُبی لے لے گا۔ ساتویں سال اللہ تعالیٰ نے رومیوں کو فتح دی۔ اور صدیق رضی اللہ عنہ نے اُبی ملعون کے ضامن سے شرط کے اونٹ وصول کر لئے۔ اور صدقہ میں دیدیئے۔ اُس وقت خود اُبی بدر میں ہلاک ہو چکا تھا۔

قرآن مجید۔ مناحبت صدیق رض بن خلف۔ شرط کا بیان

اس واقعہ میں چونکہ قرآن مجید کی صداقت اور پیشگوئی کے پورا ہونے کا ذکر ہے۔ اس لئے اسے یاد رکھنا چاہیئے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ شرط

جیتنے کا زمانہ ۱۲ھ ہجری کا ہے جب کہ شرط لگانا منع نہ ہوا تھا۔

یہ واقعہ جواز سود کی دلیل نہیں ہمارے زمانہ کے لوگ صدیق رضی اللہ عنہ کے فعل کو جواز سود کی دلیل میں پیش کیا کرتے ہیں۔ لیکن اس واقعہ سے ایسا استدلال نہیں ہوسکتا۔

وجہ اوّل اس لئے کہ (۱) حرمتِ ربا کے احکام ۹ھ کو جاری ہوئے۔ اور یہ واقعہ ۱۲ھ کا ہے۔

وجہ دوم (۲) صدیق اُمّت نے اپنا روپیہ قرض دیکر یا امانت رکھ کر اُس پر "سُود" نہیں لیا۔ اس لئے اس واقعہ کو بینک کے زر امانت کا شبیہ و نظیر بتانا غلط ہے۔

وجہ سوم صدیق اُمت نے اُن اُونٹوں کو صدقہ کر دیا تھا۔ اس لئے یہ واقعہ بینک کا سُود لینے والوں کے لئے کچھ مفید نظیر نہیں۔

وجہ چہارم اس واقعہ سے یہ بھی نہیں نکل سکتا۔ کہ سود خوار اقوام سے سود لیا جاکر پھر اسلامی ضروریات میں اُسے صرف کر دیا جائے۔ اگر یہ اصول صحیح ہوتا۔ تو صحابہ کرام یہود جیسی سود خوار قوم سے ایسا معاملہ ضرور کرتے حالانکہ صحابہ اخیار کو فتح شام کے مکمل ہوجانے تک روپیہ کی ازحد ضرورت رہتی تھی۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی سقیم الحالی

سقیم الحال مسلمانانِ ہند اور بے زری بہت زیادہ قابل توجہ ہے۔ مگر اس کی اصلاح دو طریق سے ہوسکتی ہے۔

مسلمان سود دینے کی وجہ سے تباہ ہوتے ہیں اوّل۔ مسلمانوں کو سود دینے سے روکا جائے۔ افسوس یہ ہے۔ کہ مسلمان سود دینے کی حُرمت کو پورا پورا نہیں سمجھتے۔ اگر سُود دینے کی حُرمت بھی اُن کے دلوں میں محکم و جانشین ہوجائے

جیسا کہ سُود لینے کی حُرمت کا حال ہے۔ تب وہ کروڑوں روپیہ جو مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل کر غیر مسلموں کی جیبوں میں پہنچ جاتا ہے۔ اور جس سے مسلم جماعت کا قومی افلاس اور غیر مسلم جماعت کا قومی تمول سال بسال روز افزوں ہے بالکل رُک جائے۔

بیت المال شرعی کا نہ ہونا مسلمانوں کی تباہی کا سبب ہے

دوسری تدبیر۔ بیت المال کا قائم کرنا ہے جس کی ابواب آمد و صرف وہی ہوں۔ جو کلام اللہ العظیم میں بتلائے گئے ہیں۔ بیت المال اُن تمام قومی ضروریات کا کفیل ہو سکتا ہے۔ جن کے لئے ہمارے بھائی آج جواز سود کی دلائل پیش کیا کرتے ہیں۔

علماء کرام توجہ کریں

اس زمانہ میں علمائے کرام نے قومی ضروریات کی جانب توجہ فرمانا شروع کر دیا ہے۔ امید ہے۔ کہ وہ ان ہر دو امور پر کامل اور جلد توجہ ضرور فرمائیں گے۔

فصل مُسَبِّبُ الْاَسْبَاب کا رہائی صِدِّیق عَلَیْہِ السَّلَام کیلئے خود ایک سبب بنانا

بادشاہ کا خواب دیکھنا۔ تعبیر خواب سے اہل دربار کا عاجز ہو جانا۔ ساقی کا زندان میں جا کر یوسف علیہ السلام سے تعبیر معلوم کرنا۔

بادشاہ کا خواب دیکھنا

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْٓ اَرٰی سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلَاتٍ

بادشاہ نے کہا کہ میں نے دیکھا۔ کہ سات فربہ گائیں ہیں۔ اُن کو سات دُبلی گایوں نے کھا لیا۔ اسیطرح سات سرسبز بالیں ہیں۔

يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُءْيَايَ إِن كُنتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُونَ

اے سردارو! میرے خواب کی بابت بیان کرو۔ اگر تم خواب کی تعبیر جانتے ہو۔

اَلْمَلِكُ ۔ مصر کا بادشاہ اُس زمانہ میں ریّان بن ولید تھا۔ جسے یورپین مورخ ای پولنس لکھتے ہیں۔ یہ مصری خاندان ہفدہم کا جو راعی خاندان کے نام سے مشہور ہے۔ بادشاہ تھا۔ یہ خاندان سامی النسل تھا۔ لیکن عہد موسیٰ ؑ کا فرعون قبطی نسل سے تھا۔ اس اختلاف قومیّت کو بھی ان دونوں فراعین کے اختلاف مزاج کا سبب قرار دیا جا سکتا ہے۔

سِمَانٌ ۔ سمین اور سمنہ کی جمع ہے۔ فربہ۔ تیار۔

عِجَافٌ ۔ عجفاء کی جمع ہے۔ یہ جمع سماعی اور خلاف قیاس ہے۔

مَلَأٌ ۔ ملی کی جمع ہے۔ مُلَأٌ بھی جمع آتی ہے۔

محاورہ ہے۔ هُوَ اَمْلَأُ الْقَوْمِ۔ وہ ساری قوم میں زیادہ مقدرت اور دولت والا ہے۔

تَعْبُرُونَ ۔ عبور سے بنایا گیا ہے۔ عبور کے معنی ہیں۔ پانی چیر کر دوسرے کنارہ پر پہنچ جانا۔ یہ تو لغوی معنی تھے۔ اب اصطلاح میں صُور خیالیہ سے معانی نفسانیہ تک پہنچنے کا نام تعبیر ہو گیا ہے۔

قدیم مصریوں میں گائے کی حرمت

قدیم مصریوں میں گائے کی بڑی حرمت تھی۔ جیسا کہ اب ہندوؤں میں ہے۔ بادشاہ کے لئے یہ خواب اس لئے وحشت خیز تھا۔ کہ گئوؤں نے گئوؤں کو کھا لیا۔

قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ وَمَا نَحْنُ

دربار کے سرداروں نے کہا۔ یہ تو پریشان خواب کی باتیں ہیں۔ ایسے خوابات

بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعَالِمِيْنَ ۝ کی حقیقت ہم نہیں جانتے۔

اضغاث - ضغث کی جمع ہے۔ برسات کے موسم میں جس زمین پر بیسیوں قسم کی بوٹیاں نکلی ہوئی ہوں۔ اُن کو مُٹھی بھر کر توڑ لو۔ جو کچھ تمہارے ہاتھ میں آجائیگا۔ وہ ضغث ہے۔

ضغث کے لغوی معنی

چونکہ مُٹھی میں مختلف بوٹیوں کے پتے۔ ڈنٹھل وغیرہ آجاتے ہیں۔ اس لئے ایسے خواب پریشان کو جس میں غیر متعلق۔ بے جوڑ۔ باتیں ہوں اضغاث کہتے ہیں۔

اَحْلَام - حُلم کی جمع ہے۔ رویائے کاذبہ۔ بے اصل خواب۔

امرائے فرعون کی ناقابلیت

معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس بادشاہ کے یہ سردار لیاقت تو کچھ نہ رکھتے تھے۔ مگر باتونی پورے تھے۔ علم تعبیر سے اُن کو ذرا مَس نہ تھا۔ اپنی عدم قابلیت کا اقرار تو نہ کیا۔ بلکہ بادشاہ کے خواب ہی کو جھوٹا بتا دیا۔ اور خواب کے لئے اضغاث احلام دو لفظ جمع کر دینے سے اُس کے بے اصل محض ہونے کا پورا مبالغہ کر دیا۔

وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ۝

وہ جو دو قیدیوں میں سے ایک رہائی یافتہ تھا۔ بولا۔ (اُسے عرصہ کے بعد بات بھی یاد آگئی)۔ کہ میں تم کو اس خواب کی حقیقت بتاؤں گا۔ تم مجھے (جیل تک) جانے دو۔

اُمَّة - عرصہ طویل یہ قول عکرمہ کا ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں۔ کہ بعض نے اسے اَمَہُ الرجل یأمہ سے لیا ہے۔ اور اس کے معنی نسیان بتلائے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ شخص افسروں کی ذیل میں شامل نہ تھا۔ کیونکہ یہ بادشاہ

کو مخاطب نہیں کرتا۔ بلکہ سرداران دربار کو مخاطب کرتا ہے۔

ساقی کی فرد ما یہ طبیعت | علاوہ ازیں اُس کی طبیعت کی فرومائگی بھی ظاہر ہے۔ (۱) یوسف علیہ السلام کے احسان کو بھولا یا۔ (۲) اب وہ یاد بھی آئے۔ تو اُن کا ذکر سرداروں سے نہیں کرتا۔ بلکہ صرف اس قدر چاہتا ہے۔ کہ اُسے دربار سے جانے کی اجازت دی جائے۔ تاکہ وہ اتنے عرصہ میں یوسف علیہ السلام سے دریافت کر آئے۔ اور اُن کے علم سے خود فائدہ اُٹھائے۔

شاہی درباروں کے لوگ اکثر کیسے ہوتے ہیں | اس قسم کے لوگ شاہی درباروں میں اکثر ہوا کرتے ہیں۔ جو دوسروں کی قابلیت اور محنت سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور دوسروں کی کمائی سے اپنے لئے عزت اور منفعت چاہتے ہیں۔

يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ

اے یوسف۔ اے سراپا صدق۔ ہمیں بتلاؤ سات موٹی گئوئیں۔ اُن کو سات دبلی گئوئیں کھا رہی ہیں۔ اور سات سرسبز خوشے سات خشک خوشوں کو۔ اس کی حقیقت بتلا دو۔ تاکہ میں لوگوں کے پاس جاؤں۔ اور وہ بھی سمجھ جائیں۔

صِدِّیق۔ کثیر الصدق۔ دائم الصدق۔ وہ شخص جس کے قول کی تائید

صدیق کے معنی | اُس کے فعل سے ہوتی ہو۔

ابراہیم علیہ السلام صدیق ہیں | قرآن مجید میں یہ لقب شیخ الانبیاء ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی آتا ہے۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا

نَبِیًّا (پ ۱۶ مریم ع ۳) - حدیث پاک میں یہ لفظ شیخ الخلفاء الراشدین ابوبکر رضی اللہ

ابوبکرؓ صدیق ہیں تعالےٰ عنہ کا ہے۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معہ ابوبکر و عمر و عثمانؓ جبل اُحد پر تھے۔ پہاڑ ہلا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اُثْبُتْ اُحُدُ فَمَا عَلَیْکَ اِلَّا نَبِیٌّ اَوْ صِدِّیْقٌ اَوْ شَہِیْدَانِ (اُحد ٹھہر جا۔ تجھ پر نبیؐ اور صدیقؓ اور دو شہیدؓ ہی ہیں)۔

تصدیق قرآنی اس حدیث کی تائید قرآن مجید کی آیت اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِہٖ کی تفسیر سے ہوتی ہے۔ معالم التنزیل میں ابوالعالیہ رحؒ سے روایت ہے۔ کہ جَآءَ بِالصِّدْقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صَدَّقَ بِہٖ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

صِدق کا بیان

صدق کی تعریف یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ صدق ہی روح اعمال ہے۔ اور صدق ہی محک احوال۔ اگر اعمال میں صدق شامل نہیں۔ تو وہ مُردہ ہیں۔ اور اگر صدق کی کسوٹی پر احوال پورے نہیں اُترتے۔ تو وہ محض تخیلات ہیں۔ صدق کی مختصر تعریف یہ ہے۔ کہ ظاہر و باطن یکساں ہو۔

صِدق میں تفاوتِ درجات مردم

صدق کے تفاوت درجات صدق سے تین الفاظ بمعنی فاعل آتے ہیں۔ صادق اور صدوق۔ اور صدیق۔ صادق سے صدوق کا درجہ بڑا ہے۔ اور صدوق سے صدیق کا درجہ بڑا ہے۔

صادق کا بیان

صادق کی تعریف

صادق کے قلب میں ایک ایسا داعیہ موجود ہوتا ہے۔ جو کسی دباؤ یا روک سے نہ دبتا ہے نہ رُکتا ہے۔ اُس میں ایسی طلب پائی جاتی ہے۔ جسے انقطاع نہیں ہوتا۔ وہ ایسے عزم درست کا شخص ہوتا ہے۔ جو ہر ایک مانع پر غالب آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ (اے ایمان والو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اور صادقین کے ساتھ ہو)

صدوق کا بیان

صدوق کی تعریف

وہ عزائم اعمال پر عمل کرنے کا مشتاق ہوتا ہے۔ وہ جلال الٰہیہ کے سامنے ہمیشہ اپنے نقص و کمی کو محسوس کیا کرتا ہے۔ وہ زندگی کو صرف حق کے لئے پسند کیا کرتا ہے۔ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر دُنیا میں جہاد اور نماز اور علم نافع کا وجود نہ ہوتا۔ تو میں اس جہان میں رہنا کبھی پسند نہ کرتا

صدیق کا بیان

صدیق کی تعریف

وہ معرفتِ صدق کا عارف ہوتا ہے۔ اس کے احوال و اقوال عزم و ارادہ مستقیم و احسن و قوی و راسخ ہوتے ہیں۔ اُس کا واحد مقصود "رضائے حق" ہوتا ہے۔ یہ وہ کمال ہے۔ جو کمال نبوّت سے ملا ہوا ہے۔ یہ وہ سراج ہے۔ جو چراغ نبوّت سے روشن ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ" (خدا و رسُول کی اطاعت کرنے والوں کو اللہ کے انعام یافتہ بندوں یعنی انبیاء اور صدیقوں کی معیت

دی جاویگی) [1]

شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں صدّیقیّت و محدثیّت پر بحث لطیف لکھی ہے۔ انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ

شاہ ولی اللہ اور وصف صدیق

"صدّیق اصل فطرت میں ذات پاک نبیؐ سے قریب تر ہوتا ہے وہ جو تعلیم نبی اللہ سے حاصل کرتا ہے۔ اُس کے دل میں ایسی راسخ ہوجاتی ہے گویا وہ علوم اُسی کے دل سے نکلے تھے"۔

"صدیق پر انوار وحی نبوت کا انعکاس ہوتا ہے۔ اور تعاقب ورود انوار سے "تاثیر و تاثر فعل و انفعال کا ایسا تسلسل قائم ہوجاتا ہے۔ کہ صدیق فنا و فدا کے منصب پر ممتاز ہوجاتا ہے۔ اور اُس وقت یہ کیفیت ہوتی ہے۔ کہ نبی کی روحانیت صدیق کی زبان پر تکلم کیا کرتی ہے"۔

فضائل صدیق اکبرؓ

صدّیقیّت کے انہی احوال پر اُن احادیث میں اشارہ ہے۔ جو سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں ہیں۔ حدیث میں اُن کو اَمَنَّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِہٖ وَمَالِہٖ فرمایا گیا ہے۔ (یعنی مصاحبت اور زر و مال کے فدیہ میں ابوبکرؓ کا احسان و منت مجھ پر سب سے بڑھ کر ہے) دوسری حدیث میں ہے لَوْ کُنْتُ اتَّخَذْتُ خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلًا یعنی اگر میں مخلوق میں سے کسی کو خلیل بناتا۔ تو ابوبکر کو بناتا۔ مگر مجھے تو اللہ نے اپنا خلیل بنالیا۔

صدّیق اُمت بالاتفاق ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ آپ کے سوا اور کوئی ..... اس لقب سے ملقب نہیں ہوا۔ ابومحجن ثقفی رضی اللہ عنہ کا شعر ہے۔

وَسَمَّیْتَ صِدِّیْقًا وَکُلُّ مُھَاجِرٍ ۔۔۔ سِوَاکَ یُسَمّٰی بِاسْمِہٖ غَیْرُ مُنْکَرٍ

[1] ماخوذ از منازل السالکین للامام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ۔ ۱۲

قرآن مجید میں انہی کو ثَانِیَ اثْنَیْن فرمایا گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام میں کسی دوسرے کو ثانی رسولؐ نہیں بتایا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضؓ ہی کو سب سے پہلے حج اسلام کا سردار "امیر الحاج" بنایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضؓ ہی کو سب سے بڑی فوج اور سب سے آخری غزوہ "تبوک" میں فوج کا سپہ سالار بنایا۔ اور رائت نبیؐ انہیں سپرد کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضؓ ہی کو مسجد نبوی میں اپنی آنکھوں کے سامنے نماز کے لئے امام المؤمنین بنایا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی صرف وہ ہیں — جو خلیفہ رسول اللہ کے خطاب سے ملقب ہوئے۔ دیگر خلفائے راشدین مہدیین "امیر المؤمنین" کے لقب سے مخاطب کئے جاتے تھے۔ ان سب واقعات کی وجہ یہی ہے۔ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ "صدیق" تھے۔ اور صدیق ہی نبی اللہ سے قریب تر ہوتا ہے۔

اَفْتِنَا ۔ افتی افتاءٌ سے ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ سوال کا جواب واضح طریق سے دینا۔

خود غرض لوگوں کے حالات

آیت کے مضمون پر غور کرو۔ کہ یہ خود غرض شخص اب یوسفؑ کو اَیُّھَا الصِّدِّیْق کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے۔ کہ وہ تو فی الواقع اسی خطاب کے شایان تھے)۔

لیکن اس سے پیشتر اس نے نبی اللہ کو کبھی یاد بھی نہ کیا تھا۔

یہ شخص اب بھی یہ بات صدیق علیہ السلام سے چھپاتا ہے۔ کہ خواب کس کا ہے۔ وہ صرف اس قدر کہتا ہے۔ کہ لوگوں کو اس خواب کی تعبیر کی ضرورت ہے۔

اس درخی چال کو دیکھو۔ کہ دربار میں یوسف علیہ السلام کا نام نہیں لیتا۔ اور یوسف صدیق کے سامنے بادشاہ کا ذکر نہیں کرتا۔

سچ ہے۔ خود غرض لوگ۔ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا یوسف علیہ السلام نے کہا۔ تم سات سال

فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ۝ ع ۶

متواتر زراعت کرتے رہوگے۔ جو اناج کاٹا جائے اُسے خوشہ کے اندر ہی رہنے دو۔ صرف کھانے جتنا نکالو۔

تفسیر یوسف علیہ السلام

پھر اُس کے بعد سات سال بہت سخت آئینگے۔ جس میں سارے ذخیرے جو بچائے ہوئے ہونگے۔ کھالوگے۔ صرف تھوڑا ہی غلہ رہ جائیگا۔ جو بڑی حفاظت سے رکھا ہوگا۔

پھر ایسا سال آویگا۔ جس میں لوگوں کی فریاد سُنی جائیگی۔ اور لوگ رس حاصل کرسکیں گے۔

تَزْرَعُوْنَ ۔ مضارع ہے بمعنی امر۔ زرع کے معنی زمین میں بیج گرانا ہے۔

دَاَبًا ۔ متواتر۔ متوالی۔ پے در پے۔ ڈھب لگاتار کام کرنا۔

تُحْصِنُوْنَ ۔ حَصَنَ حِصَانَۃٌ سے ہے۔ جس کے لغوی معنی روک ہیں۔ قلعہ کو اسی لئے حصن کہتے ہیں۔ کہ وہ حملہ آور کو روکتا ہے۔ شوہر دار عورت کو اسی لئے محصنہ کہتے ہیں کہ اُس سے دوسرے کی شادی نہیں ہوسکتی۔

يُغَاثُ ۔ غَیْثٌ سے بنایا ہے۔ غیث وہ بارش جو احتیاجِ شدید کے بعد برسے

تعبیر سے بڑھ کر بشارت

وہ زراعت جو بارانی ہو۔ اغاثت۔ مدد۔ واغاثت۔ مصر میں قحط امساکِ بارش سے نہیں بلکہ دریائے نیل کے نہ اُچھلنے سے پڑا کرتا ہے۔ اس لئے یُغاث سے مطلب فریادرسی اور فراوانی نیل ہے۔ یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بھی بتلائی۔ اور حفاظت غلہ وجوب کی

تدبیر بھی بیان فرمادی۔

یُعْصِرُون کے معنی بادشاہ کے خواب میں تو پندرھویں سال کی بابت کوئی اشارہ نہ تھا۔ مگر نرآسوں کی آس بندھوانے کے لئے صدیق علیہ السلام نے پندرھویں سال کی خبر بھی بتلادی۔ اس سال کے متعلّق لفظ یَعْصِرُون کا استعمال فرمایا ہے۔ اِس سے یہ نکلتا ہے۔ کہ دودھ۔ شہد۔ انگور۔ انار۔ لیموں۔ رنگترے۔ وغیرہ۔ تِل۔ سرسوں۔ زیتون۔ بادام وغیرہ بکثرت ہونگے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ جو سال ایسا شاداب ہو۔ جس میں میوجات وفواکہ۔ اور روغن دار حبوب کی کثرت ہو۔ اُس میں اناج بھی بکثرت ہُوا کرتا ہے۔ معہذا اناج۔ نیرہ کی بُہتات لفظ یغاث میں شامل ہے۔

یوسفؑ کے محاسن اس واقعہ میں بھی یوسف علیہ السلام کے اعلیٰ محاسن بخوبی آشکار ہوتے ہیں۔ اس احسان فراموش سے یہ دریافت بھی نہیں کرتے۔ کہ اُس نے اپنے وعدہ کے موافق کیا کام کیا؟ اور اب اُسے دوبارہ کہنے کے لئے فرماتے بھی نہیں۔ کیونکہ آزمودہ کا آزمانا کیا؟

اللہ اکبر۔ رضا بر قضا کی صفت کتنی نمایاں ہے۔ ذاتی آرام وتنعم سے کتنی بے اعتنائی ہے۔ اور جمہور کے ساتھ کس قدر دل سوزی ومحبت وہمدردی ہے۔ کہ آئندہ آنے والے قحط سخت کے متعلّق تدبیر بھی بتلاتے ہیں۔ اور ایک ارزانی والے زمانہ کی بشارت سے اُنہیں شادکام بھی فرمادیتے ہیں۔ اور ذاتِ خاص کے متعلّق کچھ بھی نہیں کہتے۔ فضولیات سے اس قدر پرہیز ہے۔ کہ یہ بھی سوال نہیں کرتے۔ کہ خواب کس کا ہے اور اُسے کس نے بھیجا ہے۔

فصل۔ بادشاہ کا یوسف علیہ السلام کو بلانا۔ نبی اللہ کا زنداں سے نکلنے سے انکار فرمانا

آپنے الزام کی بابت عدالتانہ تحقیقات کا مطالبہ۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ ج بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس لاؤ۔

بادشاہ کی خواب

معلوم ہوتا ہے۔ کہ آخر بادشاہ کو سرداروں سے اور ساقی سے معلوم ہوگیا تھا۔ کہ تعبیر بتلانے والا کون ہے۔ کیونکہ دربار والے تو سب کے سب خواب کو خیالاتِ پریشان ہی بتلا چکے تھے۔

عدالتانہ تحقیقات کا مطالبہ

فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ط إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ

جب یوسفؑ کے پاس قاصد آیا۔ تو اُنہوں نے کہا۔ کہ اپنے آقا کے پاس واپس جا۔ اور اُس سے پوچھ۔ کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے۔ جنہوں نے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ میرا مالک تو اُن کے فریبوں سے خوب آگاہ ہے۔

یوسف علیہ السلام میں صبر و سکون کی اعلیٰ شان نظر آتی ہے۔ اس لئے وہ زندان سے نکلنے میں جلدی نہیں کرتے۔

یوسفؑ کے اوصاف حزم و دور بینی

یوسف علیہ السلام میں حزم و دور بینی کے اوصاف صاف درخشاں ہیں۔ اسی لئے وہ تہمت و افترا کے معاملہ کو گومگو کی حالت میں نہیں رکھنا چاہتے۔ وہ تو اپنی برأت و عصمت کو آفتاب نیمروز کی طرح روشن کر دینا چاہتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام میں عفو و درگزر۔ اور چشم پوشی و حیا اتنی ہے۔ کہ امراۃ العزیز کے جور و ستم کا وہ اب بھی ذکر نہیں کرتے۔

بیشک انبیاء اللہ کے نفوسِ قدسی ایسے ہی ارفع و اعلیٰ ہوتے ہیں۔

فصل دربارِ شاہی میں یوسف علیہ السلام کے الزام کی تحقیقات

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدْتُنَّ يُوسُفَ عَنْ نَفْسِهِ ۚ

بادشاہ نے عورتوں سے پوچھا۔ کہ جب تم نے یوسفؑ کو پھسلانا چاہا تھا تو اُس وقت کا معاملہ کیا ہے۔

عورتوں کی دربار میں پیشی

خَطْب۔ کوئی معاملہ۔ کوئی بات۔ چھوٹی موٹی ہو۔ اُسے لغت میں خَطْب کہتے ہیں۔ مگر محاورہ میں امرِ مکروہ یا امرِ عظیم کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔

بادشاہ کو حضرت یوسفؑ کے پیغام پر تحقیقات کرنی پڑی۔ اُسے دست بریدہ عورتوں کے پتہ سے وہ عورتیں بُلانی پڑی ہونگی۔ پھر خفیہ طور پر تمام داستان معلوم کرنی پڑی ہوگی۔ اور اسی سلسلہ میں امراۃ العزیز کی دعوت کا قصہ معلوم ہُوا ہوگا۔

اور ان تمام مراتب کے بعد ان سب کو دربار میں بلایا گیا ہوگا۔

سوال کے الفاظ بتلاتے ہیں۔ کہ بادشاہ تمام قصہ سے واقف ہوچکا ہے

قُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوءٍ ۖ

سب عورتوں نے کہا۔ پناہ بخدا ہمارے علم میں بھی یوسفؑ کی کوئی بُرائی نہیں۔

عورتوں کے بیانات عصمتِ یوسفی

حَاشَ۔ حَوْش سے ہے۔ اس کے لغوی معنی کسی جانور کو گھیر کر لانا ہے۔

حاش لِلّٰہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ اب اس قول کا قائل شخص سب اطراف سے مُنہ موڑ کر متوجہ بخدا ہوتا ہے۔ اور یوں تبلاتا ہے۔ کہ یہ شخص اس معاملہ میں بالکل پاک صاف ہے۔ اور اسی لئے وہ رب العالمین کے منزہ و مقدس ہونے

کو یاد دلاتا ہے۔

"امراۃ العزیز کا بیان۔ جواب مفصّل۔ اقبالِ جرم"

قَالَتِ امْرَأَةُ الْعَزِيزِ الْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَا رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝

امراۃ العزیز بولی۔ اب تو سچ کھل گیا۔ ہاں میں نے اُسے خود پھسلایا تھا۔ اور وہ سچا ہے۔

ذَٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ۝ وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

یہ اس لئے کہتی ہوں۔ کہ یوسف کو معلوم ہو جائے۔ کہ میں نے پسِ پشت اُس کی خیانت نہیں کی۔ اور اللہ تو خیانت والوں کی چالوں کو چلنے نہیں دیتا۔ اور میں تو اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہراتی کیونکہ نفس تو برائی پر اُکسایا ہی کرتا ہے۔ بجز اُس کے جس پر پروردگار رحم کرے۔ میرا رب تو غفور و رحیم ہے

"اقبالِ جرم" امراۃ العزیز کا پورا بیان دربارِ شاہی میں

حَصْحَصَ۔ اصل لغت حصّ ہے۔ تکرار سے معنی میں مبالغہ مقصود ہوتا ہے۔ جیسے کبکبو کبو سے اور کفکف کف سے اور رورو رو سے مستعمل ہے۔

حَصَّ الْأَمْرُ۔ معاملہ کا ظاہر واضح ہو جانا۔

حَصْحَصَ الْبَعِيرُ۔ اونٹ کا زمین پر گھٹنے ٹیک دیا۔

حَصْحَصَ الْحَقُّ۔ اب سچائی کا پورا انکشاف ہو گیا۔

اب سچائی نے پورا پورا استحکام پالیا۔

بعض نے جواب دو حصے بتائے

اس آیت کا جو ترجمہ ہم نے لکھ دیا ہے۔ اُس سے ظاہر ہوگا۔ کہ قالت امرأۃ العزیز سے غفور رحیم تک سارا مسلسل بیان اُس عورت کا ہے۔ اکثر مفسرین نے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ لِمَنَ الصَّادِقِیْنَ تک کو عورت کا بیان بتلایا اور ذٰلِکَ لِیَعْلَمَ سے آخر تک یوسف ؑ کا قول بتلایا۔ لیکن ان بزرگوں کو اس

خلش سینہ

قدر خلش ضرور ہوئی۔ کہ دونوں مقولے کیونکر گڈمڈ ہو گئے۔ اس خلش

فراء نحوی

کے دور کرنے کے لئے انہوں نے فراء نحوی کا قول نقل کیا۔ کہ ایک شخص

علامہ ابن تیمیہ

کے کلام میں دوسرے شخص کے کلام کا ملا دینے میں کوئی حرج نہیں۔ جب کہ کوئی قرینہ صارفہ ہر دو کلام کے علیحدہ علیحدہ بتانے کو موجود ہو۔ ہم علامہ فراء نحوی کا قول درست سمجھتے ہیں۔ سوال یہ ہے۔ کہ اس کلام میں وہ قرینۂ صارفہ کونسا ہے؟ امام ابن تیمیہ رح نے اپنے فتاویٰ جلد دوم میں ایسے مفسرین کی رائے کی تغلیط کی ہے۔

وہ فرماتے ہیں۔ کہ اس تمام بیان کے بعد پادشاہ کا یہ قول آتا ہے۔ اِیْتُوْنِیْ بِہٖ اَسْتَخْلِصْہُ لِنَفْسِیْ۔ (یوسف کو میرے پاس لاؤ۔ میں اُسے اپنا بناؤں گا)۔ اور اس فقرہ سے ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ مندرجہ بالا بیان جب دربار میں ہؤا۔ اُس وقت تک یوسف صدیق زندان ہی میں تھے۔ اندریں صورت یوسف صدیق کا مقولہ عورت کے مقولہ کے ساتھ کیونکر شامل ہو سکتا ہے۔

علامہ ابن کثیر (المتوفی ۷۲۱ھ) نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے۔ کہ امام ابن تیمیہ رح نے اپنے اس بیان کردہ معنی کی تائید میں ایک مستقل کتاب بھی لکھی ہے کتاب مذکور تو ہماری نظر سے نہیں گذری۔ ہاں فتاویٰ جلد ۲ کی عبارت ہم نے خود پڑھی ہے۔

علامہ ابن کثیر رح نے مجاہد و ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت

کی ہے۔ کہ یہ تمام قول امراۃ العزیز ہی کا ہے۔

ابن کثیر خود بھی کہتے ہیں۔ کہ اس تمام عبارت کو امراۃ العزیز ہی کا قول بتلانا سیاق قصہ کے ساتھ اَنسَبُ وَاَسبَق ہے۔ اور یہی قول اشہر بھی ہے۔ اس کا ذکر ماوردی نے اپنی تفسیر میں کیا ہے۔

بیضاوی نے اِس قول کو اَوْ لکھ کر بیان کیا ہے۔

لِیَعْلَمَ۔ کا فاعل قرار دینے میں بھی اختلاف ہُوا ہے۔ اُن بزرگوں میں بھی اختلاف ہُوا۔ جنہوں نے ان تمام آیات کو امراۃ العزیز ہی کا قول قرار دیا ہے۔

ان میں سے بعض وہ ہیں۔ جنہوں نے لِیَعْلَمَ کی ضمیر کا مرجع شوہر زن کو بتلایا ہے۔ اور معنی یہ بتلائے ہیں۔ کہ گو آج میں اقبال گناہ کر رہی ہوں۔ مگر اس اقبال سے بھی میرے شوہر کو اس قدر تو معلوم ہو جاویگا۔ کہ اقبال کنندہ عورت نے اپنے شوہر کی خیانت تو نہیں کی تھی۔

ہم کو اس سے اتفاق نہیں۔ اور اس کا فیصلہ آسان ہے۔ کیونکہ اس لِیَعْلَمَ سے پیشتر (۱) اَنَا رَاوَدتُّہٗ (۲) اِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ کے جملے موجود ہیں۔ اور ہر دو جگہ ان ضمائر کا مرجع سب ہی علمائے کرام نے یوسف علیہ السلام کو بتلایا ہے۔ پس لِیَعْلَمَ کا مرجع بھی وہی ہیں۔

اقبال جرم

غالباً بعض صاحبان کے لئے یہ امر تعجب خیز معلوم ہُوا۔ کہ امراۃ العزیز کو اقبال جرم کی ضرورت ہی کیا تھی؟

لیکن یہ امر کچھ بھی حیرت خیز نہیں۔ خود ہمارا تجربہ ہے۔ کہ بیسیوں ملزم ہمارے سامنے ایسے آئے۔ جنہوں نے قتل اور ڈکیتی جیسے سنگین مقدمات

میں صاف صاف اقبال جرم کیا تھا۔ حالانکہ اُن سے ایسے اقبال کے قلم بند کرنے سے پیشتر یہ دریافت کر لیا جاتا تھا۔ کہ وہ کسی جبر و اکراہ۔ یا اُمید غلط پر تو مبنی نہیں۔ اور اُسے یہ بھی بتا دیا جاتا تھا۔ کہ اُس کا اقبال اُس کے خلاف استعمال ہو سکیگا۔ ایسے اقبال کی اصلی وجہ تب سمجھ میں آتی ہے۔ جب کوئی شخص فطرت انسان کی بناوٹ پر غور کرتا ہے۔

فطرت انسانی پاک و صاف واقع ہوئی ہے۔ اور جب کسی بشر سے کوئی جرم کسی وجہ سے صادر ہو جاتا ہے۔ تب فطرت سلیمہ اُسے ملامت کیا کرتی ہے بعض اوقات یہ ملامت و نفرین اس قدر پُرزور ہو جاتی ہے۔ کہ مجرم انسان اپنے ضمیر کی نفرین سے رہائی حاصل کرنے کو زیادہ ضروری اور مقدم سمجھتا ہے اور اُس کے مقابلہ میں اُس قید یا تکلیف کی پرواہ نہیں کرتا جس کا گمان بطور نتیجہ اقبال جرم ہو سکتا ہے۔

دوسری وجہ جو اس سے درجہ دوم پر ہے۔ یہ ہے۔ کہ جب مجرم کے لئے انکار کی تمام راہیں بند ہو جاتی ہیں۔ تو وہ اقبال جرم ہی میں آسودگی خیال کرتا ہے۔

امراۃ العزیز کے اقبال کو دیکھو۔ کہ اُس کا بیان اُس کی تمام سہیلیوں کے بعد ہوا ہے۔ اُس نے دیکھ لیا۔ کہ سہیلیوں کی تمام شہادت متفق ہے۔ اور ان سب نے یوسف صدیق کو ایسا پاک۔ ایسا عفیف بتلایا ہے۔ کہ رویت و مشاہدہ کا تو ذکر کیا۔

اُن کے خلاف اپنے علم میں بھی کسی بُری بات کے ہونے کی نفی کر دی ہے ایسی صورت میں امراۃ العزیز نے دیکھ لیا۔ کہ اب اقبالِ جرم سے کوئی مفر و چارہ نہیں۔

اقبال پر پورا غور کرو۔ وہ اَلْاٰن حَصْحَصَ الْحَقُّ کہتی ہے۔ اور اس سے یہی وجہ دوئم آشکار ہو جاتی ہے۔ من بعد اُس کے بیان کے آخری حصّہ کو دیکھو۔ جس میں وجہ اوّل کا بھی سایہ نظر آتا ہے۔

اَنَا رَاوَدْتُّہٗ پر نظر ثانی اَنَا رَاوَدْتُّہٗ عَنْ نَّفْسِہٖ وَاِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ پر وہ لوگ زیادہ غور کریں۔ جو آیت وَھَمَّ بِھَا کی تفسیر کرتے ہوتے ایسے افعال و حرکات کو یوسف علیہ السلام کے نفس قدسی سے منسوب کیا کرتے ہیں۔ جن افعال و حرکات کا یہ خود اپنے سے منسوب ہونا بھی اپنی کسرِ شان سمجھیں۔ یہ دوسرا موقعہ ہے۔ کہ عورت حضرت صدیقؑ کی پاکیزگی اور اپنے قصور کا اعتراف کرتی ہے۔ یہ اعتراف سرِ دربار ہے۔ پہلی موقعہ کا اعتراف وہ ہے۔ جب اس عورت نے اپنی سہیلیوں میں یہ بات کہی تھی۔ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّہٗ عَنْ نَّفْسِہٖ فَاسْتَعْصَمَ۔ کیا اب بھی یہ لوگ اپنے فہم کی غلطی کو تسلیم نہ کرینگے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ۔

نفس کی تعریف واضح ہو۔ کہ نفس نام ہے شہوۃ اور غضب کے مجموعہ کا۔ اور جہاں یہ دو بلائیں جمع ہوں۔ وہاں کیا ہوگا؟ ہر قسم کی بدی کی تحریک (۲) ہر طرح کی بُرائی کا شوق و اقدام۔

جہل و علم اور ظلم و عدل وجہ یہ ہے۔ کہ نفس کی ترکیب جہل و ظلم سے ہوئی ہے معالجہ نفس میں ضرور ہے۔ کہ جہل کا مقابلہ علم سے۔ اور ظلم کا عدل سے کیا جائے۔

نفس امّارہ نفس کی تین حالتیں ہیں۔ (الف) جب کہ وہ اصلی حالت میں ہو۔ اُس وقت انواع شہوت اور اقسام غضب کی ہر ایک نوع ہر ایک قسم زور پر ہوتی ہے۔ اسی کو نفس امّارہ کہتے ہیں۔ (ب) جب علم کا جہل پر۔ اور عدل کا ظلم پر غلبہ ہو۔ اُس وقت یہ نفس خود اپنے آپ کو بُرا کہنے والا۔ اپنی ضمیر سے ندامت اُٹھانے والا خود اپنی نظر میں ذلیل نظر آنے والا ہوتا ہے۔ یہ وہ حالت محمودہ ہے،

نفس لوامۃ جو جملہ محاسن کی بنیاد و اساس ہے۔ اسی کو نفس لوّامہ کہتے ہیں۔

(ج) جب نفس اپنے نقصان و خسران سے آگاہ ہو جاتا ہے۔

جب اس میں مالکِ نفس کی عظمت و جلال کا نور سایہ فگن ہو جاتا ہے اس وقت وہ ہر ایک قلق و اضطراب سے دور ہو جاتا ہے۔ اور لذائذِ نفسانی سے

نفس مطمئنہ نفرت کرنے لگتا ہے۔ اور اپنی تمام تر مسرت و شادمانی اسی میں سمجھتا ہے۔ کہ اپنی خواہشات کو رضاء مولیٰ پر قربان کر دے۔ اور تسلیم و توکل کے میدان میں گام زن ہو کر منصبِ ارتضےٰ تک پہنچ جائے۔ اسی کا نام نفس مطمئنہ ہے۔

اعتراف گناہ مع عذر گناہ امراۃ العزیز نے اعترافِ گناہ کے ساتھ عذر گناہ بھی بیان کر دیا اور وہ یہ کہ اس میں بھی نفس ہے! اور نفس کے خواص میں سے ہی ہے۔ کہ وہ بدی ہی پر برانگیختہ کیا کرتا ہے۔

اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیَ کے مصداق اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیَ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف مخفی اشارہ ہے۔ یہ اشارہ درست ہے۔ اور یہی بات اس عورت کے عذر کو قوی بنانے والی ہے۔ کہ نفس کے آہنی پنجہ سے صرف وہی لوگ بچ سکتے ہیں۔ جن کو رحمت ربانی نے بچا لیا ہو۔ آیت میں تعمیم ہے۔ اور اس لئے ہر شخص کو لازم ہے کہ شرورِ نفس سے بچاؤ کے لئے رحمت ربانیہ کا سوال کیا کرے۔

واقعہ کا خاتمہ اسماء غفور الرحیم پر اس واقعہ کا خاتمہ اللہ تعالیٰ کے دو اسماء حسنےٰ غفور و رحیم پر کیا گیا ہے۔ اور اس سے سب گناہگاروں کے لئے بڑی بشارت ہے۔

امراۃ العزیز کے جوان بن جانے یا نکاح یوسف میں آنے کی داستان صحیح نہیں ہے قرآن پاک میں اب اس عورت کا کوئی ذکر نہ آئیگا۔ لوگوں نے بنا لیا ہے۔ کہ پھر یہ عورت از سرِ نو جوان بنائی گئی تھی۔ پھر یوسف صدیق کے نکاح میں آگئی تھی۔ مگر اس امر کے ثبوت میں کوئی صحیح روایت اسلامی یا اسرائیلی موجود نہیں۔

فخر رازیؒ

فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ یہی امراۃ العزیز حضرت یوسف علیہ السلام کے دونوں فرزندوں مَنَسِّی و فرائیم[1] کی والدہ ہے۔ لیکن توراۃ سے اس قیاس کی تردید ہوتی ہے۔

کتاب بائیبل میں فرزندانِ یوسفؑ کی والدہ کا نام

کتاب پیدائش ۴۱ باب ۵۰ تا ۵۲ ورس میں تو یہ ہے۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے شہر اُون کے کاہن مسمی فُوطِی فَرَع کی دختر مسماۃ آس ناتھ سے نکاح کیا تھا۔ اور مذکورہ بالا ہر دو پسر اُسی کے بطن سے ہیں۔

دونوں نام مشتبہ الصوت ہیں

ہمارے علماء بزرگ کو غالباً اس لئے مغالطہ ہؤا۔ کہ العزیز کا نام فوطی فار تھا۔ اور اس کاہن کا نام فوطی فرع تھا۔ یہ دونوں نام بہت زیادہ مشتبہ الصوت ہیں۔

فوطیفار اور فوطیفرع کی شخصیتوں کا فرق

لیکن جب مؤرخ غور کریگا۔ تو اُسے معلوم ہو جائیگا کہ ان دونوں کی شخصیت میں بہت بڑا فرق ہے۔

فوطی فرع کاہن تھا۔ یعنی امامِ مذہب۔ اُس کی دختر کنواری تھی۔ اُس کا نام آس ناتھ تھا۔ فوطی فار۔ فرعون کے جلوداروں کا سردار تھا۔ اُس کی عورت بیوہ یا مطلقہ ہو سکتی ہے۔ اُس کا نام لوگوں نے زلیخا یا راعیل بتاتا ہے پھر یہ دونوں عورتیں ایک کیونکر سمجھی جا سکتی ہیں۔

الطیبات للطیبین کا اصول

استدلال بالا کے بعد جو تاریخی ہے۔ اور بائیبل کی تصدیق سے مضبوط ہے۔ ہم یہ بھی لکھ دینا چاہتے ہیں۔ کہ اَلطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ اور اَلْخَبِیْثَاتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ کا اصول ایسا زبردست ہے۔ جو ناممکن ٹھہراتا ہے۔ کہ کسی نبی یا

---

[1] توراۃ میں ہے۔ کہ مَنَسِّی نام اس لئے رکھا کہ خدا نے مجھے میری مصیبت فراموش کرا دی۔ اور فرائیم نام اس لئے رکھا کہ خدا نے مجھے ثمردار بنایا۔ یہ دونوں لڑکے آغاز قحط سے پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ ۱۲ محمد سلیمان +

رسول کے پہلو میں ایسی عورت پائی جائے۔ جو حیا باختہ ہو۔

"امراۃ لوط امراۃ نوح" امراۃ لوط اور امراۃ نوح بھی ہم کو یاد ہیں۔ ان دونوں کی خیانت کا ذکر ہے۔ کہ انہوں نے اپنے میکے والوں کو اور اپنی قوم کو اپنے اپنے شوہر کے خلاف مدد دی تھی۔ لیکن ان دونوں عورتوں کی عصمت کے خلاف تو کسی روایت میں ایک حرف بھی موجود نہیں۔

خاندان نبوت میں گناہ پر عتاب الٰہی کی سرعت ہاں امراۃ لوط اور امراۃ نوح کے حالات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُن سے جب ایک جرم صادر ہوا۔ تب عتاب الٰہی نے اُسی وقت اُن کو پکڑا۔ اور دنیا ہی میں اور اُن کے شوہروں کی آنکھوں کے سامنے اُن پر عذاب بھیجا۔ اور ذرا بھی مہلت نہ دی۔ کیونکہ نبی کی خیانت ایسے ہی تعجیل عذاب کی مستوجب ہے۔ یہاں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں تو تمام صورت معاملہ ہی بگڑ جاتی ہے۔

امراۃ العزیز کی صورت اُس کے افعال میں یہ ایک عورت ہے۔ جو منکوحہ ہے۔ پھر بھی کسی دوسرے جوان کو چاہتی ہے۔ اور جب اپنی تمام تدبیروں میں ناکام رہ جاتی ہے تب پاک معصوم نبی کو زندان خانہ میں بھیج دیتی ہے۔ اور پھر سالہا سال تک کبھی بھی اُن کی مصیبت کو یاد نہیں کرتی۔ کیا ایسی عورت نبی کے پہلو میں بیٹھنے کی اہل ہو سکتی ہے؟

ہرگز نہیں۔

نیک دل لوگوں کی باتیں بعض نیک دل انسان یہ سمجھ کر کہ اس عورت نے ایک نبی اللہ کے ساتھ اپنا دل لگایا تھا۔ نہ صرف اُس کے افعال سے درگذر ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ بلکہ اُسے خوبی میں بھی شمار کرتے ہیں۔ بہتر ہے۔ کہ یہ لوگ عشق نفسانی اور

عشق نفسانی اور محبت ایمانی محبتِ ایمانی میں فرق کرنا سیکھ جائیں۔

مہاجرات و انصاریات رضی اللہ عنہن کے حالات اوّل مہاجرات و انصاریات کے حالات پڑھو۔ کہ اُن کو سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی کے ساتھ کیسی محبت صادقہ

وایمانیہ تھی۔ بیسیوں نے عزیز و اقارب کو چھوڑا۔ وطن ترک کیا۔ دشمنانِ دین کے ہاتھوں سخت سخت عذاب سہے۔ مگر حضور کی محبت میں ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹیں۔ بیسیوں وہ ہیں۔ جنہوں نے خوشی خوشی جوان بیٹوں کو حضور پر نثار ہونے کے لئے میدان جنگ میں بھیجدیا۔ اور جب اُن کے شہید ہوجانے کی خبر ملی۔ تو سجدۂ شکرانہ ادا کیا۔

کوئی ایسی کا مل یگی۔ کہ پدر و شوہر اور فرزند و برادر ایک ہی دن میں جنت کو سدھار گئے ہیں۔ مگر وہ رُخ زیبائے نبوی کے مشتاق۔ جب حضور کے جمال سے اپنی آنکھیں روشن کرلیتی ہے۔ تو نہایت سکنت و ثبات کے لہجہ میں بول اُٹھتی ہے۔ کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ۔ حضور صحیح و سلامت ہیں۔ تو اب ہر ایک مصیبت کی برداشت آسان ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنِ مردانہ اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ مردانہ کا بھی تصور کرو۔ جو اُس درجہ کمال پر تھا۔ جس سے برتر کوئی درجہ نہیں ہوسکتا۔

روایت جابر بن سمرہ رض ترمذی و دارمی کی حدیث عن جابر بن سمرہ رض کو پڑھو۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ چودھویں رات کا چاند پوری روشنی میں تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاندنی میں لیٹے ہوئے تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا۔ اور کبھی حضور کے رُخ انور پر نظر ڈالتا تھا۔ مجھے تو حضور ہی کا چہرہ زیادہ روشن نظر آیا۔

روایت بنت معوذ رض رُبیّع بنت معوذ صحابیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پڑھو۔ اُن سے عمار یا سر رضی اللہ عنہما کے پوتے نے دریافت کیا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن کیا تھا۔ تو جواب میں اس پیکر عصمت نے فرمایا۔ لَوْ رَاَیْتَہٗ رَاَیْتَ الشَّمْسَ طَالِعَۃً۔ اگر تو حضور کو دیکھ پاتا۔ تو سمجھتا۔ کہ سورج نکل رہا ہے۔

روایت انس بن مالک رض انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بھی صحیحین و ترمذی،

پڑھ جاؤ۔ وَلَا مَسِسْتُ خَزًّا وَلَا حَرِيْرًا وَلَا شَيْئًا كَانَ اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

وَلَا شَمِمْتُ مِسْكًا قَطُّ وَلَا عَنْبَرَةً كَانَ اَطْيَبَ مِنْ رَائِحَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ ۔ میں نے ریشم کا کوئی دبیز یا باریک کپڑا ایسا کوئی نہیں چھوا۔ جو نبی صلعم کی کفِ دست سے زیادہ نرم ہو۔

میں نے کوئی کستوری یا عنبر ایسا نہیں سونگھا۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جسدِ مبارک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہو۔

امراۃ العزیز اور مومنات اور اُمت محمدیہ کا تقابل

مومنات کے اس محبت صادقہ۔ اور حضورؐ کے اس حسن کاملہ کے علم کے بعد اب آپ دیکھئے۔ کہ کیا کسی مسلم منکوحہ عورت نے حضور کے سامنے اُن الفاظ کا استعمال کیا۔ جو امراۃ العزیز کے منہ سے یوسف صدیقؑ کے سامنے نکلے تھے؟ ہرگز نہیں۔

اس تقابل سے پتہ لگ جائیگا۔ کہ حُبِّ ایمانیہ اور ہی شے ہے۔ اور خواہش نفسانیہ اور ہی شے۔ اور یہی وہ وجہ امتیاز ہے۔ جو صحابیات

امتیازاتِ صحابیات

کے درجہ کو بلند کر دیتی ہے۔ اور امراۃ العزیز کو پست ٹھہراتی ہے۔

المختصر یہ یاد رکھئے۔ کہ ایسی کوئی روایت صحیحہ موجود نہیں۔ کہ امراۃ العزیز کا نکاح یوسف صدیق علیہ السلام سے ہوا تھا۔

فصل یوسف علیہ السلام کا دربارِ شاہی میں پہنچنا

اور نائب السلطنت مقرر ہونا۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ اب (تحقیقات کے بعد) بادشاہ نے کہا کہ اُسے

یوسف صدیق کا دربار شاہی میں داخلہ

اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ط فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ○

میرے پاس لاؤ۔ میں اُسے خاص اپنا بناؤں گا۔
رحضرت آگئے) جب بادشاہ کی اُن سے بات چیت ہوئی۔ تب بادشاہ نے کہا کہ تم آج سے ہمارے پاس عزت حفاظت سے رہا کرو گے۔

صبر و معصومیت کا ثمرہ

اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ۔ کے الفاظ پر غور کرو۔ پہلی دفعہ بادشاہ نے صرف اِئْتُوْنِیْ بِهٖ کے الفاظ کہے تھے۔ اس دفعہ اُسے یہ الفاظ اور بھی ایزاد کرنے پڑے۔ یہ یوسف علیہ السلام کے صبر کا نتیجہ اور معصومیت کا ثمرہ ہے۔ کہ منکرین کی نگاہوں میں بھی اُن کا ادب و وقار اس درجہ بڑھ گیا۔

اہل ایمان خلوص کے معنی پر غور کریں

اہل توحید کو اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ کے الفاظ پر مکرر غور کرنا چاہیے۔ کہ جب ایک دنیاوی بادشاہ کی آرزو یہ ہے۔ کہ اُس کا وزیر یا مصاحب خالص اُسی کا بن کر رہے۔ تو اُس شہنشاہ حقیقی کو کس قدر زیادہ حق ہے۔ کہ وہ اپنے بندہ کو خالص اپنا ہی بندہ دیکھنا چاہتا ہے۔

یہی راز ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ شرک کو گوارا نہیں کر سکتا۔

منصب کی طلب

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ

یوسف نے کہا۔ مجھے ملک کے خزانوں کا سردار بنا دے۔ میں حفیظ و علیم ہوں۔

اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ یوسف علیہ السلام نے درخواست کر کے

لہ جو لوگ مصر جاتے ہیں۔ اُن کو ایک چاہ دکھلایا جاتا ہے۔ جس کا نام بئر یوسف ہے اور کہا جاتا ہے۔ کہ یہی زندان یوسف علیہ السلام تھا۔ یہ بات غلط ہے۔ یہ چاہ تو صلاح الدین یوسف رح کا بنوایا ہوا ہے۔ اور اب اس کے بجلی کمرے مرمت طلب ہیں۔ ۱۲

بلند ہمت مفت روٹی نہیں کھایا کرتے

ایک غیر مسلم بادشاہ کی ملازمت کو حاصل کیا۔ اس درخواست سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام کی بلند ہمتی نے کام کے بغیر بادشاہ کی نعمت و دولت سے استفادہ حاصل کرنے کو پسند نہیں فرمایا۔ نیز اس سے ایسی ملازمت کا جواز بھی نکل آیا۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ تعریف و شناخت کے مواقع

بوقت ضرورت اظہار اوصاف صحیحہ درست ہے

میں اپنی ضروری اور صحیح اوصاف کا اظہار جائز ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ بلا ضرورت جو لوگ ایسا کرتے ہیں۔ وہ خود ستائی میں داخل ہے۔ اور اس سے وہ لوگ بے وقوف سمجھے جایا کرتے ہیں۔

خزانوں کا سب سے بڑا افسر عموماً وزیر اعظم ہی ہوا کرتا ہے۔ یوسف علیہ السلام کی مراد بھی اسی منصب سے تھی۔

وزیر خزانہ کے اوصاف

حفیظ ہونا اس لئے فرمایا۔ کہ سردار خزانہ کو سب سے پہلے ابواب آمدنی کی پوری پوری واقفیت ہونی چاہیئے۔ اُسے معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ کیونکر مالی حالت کو پائدار و مستحکم کیا جا سکتا ہے۔

علیم اس لئے فرمایا۔ کہ سردار خزانہ کو ابواب مصارف کا بھی پورا پورا علم ہونا چاہیئے۔ وہ ضروریات سلطنت کو سمجھتا ہو۔ وہ نہایت ضروری۔ اور ضروری اور غیر ضروری میں فرق و امتیاز کر سکتا ہو۔ جب کوئی وزیر ان ہر دو صفات کا جامع ہوگا تو وہ صحیح طور پر ملک کو آباد و شاداب اور بارونق اور خزائن کو معمور کر سکیگا۔

بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کو شاہانہ اختیارات دیدیئے

توراۃ میں ہے۔ کہ یہ درخواست فوراً منظور کر لی گئی۔ بادشاہ نے اپنی انگشتری اُن کو پہنائی۔ اپنا لباس دیا۔ سواری دی اُن کا شاہانہ جلوس نکالا گیا۔ اُن کا لقب "جہان پناہ" رکھا گیا۔ اور اس حکم کا اعلان کیا گیا۔ کہ جملہ اختیارات شاہی اُن کو حاصل ہونگے۔ اُس وقت یوسف صدیق

کی عمر تیس سال کی تھی۔ (کتاب پیدائش باب ۴۱)

قرآن پاک کی آئندہ آیت سے اس تفصیل کی تائید ہوتی ہے۔

وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝

اور ہم نے اس طرح سے یوسفؑ کو ملک میں اقتدار دیا۔ وہ جس طرح چاہتا تھا اس میں رہتا تھا۔ یہ ہماری رحمت کا حصہ ہے۔ جسے ہم چاہتے ہیں دیتے ہیں۔ اور ہم احسان والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔

انعامات واحسانات الٰہی

وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝

اور آخرت کا اجر تو ایمان اور تقوے والوں کے لئے بہت بہتر ہے۔

حکومت رحمت ہے

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے حکومت و اقتدار کو اپنی رحمت بتلایا ہے۔ اور پھر وعدۂ آخرت بھی اس کے ساتھ شامل ہے۔ اس سے واضح

ناہل لوگ حکومت کو برا بنا دیتے ہیں

ہو جاتا ہے۔ کہ حکومت بجائے خود کوئی بُری شے نہیں۔ لیکن نااہل لوگوں کے پاس آکر وہ ضرور بُری بن جاتی ہے۔

آیت استخلاف

آیت استخلاف میں بھی حکومت و اقتدار کا ذکر ایمان اور عمل صالح کے نتیجہ کے طور پر فرمایا گیا ہے۔ اور اس آیت میں مُكِّنَتْ فِي الْأَرْضِ کا بھی ذکر کیا گیا ہے وہ آیت یہ ہے۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ

اللہ نے تم میں سے ایمان اور عمل صالح والوں کے ساتھ وعدہ کیا ہے۔ کہ ان کو الارض کا خلیفہ بناؤنگا۔ جیسا کہ ان سے پہلوں کو خلیفہ بنایا

لَهُمْ[1] تھا۔ اور میں اُس دین کو بھی اُن کے لئے مکنت و ثبات دوں گا جس دین کو میں اُن کے لئے پسند کر چکا ہوں۔

فصل۔ برادران یوسف کا مصر آنا۔ غلّہ لے جانا۔

بن یامین کو ساتھ لانے کا وعدہ کرنا۔

وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكِرُونَ ۝ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُمْ مِّنْ أَبِيكُمْ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ۝ فَإِنْ لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ ۝ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ

یوسف کے بھائی آئے۔ اور اُس کے سامنے پیش ہوئے۔ یوسف نے اُن کو پہچان لیا۔ مگر اُنہوں نے اُسے نہ پہچانا۔

بن یامین کو مصر بلانے کی تدبیر

جب یوسف نے اُن کا سامان درست کر دیا۔ تب یوسف نے اُن سے کہا۔ کہ تم اپنے بھائی کو جو تمہارے باپ کا بیٹا ہے۔ میرے پاس لانا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا۔ کہ میں پورے ناپ کا غلّہ دیتا ہوں۔ اور میں اچھی میہمانی بھی کرتا ہوں۔

لیکن اگر تم اُسے نہ لاؤ گے۔ تب تمہارے لئے میرے پاس غلّہ نہیں۔ اور تم میرے پاس بھی نہ آنا۔ وہ بولے کہ ہم اُسے اُس کے باپ سے پھسلائینگے۔ اور ہم یہ کام ضرور کرینگے۔

---

[1] یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اُمت محمدیہ میں خلافت راشدہ کے متعلق یہی ایک آیت ہے۔ اور یہ آیت خلافت راشدہ کے جملہ صفات کی جامع ہے۔ ۱۲

جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ لغت میں جہاز کا استعمال میت اور عروس اور مسافر کے لئے ہوتا ہے۔ جہاد میں وہ جملہ سامان جس کی اشخاص بالا کو ضرورت ہوتی ہے داخل ہے۔ پس فقرہ ہذا کے معنی یہ ہوئے۔ کہ جب اُن کے سفر کا سب سامان مکمل کر دیا۔

فَدَخَلُوا عَلَيْهِ محاورہ ہے۔ دَخَلَ عَلَى السُّلْطَان۔ حاجت لیکر سلطان کے سامنے گیا۔

یوسف علیہ السلام نے بن یامین کی ہستی کا اقرار کیونکر بھائیوں سے لیا

بعض مفسرین رحمہم اللہ نے اس بات کے لئے کہ یوسف علیہ السلام نے کیونکر اپنے بھائیوں کے مُنہ سے یہ اقرار لے لیا تھا۔ کہ اُن کا ایک بھائی اور بھی ہے۔ بہت سی کہانیاں بیان کی ہیں مگر توراۃ کا بیان بالکل سادہ ہے۔

کتاب پیدائش ۴۳ باب ۶ و ۷ درس میں ہے یعقوب علیہ السلام نے اُن کو کہا۔ کہ تم نے حاکم کو کیوں بتلایا۔ کہ ہمارا اور بھائی بھی ہے۔ تو اُنہوں نے کہا۔ کہ اُس نے ہمارے کنبہ کا حال پوچھا۔ اور باتوں کے سرشتہ میں ہم نے یہ بھی کہہ دیا۔

وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

یوسف علیہ السلام نے اپنے غلاموں سے کہدیا۔ کہ ان کا مال ان کی خرجیوں میں رکھ دینا۔ تاکہ جب یہ اپنے گھروں میں پہنچیں۔ تو پہچان لیں۔ تاکہ دوبارہ بھی یہاں آئیں۔

فِتْيَان فتی کی جمع ہے۔ فتیہ اور فتوہ بھی اس کی جمع ہے۔ اصل لغت میں فتی نوجوان۔ سخی۔ معزز شخص کو کہتے ہیں۔ اور مجازاً غلام کو۔ اس جگہ یہی مراد ہے۔

بضاعت۔ مال کا وہ حصہ جو تجارت کے لئے خاص کر دیا گیا ہو۔ سرمایہ۔

رِحَال - رَحْل کی جمع ہے۔ اس کی جمع اَرْحُل بھی آتی ہے۔ رَحل۔ خُرجی۔ جس میں مسافر اپنا سامان رکھے۔

صلہ رحم و احسان یہ مثل مشہور ہے۔ کہ اپنا گھر سو کوس سے نظر آتا ہے۔ بھائیوں کی مالی حالت یوسف علیہ السلام کو بخوبی معلوم تھی۔ انہوں نے اندازہ کر لیا تھا۔ کہ بھائی جو کچھ لائے ہیں۔ اس سے زیادہ ان کے پاس اور کچھ نہیں ہو سکتا اس لئے انہوں نے احسان اور صلہ رحم فرمایا۔ کہ اُن کا مال اُنہیں کر دیا۔ اور حقیقی بھائی کے بُلانے کی زبردست تحریک و تدبیر بھی فرمائی۔

غیر ضروری بحث اس غیر ضروری بحث میں نہیں پڑنا چاہیئے۔ کہ شاہی غلہ کی قیمت کیونکر ادا ہوئے۔ خدا کا نبی سب سے بڑھ کر امین ہوتا ہے۔

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

جب وہ باپ کے پاس لوٹ کر گئے تب بولے۔ اے ہمارے باپ ہمارا تو غلّہ روک دیا گیا۔ ہمارے بھائی کو بھیجیئے۔ تاکہ ہم غلّہ لے سکیں اور ہم اُس کی حفاظت پوری پوری کرینگے۔

ترجمہ قرآن مجید کے ساتھ پنجابی

ان لوگوں کے مزاج عجب واقع ہوئے تھے۔ غلّہ لانے میں جو کامیابی ہوئی۔ سفر جس خیر و عافیت سے پورا ہوا۔ حاکم نے جس عزت و احترام سے اُن کی مہمانی کی۔ اُس کا کوئی ذکر نہیں کرتے۔ پہلی بات جو گھر پہنچتے ہی باپ سے کہتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہم کو تو غلّہ ملنا بند ہو گیا۔

حرصِ سفر کی خرابیاں یہاں سے یہ نتیجہ ملتا ہے۔ کہ حرصِ مُفرط انسان کے تمام خوبیوں کو مغلوب کر لیتی ہے۔

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ یعقوب علیہ السلام نے کہا۔ کیا میں تم پر

اَمِنُتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ط — بن یامین کی بابت ویسا ہی بھروسہ کروں
فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ص وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ — جیسا کہ قبل ازیں اُس کے بھائی کی بابت بھروسہ کر چکا ہوں پس خدا ہی بہتر حفاظت

کرنے والا ہے۔ اور وہی سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

یعقوب علیہ السلام کا جواب

ارحم الراحمین - رحم کی معنی دل سوزی شفقت عطوفت ہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنَ الْاُمِّ بِوَلَدِهَا (ماں کو بچہ کے ساتھ اتنا پیار نہیں۔ جتنا اللہ کو اپنے بندوں سے ہے)

ارحم الراحمین اس جگہ۔ اور اعراف و انبیاء میں بھی آیا ہے۔ سورہ مومنون میں خیر الراحمین ہے۔

دعائے سفر طائف کا ایک ٹکڑہ — نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور دعا میں بھی۔ جو سنہ ۱۰ نبوی کے سفر طائف سے واپس ہوتے ہوئے فرمائی تھی۔ یہ اسم مستعمل ہوا ہے فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِيْ وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ۝ يَا رَبَّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَاَنْتَ رَبِّيْ

انسان کو لازم ہے۔ کہ ہر معاملہ میں اپنے آپ کو حفاظت الٰہی کے سپرد کرے۔ اور خود کو خدا کے رحم پر چھوڑ دے۔

جھوٹ کی برائی — یعقوب علیہ السلام کے جواب پر غور کرو۔ اُس سے جھوٹ کی برائی ثابت ہوتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ آئندہ کے لئے جھوٹ بولنے والے کا اعتبار نہیں رہتا۔ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کا جملہ اگرچہ علم ادب و لسان کے لحاظ سے نہایت موکد فقرہ ہے۔ لیکن یعقوب علیہ السلام اس کے کہنے والوں کا اعتبار نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ وہی الفاظ ہیں۔ جو فرزندان یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف کو ساتھ لے جاتے وقت بھی استعمال کئے تھے۔

جھوٹ سے نفرت

اگر لوگ جھوٹ کی اس بُرائی پر پورا پورا غور کرلیں۔ کہ ایک جھوٹ سے مُدتوں تک کا اعتماد جاتا رہتا ہے۔ تو ضرور ہے۔ کہ جھوٹ سے نفرت کرنے لگیں۔

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ ۔ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ۝

اور جب اُنہوں نے اپنے سامان کو کھولا۔ تو پایا کہ اُن کا مال واپس کر دیا گیا ہے۔ تب سب نے کہا۔ اے ابا۔ اور ہم کو کیا چاہئے۔ یہ ہمارا مال ہمیں واپس کر دیا گیا۔ اب ہم اپنے کنبہ کیلئے اور غلّہ لائینگے۔ اور اپنے بھائی کی حفاظت کرینگے اور ایک اونٹ کے بوجھ کا غلّہ زیادہ حاصل کرینگے۔ کیونکہ جتنا اناج آیا ہے وہ تھوڑا ہے۔

"واپس شدہ مال دیکھ کر خوشی۔ اُمنگیں"

مَتَاع ۔ ہر ایک وہ چیز جس سے انسان فائدہ حاصل کرے۔ یہاں غلّہ مراد ہے

نَبْغِيْ ۔ بَغَاہُ ۔ یَبْغِیْہِ ۔ بُغَاۃً کے معنی ہیں طَلَبَہٗ ۔

هٰذِهٖ ۔ حرف ہا ۔ اور ذِہ سے مرکب ہے۔ ذِہ اسم مؤنث قریب کے لئے ہے۔

ہٰذِہٖ کے معنی

ہا تنبیہ اُس پر ایزاد ہوگئی ہے۔

نَمِيْرُ ۔ مَار ۔ یَمِیْر ۔ مَیْرًا ۔ کنبہ کے پاس طعام یا دوا لے کر آیا۔

مَیْر ۔ طُعام ۔ ضرب المثل ہے۔ مَا عِنْدَہٗ خَیْرًا وَلَا مَیْر

بَعِيْر ۔ اونٹ کے لئے اسم جنس ہے۔ نر و مادہ دونوں کے لئے مستعمل۔ مثلاً بولتے ہیں۔ حَلَبْتُ بَعِیْرِیْ ۔ میں نے اپنی بعیر کا دودھ نکال لیا۔

بعیر کے معنی

جمل نر کے لئے۔ ناقہ مادہ کے لئے خاص ہے۔ بَعِیْر مضبوط اونٹ کے واسطے بولتے ہیں۔

فروخت غلہ کا انتظام

معلوم ہوتا ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام نے فروخت غلہ کے متعلق یہ انتظام کر رکھا تھا۔ کہ فی کس ایک بار شتر سے زیادہ نہ دیا جائے۔

بایام قحط غلہ کا انتظام

یہ سبق ہے اُس افسر کے لئے۔ جو بایام قحط تقسیم غلہ کا ذمہ دار ہو۔ کہ شروع ہی سے ایسی مناسب مقدار مقرر کر دے۔ جو برابر نبھ سکے۔

ابو عبیدہؓ بن الجراح جنگ میں فوج کے لئے تقسیم خوراک کا انتظام

اب لڑائیوں میں محصور فوجیں اسی اصول پر عمل کرتی ہیں۔ امین الامۃ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے سریہ سیف البحر میں اسی اصول پر ایک ماہ تک لشکر میں چوہارے تقسیم کئے تھے ایک غلط روایت عام طور پر مشہور ہے کہ یوسف علیہ السلام نے سال اوّل میں نقدی سال دوم میں اسباب۔ سال سوم میں مکانات۔ سال چہارم میں اولاد۔ سال پنجم میں خود لوگوں کو غلامی میں لیکر غلہ دیا تھا۔ اس کی کوئی صحیح روایت نہیں۔ یہودی افسانہ ہیں۔ جو گھڑ لئے گئے ہیں۔

عہد کی طلب

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ؕ

حضرت یعقوبؑ نے کہا۔ میں اُسے تمہارے ساتھ ہرگز نہ بھیجوں گا۔ جب تک تم مجھے اللہ کی طرف سے یہ عہد نہ دو گے۔ کہ اُسے ضرور میرے پاس لے آؤ گے بجز اس کے کہ تم سب گھیرے میں آجاؤ۔

عہد سے مدعائے یعقوب علیہ السلام

جو استثناء یعقوب علیہ السلام نے قائم فرمائی۔ اُس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہر ایک بھائی ذاتی طور پر بن یامین کی حفاظت کا ذمہ دار ہو۔ نیز یہ مطلب ہے۔ کہ اگر کوئی آفت ہو۔ تو ایسی عام ہونی چاہئے۔ جو سب کے لئے ہو۔ یہ نہیں۔ کہ یوسف کی بابت آکر کہہ دیا۔ کہ ہم تو دوڑ لگانے کے لئے گئے تھے۔ اور یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔

فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ط

جب اُنہوں نے اپنا عہد دیدیا۔ تب یعقوب علیہ السلام نے کہا۔ اللہ ہمارے قول و قرار کا وکیل ہے +

تدبیر اور شرط ایمانی

یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے عہد لیکر تدبیر انسانی کو مکمل کیا۔ پھر سارے معاملہ کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دینے میں شرط ایمانی کو پورا فرمایا۔

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ط وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ط اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ج وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ○

حضرت یعقوب نے کہا اے میرے بیٹو۔ تم ایک دروازہ سے داخل نہ ہونا مالگ الگ دروازوں سے داخل ہونا۔ میں تم کو اللہ کے حکم سے تو ذرا بھی نہیں بچا سکتا۔ حکم تو صرف اللہ ہی کو حاصل ہے۔ میں نے تو اُسی پر بھروسہ کیا ہے۔ اور توکل کرنیوالوں کو لازم بھی یہی ہے کہ اُسی پر بھروسہ کیا کریں +

نظر بد سے یعقوب علیہ السلام کی حفاظت

وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ۔ میں حرف واؤ۔ وحرف فاء کو جمع کر دیا گیا ہے۔ واؤ افادہ

حرف و حرف ف کا اجتماع

عطف کے لئے ہے۔ اور ف افادہ سبب کے لیے ہے۔

نظر بد یعقوب علیہ السلام کی اس نصیحت پر کہ ایک دروازہ سے داخل نہ ہونا۔ علماء نے بہت کچھ تحریر فرمایا ہے۔ اور اکثر نے اس کی وجہ نظر بد قرار دی ہے۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ نظر کا لگنا حق ہے۔ اور اس لئے اس کی تدبیر کرنا بھی صحیح ہے مگر اللہ تعالےٰ نے آگے چل کر فرمایا ہے۔ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ۔ اس لئے ممکن ہے۔ کہ اس نصیحت کی علت و حکمت کچھ اور ہی ہو۔

اس تدبیر کی مصلحت

(۱) ممکن ہے۔ کہ یعقوب علیہ السلام نے اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ

کی وسعت پر غور فرمایا ہو۔ اور پھر سمجھا ہو۔ کہ اگر احاطہ ہوا۔ تو سب ہی گھیرے میں آجائیں گے۔ اور مصیبت کا پیمانہ بہت وسیع ہو جائیگا۔

اب ہر ایک بھائی بن یامین کی حفاظت کا ذمہ وار تو ہو ہی چکا ہے اس لئے بہتر ہے۔ کہ کوئی ایسی صورت بھی نکال دی جائے۔ کہ کسی مصیبت کے پڑنے پر سب کے سب ہی گرفتار بلا نہ ہو جائیں۔

سپہ سالار کا فوج کو مختلف حصص میں روانہ کرنا

کسی سپہ سالار کا فوج کے مختلف حصوں کو مقام واحد کی طرف مختلف راستوں سے روانہ کرنا بھی بسا اوقات ایسے ہی خیالات پر مبنی ہوتا ہے۔

فتح مکہ و لشکر نبوی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فتح مکہ کے دن عسکر ظفر پیکر کو معلے و مسفلہ کی راہوں سے داخل مکہ ہونے کا حکم دیا تھا۔

اسباب سے انقطاع از اسباب

الغرض اس ارشاد میں عمل بر اسباب کا سبق بھی ملتا ہے۔ اور انقطاع از اسباب کی ہدایت بھی۔

خدا کے برگزیدہ اسرائیل نے اپنی حکمت و دانش سے عمل بر اسباب کا سبق دیا۔ اور مشکوٰۃ نبوت سے انقطاع از اسباب کی روشنی کو ظاہر فرمایا۔ ان ہر دو امور کا اجتماع بتلاتا ہے

دل کا تعلق مسبب الاسباب سے ہو اسباب پر عمل ہو

کہ حکمت الٰہیہ نے مسببات کو اسباب کے ساتھ مرتبط فرمایا ہے۔ اور ایمان کا خاصہ یہ ہے۔ کہ وہ بندہ کے دل کا مسبب الاسباب کے ساتھ ارتباط قائم کر دیتا ہے۔

توکل اقرب الاسباب ہے

آیت کے آخر میں توکل کا ذکر ہے۔ یعنی توکل و دعا کو تحصیل مقصود کے لئے اقرب الاسباب ٹھہرایا ہے۔

انجام توحید توکل ہے حقیقت توحید توکل ہے

یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ انجام توحید توکل ہی ہے

بلکہ توکل ہی حقیقتِ توحید ہے۔

فصل۔ ابناءِ یعقوبؑ کا مصر میں داخلہ بن یامین و یوسفؑ کا تعارف

مصر میں داخلہ بار دوم

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰهَا وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ع ۸

وہ مصر میں اُسی طرح داخل ہوئے جس طرح اُن کے باپ نے اُن کو حکم دیا تھا۔ داخلہ کا یہ حکم اُن کو خدا کے کسی حکم سے کچھ نہ بچا سکتا تھا۔ لیکن یہ ایک تدبیر تھی۔ جو یعقوبؑ کے دل میں آئی۔ اور اُس نے اُسے جاری کیا یعقوبؑ تو علم کا مالک تھا۔ ہم نے اُسے علم سکھلایا تھا۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

یعقوب علیہ السلام ذوعلم تھے

آیات سابقہ میں یعقوب علیہ السلام نے اپنے قول کے متعلق خود ہی فرما دیا تھا۔ کہ یہ ایک تدبیر ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے بھی ان کی توثیق فرما دی ہے۔ آیات زیر تفسیر میں وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ قابلِ غور ہیں۔ یعنی وہ کیا چیز ہے۔ جسے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ امام فخر رازی رح وغیرہ نے فرمایا ہے۔ کہ لوگ یعقوب علیہ السلام کا ذوعلم ہونا نہیں جانتے۔"

انبیاء کے علوم اکتسابی نہیں ہوتے

لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کو براہِ راست جنابِ احدیت سے تعلیم ملا کرتی ہے۔ اور اُن کے علوم اکتسابی نہیں ہوتے۔ ایک اور معنی لطیف بھی بیان

کئے جا سکتے ہیں۔

افعال اقوال مبنی بحث تبلیغ نبوت اور بشریت کا تفاوت

انبیاء علیہم السلام کی اپنے اقوال و افعال میں دو حالتیں ہوتی ہیں۔ (الف) وہ اقوال و افعال جو بحیثیت نبوۃ اُن سے صادر ہوتے ہیں۔ (ب) وہ اقوال و افعال جو بحیثیت بشریت اُن سے صادر ہوتے ہیں"۔ اِن ہر دو کے درمیان جو باریک فرق ہے۔ اکثر لوگ اُسے نہیں سمجھتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فرق کے بتانے میں بہت سی روشن نظائر قائم فرمائی تھیں۔ حدیث تابیر میں یہی راز سمجھایا گیا ہے۔ اور واقعہ بریرہ و مغیث میں یہی راز بتلایا گیا ہے۔ جنگ بدر و جنگ احزاب میں میدان حرب کے انتخاب کے متعلق بھی اسی اصول پر عمل کیا گیا تھا۔

آمرہم ابوہم

آیت زیر تفسیر میں ہم کو اس امر سے تقویت ملتی ہے۔ کہ حیث اَمَرَھُمْ اَبُوْھُمْ فرمایا ہے۔ اور حیث اَمَرَھُمْ نَبِیُّھُمْ نہیں فرمایا۔

اگر اس اصولی بات کو سمجھ لیا جائے۔ تو بہت سی احادیث مشکلہ کا مطلب بآسانی حل ہو سکتا ہے۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَخَاهُ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

جب وہ یوسف کے سامنے حاضر ہوئے تب اُس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس ٹھہرایا۔ اور کہہ دیا کہ میں ہی تیرا بھائی ہوں اب اُن باتوں کا رنج نہ کر۔ جو سوتیلے بھائی تیرے ساتھ کیا کرتے تھے۔

اٰوٰی اِلَیْهِ۔ اٰوٰی اٰوِیًا وَاٰوَاءً نَزَلَ لَیْلًا وَنَهَارًا۔ اٰوَیْدٌ۔ اِیْوَاءٌ اَنْزَلَهٗ

ایک دعا۔ انہی معنی میں ہے۔ اَللّٰهُمَّ اٰوِنِیْ اِلٰی ظِلِّ کَرَمِكَ وَعَفْوِكَ۔

کہتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے حکم دیا۔ کہ دو۔ دو کو ایک مکان میں

ٹھہرایا جائے۔ جب بن یامین اکیلے رہ گئے۔ تو اُن کو اپنے پاس ٹھہرالیا۔

تبتئس ۔ اِبْتِئَاس (افتعال) سے ہے۔ بؤس۔ حزن والم ۔ ابتئاس اظہار رنج وشکایت۔

یوسف علیہ السلام نے بن یامین کو بتلادیا۔ کہ وہی اُس کے ماں جائے بھائی اور برادر شفیق ہیں۔ یہ بھی فرمایا۔ کہ اب پچھلے غم وغصہ کو فراموش کردو۔ ہم کو خدا نے ملادیا ہے۔

جس وقت سیدنا یوسف علیہ السلام سے مصر میں ملے۔ اُس وقت بن یامین ۳۸ سال کے تھے۔ اور بیٹے پوتے والے تھے۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ○

پھر جب اُن کے سفر کا سامان یوسف نے مکمل کردیا۔ تب پانی پینے کا گلاس اپنے بھائی کے گون میں رکھ دیا۔ اُس کے بعد ایک پکارنے والے نے آواز بلند سے اُن کو پکارا۔ کہ اے قافلہ والو۔ تم تو چور ہو +

سقایہ کا واقعہ

سِقَايَة ۔ آب خورہ۔ پانی کی کھیل۔

أَذَّنَ ۔ اذان۔ بانگ بلند۔

عِير ۔ قافلہ جو غلہ لائے۔ گدھوں پر۔ خواہ اونٹوں پر۔ اب اس کا استعمال اونٹوں کے قافلہ پر ہوتا ہے۔

عیر کے معنی

تعاقب کنندہ لوگ سرکاری ملازم تھے"

معلوم ہوتا ہے۔ کہ پیالہ کو بوری میں رکھنے کا کام یوسف علیہ السلام نے کیا تھا جس کا علم بن یامین کے سوا کسی کو نہ تھا۔ اب اس سے آگے سب کام اُن نوکروں کے ہیں جن کی حفاظت میں ابناء یعقوب

کے مکانوں کا سامان تھا۔ اِن نوکروں نے ان لوگوں کی روانگی کے بعد سامان کو دیکھا ہوگا۔ اور جب سِقَایَہ نہ ملا۔ تو اُس کے تلاش میں لگ گئے۔ پہلا قیاس اُنہی پر ہونا چاہئے تھا۔ جو اُن کمروں میں اُترے ہوئے تھے۔ اس لئے انہی کا تعاقب کیا۔ اِنَّکُمْ لَسَارِقُوْن کا قائل وہی مؤذن ہے۔

قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ۝

وہ بولے۔ اُس وقت اُنہوں نے اُن نوکروں کی طرف اپنا رُخ پھیر لیا تھا۔ کہ تم کیا کھو بیٹھے ہو۔

فقدان - فَقَدَ - فِقْدَانًا و فُقْدَانًا - غَابَ عَنْهُ وَعَدَمَهُ -

فقدان کسی شے کا غائب ہو جانا۔ یا ضائع ہو جانا۔

قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ

اُنہوں نے کہا بادشاہی پیالہ ہم کو نہیں ملتا۔ اور جو کوئی شخص اُسے پیش کرے گا۔ اُس کو ایک مضبوط اونٹ کی مشکل سے اُٹھانے کا غلّہ دیا جائے گا۔ اور میں اُس کا ذمہ دار ہوں۔

صُوَاع - پانی پینے کا وہ برتن جو چاندی یا سونے کا ہو۔ لیکن اگر کانچ کا ہو۔ تو اُسے (قَدَح) لکڑی کا ہو تو (عُس) چمڑے کا ہو تو (علبہ) مٹّی کا کا ہو تو (مِرْکَن) کہتے ہیں۔

مختلف دھات کے بیانوں کیلئے علیحدہ علیحدہ لغت

صُواع وہی ہے۔ جسے آیت بالا میں سِقَایہ کہا گیا تھا۔ وہ بلحاظ استعمال تھا۔ یہاں صُواع بلحاظ جنس ہے۔

حِمْل - وہ بوجھ جس کا اُٹھانا اُٹھانے والے کو دُشوار ہو۔

حِمْل و حَمْل کے معنی

حَمْل - بالفتح وہ بوجھ جس کا اُٹھانا اُٹھانے والے کو ناگوار نہ ہو۔ درخت

کا پھل۔ یا عورت کے پیٹ کا بچہ"۔

تبدیلی حرکات سے ضعف و قوۃ معنی۔ عربی زبان کی خصوصیت

فتحہ چونکہ اخف حرکات ہے۔ اس لئے خوشگوار بوجھ کو بالفتح بیان کیا۔ اور کسرہ چونکہ فتحہ سے زیادہ قوی ہے اس لئے بھاری بوجھ کے لئے حِمْل کا استعمال کیا۔ یہ لطافت اور خوبی کسی دوسری زبان کی لغات میں نہیں۔

زَعِیْم بمعنی کفیل۔ حدیث میں ہے اَلزَّعِیْمُ غَارِمٌ۔ زعیم القوم۔ رئیس قوم۔

سرقہ پر انعام دینے کی رسم قدیم

مؤذن نے انعام کا بھی وعدہ کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسروقہ سامان کی برآمدگی پر انعام دیئے جانے کا قاعدہ اُس وقت بھی مروج تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ انعام دہندہ افسر کا تعیّن بھی ضروری ہے۔ اَنَا بِهٖ زَعِیْم نے یہی بتلایا ہے۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ

ابناء یعقوبؑ نے کہا۔ واللہ۔ تم جانتے ہو۔ کہ ہم ملک میں اِبتری ڈالنے نہیں آئے۔ اور ہم چور بھی نہیں۔

فرزندان اسرائیل کا بیان اپنی بابت

تَاللّٰهِ میں تَ قسمیہ ہے۔ اور یہ حرف بمعنی قسم صرف اسم پاک اللہ ہی پر آتا ہے۔

لَقَدْ عَلِمْتُمْ سے مُراد یہ ہے۔ کہ ہم کئی دفعہ آچکے ہیں۔ اور تم ہمارے اخلاق و آداب سے بخوبی واقف ہو چکے ہو۔

لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ میں سرقہ کا باعث فساد اور سبب امن شکنی بیان کیا گیا ہے اور فی الواقع کثرت سرقہ کی انتہا انہی مدارج تک پہنچ جاتی ہے۔

وَمَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ۔ انباء یعقوب کا یہ جواب اس لئے صحیح تھا۔ کہ اُس وقت اُنہوں نے کچھ نہ چُرایا تھا۔ اور ملازمین مصر کا اُن کو اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ۔

کہنے کا اس لئے حق تھا۔ کہ سرقہ کے بعد مالکِ مال کا جس پر شبہ ہوا کرتا ہے۔ وہ اُسے چور کہہ دیا کرتا ہے۔

قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗ
اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ۝

نوکر اور اُس کے ساتھی۔ بولے۔ کہ اگر تم جھوٹے نکلے۔ تب چور کی (یا چوری کی) سزا کیا؟

قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ
فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ
كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝

اپنا و یعقوب نے کہا۔ چوری کی سزا یہ ہے۔ کہ جس کی بوری میں سے کٹورا نکلے۔ وہ خود چوری کے بدلہ میں جائے گا۔ ہم (آل یعقوب) ظالموں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں۔

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ
اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ
كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ مَا كَانَ
لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ
اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۝

نوکروں نے دوسروں کی بوریوں سے تلاشی لینا شروع کیا۔ اور پھر کٹورے کو برادر یوسف کے شلیتہ سے نکال لیا۔

ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی تھی یوسف کو حق نہ تھا۔ کہ شاہی ضابطہ کے مطابق اپنے بھائی کو پکڑ سکتا۔ مگر یہاں تو اللہ نے ایسا چاہا۔

كِدْنَا۔ کید سے ہے۔ اس کے مختلف معانی ہیں۔ جنگ۔ مکر۔ قے۔ حیلہ وغیرہ اور کَادَ کے معنی اِحْتَالَ کے آتے ہیں۔ پس کِدْنَا کے معنی حیلہ بنانا اور تدبیر کرنا ہوا۔ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا (سورہ نور ع ۵) اپنا ہاتھ دیکھنے کی

کوئی صورت نہیں۔

یعنی یہ طریقہ کہ برادران یوسفؑ سے اسرائیلی ضابطہ کے موافق فیصلہ کئے جانے کا اقرار کرالیا گیا۔ ہم نے خود یوسفؑ کو بتلایا تھا۔

لفظ کِدْنا سے حفاظت یوسف

لفظ کِدْنا فرمانے سے اللہ تعالےٰ نے اوّل تو یوسف علیہ السلام کی حفاظت فرمائی۔ کہ کوئی شخص نبی معصوم کی ذات پر کوئی اعتراض نہ کرسکے۔

احتمال باطل کی روک تھام

دوم کِدْنا فرمانے سے آئندہ کے لئے ہر ایک شخص کے سامنے ایک روک بھی قائم کردی۔ تاکہ کوئی شخص اپنے کسی احتمال باطل یا مکر و فریب کے واسطے اس واقعہ کی آڑ نہ لے سکے۔

حکم الٰہی مختص صورت پیدا کرتا ہے

اللہ تعالےٰ کے یہ فرما دینے کے بعد کہ ہم نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ ظاہر ہوگیا۔ کہ کوئی اور شخص ایسا نہیں کرسکتا۔ ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا۔ اور انہوں نے فرزند کی گردن پر چھری رکھ دی۔ لیکن اب کوئی شخص ایسا نہیں کرسکتا۔ کیونکہ یہ اوامر الٰہی مختص صورت میں تھے۔

افعال پر اعمال اور ان پر جزا و سزا دنیا میں نسبت ترتیب

اب رہا یہ کہ اللہ تعالےٰ نے کیوں ایسا کیا۔ سو یہ بطور بدلہ کے تھا۔ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ۔ کا اصول نہایت محکم ہے۔ یہ وہی ابناء یعقوب ہیں۔ جنہوں نے اپنے باپ نبی اللہ سے یوسف کو کِدْ کے ساتھ حاصل کیا تھا۔ زبان سے تو یہ کہہ رہے تھے۔ کہ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (ہم اس کی پوری پوری حفاظت کرینگے) مگر مشورہ میں جو اس سے پہلے ہوچکا تھا۔ یوسف علیہ السلام کا قتل کیا جانا اور پھینک دیا جانا طے ہوچکا تھا۔ ہاں انہوں نے باپ کو جُل دیا۔ اور باپ کو نیز بھائی کو تکلیف شدید میں ڈالا جس کے لئے شریعت اسرائیلی میں کوئی صورت جواز نہ تھی۔ اور جس کے لئے یوسفؑ کی کوئی رضامندی شامل نہ تھی۔

اللہ تعالےٰ نے ان مکاروں کے قبضہ سے بن یامین کو نکالا۔ جب کہ خود

بن یامین اُس تجویز پر متفق تھا۔ اور جس کی صورت ظاہری بھی اسرائیلی ضابطہ کے مطابق تھی۔ یَکِیدُونَ کَیْدًا وَأَکِیدُ کَیْدًا کے معنی بھی یہاں حل ہو جاتے ہیں۔

استعمال الفاظ بطور تقابل

زبان دانی کی ضرورت

جو شخص زبان عرب کے رموز سے واقف ہے۔ اُسے اس بات کا سمجھنا آسان ہے۔ کہ ایسے الفاظ کا استعمال تقابل کے طریقہ پر ہوتا ہے۔ مثلاً جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ پر غور کرو جس کا ترجمہ ہے۔ کہ بدی کا بدلہ بد ہے۔ لیکن حقیقت پر غور کرو۔ کہ اگر ہم کسی چور یا ڈکیت کو سزا دیتے ہیں۔ تو کیا سزا دہندہ جج کو بھی بُرے فعل کا فاعل کہا جا سکتا ہے؟ نہیں۔ پس بدی کا بدلہ بد اس لئے ہے۔ کہ یہ وغیرہ بذاتِ خود بد ہیں۔ گو مجرم کے حق میں اُن کا نفاذ عدل و انصاف ہیں۔

جج۔ مجرم۔ سزا

اور سزا دہندہ حاکم فی الواقع عادل و منصف ہوتا ہے۔

دِیْنِ الْمَلِکِ۔ دین کے لغوی معانی بہت ہیں۔ یہاں اس کے معنی "ضابطہ آئین" ہیں۔

اُس وقت مصر میں تعزیرات کا کوئی قانون تھا

اس سے یہ معلوم ہوا۔ کہ مصر میں تعزیرات جرائم کا قانون اور تھا۔ اور یوسف علیہ السلام اُسی ضابطہ مصر کے مطابق فیصلہ کرنے پر مجبور تھے اس سے اُن مسلمان افسروں کو جو کسی غیر اسلامی سلطنت کے ماتحت ہونے کی حالت میں اُس سلطنت کے مجریہ قوانین پر فیصلہ دیتے ہیں کچھ تھوڑی بہت اُمید نکلتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اُن کی خطاؤں سے درگذر فرمائے۔

قانون بین الاقوام

اس آیت سے انٹرنیشنل لا (قانون بین الاقوام) کا وجود بھی نکلتا ہے۔ اور یہ بھی واضح ہوتا ہے۔ کہ رعایائے ملک غیر کا فیصلہ اُن کے ملکی قانون کے مطابق کرنا بہترین طریقۂ انصاف رسانی ہے۔

یہود بنو قریظہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

یہود بنو قریظہ کا فیصلہ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

(اہتزت لعرش الرحمٰن) نے بھی توراۃ ہی کے بموجب فرمایا تھا۔

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ہم بلند کرتے ہیں درجے اُن کے جن کے چاہتے ہیں۔ اور ہر ایک مالکِ علم کے اُوپر علیم ہے۔

علم صحیح اور فیصلجات مقدمات یہ آیت اللہ تعالےٰ نے ایک اچھے فیصلہ کے ذکر کے بعد فرمائی ہے۔ اس سے معلوم ہُوا۔ کہ عمدہ فیصلجات تب ہی صادر ہو سکتے ہیں۔ جب علم صحیح سے حاکم متصف ہو گا۔ یہ بھی معلوم ہُوا۔ کہ بلندی مدارج کا صرف ایک ہی سبب ہے۔ اور وہ "علم" ہے۔

رفعت درجات علم پھر یہ بھی بتلا دیا۔ کہ خواہ کوئی شخص علم کے کیسے ہی درجہ بلند پر پہنچ جائے۔ تب بھی اُسے مغرور نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ دنیا میں عالم کے اوپر

عالم پر عالم موجود ہے عالم موجود ہیں۔ حتےٰ کہ اس سلسلہ کی انتہا ذات واجب الوجود تعالیٰ شانہٗ پر ہو جاتی ہے۔ جو جملہ علوم کا انسان کو القا کرنے والا ہے۔ اور اپنے علم ازلی الابدی کی وجہ سے "علیم" کے اسم پاک سے موسوم ہے۔

قَالُوْٓا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ط فرزندانِ یعقوب بولے۔ اگر اس نے چوری کی ہے۔ تو اس کے بھائی نے بھی اس سے پہلے چوری کی تھی۔

تقسیم بطون مادری وہ بھائی جواب تک مَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ کہہ رہے تھے یعنی ہم چور نہیں۔ وہی اب جھٹ زبان بدل گئے۔ اب اُنہوں نے اپنی تقسیم بطون مادری پر کر لی ہے۔ چونکہ بن یامین کا بطنی بھائی صرف ایک ہی تھا۔ اس لئے گو اُس کا نام نہیں لیا گیا۔ مگر یوسف علیہ السلام کے تعیین میں شک بھی نہیں رہا۔

مفسرین رحمۃ اللہ علیہم نے فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ کی بابت

سرق اخ لہ کی تفسیر میں اقوال

بہت اقوال لکھے ہیں لیکن وہ سب اقوال نامعتبر اور غلط روایتوں

بے سند حکایات

اور بے سند حکایات پر مبنی ہیں۔ ہمیں کیا ضرورت ہے۔ کہ یوسف صدیق کی عمہ مکرمہ دختر اسحٰق علیہ السلام پر چور بنانے کا بہتان قائم کریں ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم یوسف علیہ السلام کی بابت سرقۂ بُتاں یا ماکیاں کی داستان کو زبان سے نکالیں۔ ہم کو تو ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ پہلے یہ دیکھ لیں۔ کہ اس قول کے

تنقید اقوال راوی

راوی کیسے ہیں۔ کیا یہ وہی راوی نہیں ہیں؟ جنہوں نے نبی اللہ باپ کے سامنے فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ جیسے قول زُور کو بڑے زور اور حتمی الفاظ میں بیان کیا تھا۔

محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ اور علم اسماء الرجال

اور جب حقیقت یہی ہے تو ایسے ایسوں کی بات کا کیا اعتبار؟ اللہ تعالیٰ اپنے قرب و رضوان کے بہترین مدارج عالیہ محدثین اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے۔ جنہوں نے رسول اکرمؐ کی ذب و حمایت میں سینکڑوں ہزاروں راویوں کے احوال کی تنقید فرمائی۔ معائب و مثالب کو جتایا اور اعتماد و ثقاہت و عدالت کو نمایاں کیا۔ جس سے مبتدعین و منافقین کی تمام مساعی کو پامال کر دیا۔

محدثانہ اصول استعمال کرو

وہی اصول محدثانہ اس جگہ ہمارا بھی رہبر ہے۔ اور ہم نہایت اطمینان قلب سے سمجھتے ہیں۔ کہ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ کے راوی اس روایت میں ناقابلِ اعتبار ہیں۔

فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ؕ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝

یوسف نے اس بات کو دل ہی میں رکھا اور اس کی بابت کچھ بھی ظاہر نہ کیا۔ اور یہ کہا کہ تم بجائے خود شریر ہو۔ اور جو بات تم کہتے ہو اُسے اللہ خوب جانتا ہے۔

حضرت یوسف اُن کی بات پی گئے

اس آیت سے غایت درجہ حلم و برداشت کی تعلیم ملتی ہے۔ غور کرو کہ یوسف علیہ السلام کو رو در رو بہتان لگایا گیا۔ مگر وہ صبر کرتے ہیں۔ پی جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں کہ حاکم ہیں۔ ذی مقدرت ہیں۔ اور کہنے والے اُن کے دست نگر ہیں۔ اور بحالت ذلیل ہیں۔ جب ہم جملہ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا کو فَاَسَرَّهَا کا بدل قرار دیں۔ تو اس سے یہ بھی ثابت ہُوا۔ کہ اتنی بات بھی یوسف صدیق نے اُن کو زبان سے نہ کہی تھی۔ بلکہ دل ہی دل میں کہی تھی۔

قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اُنہوں نے کہا۔ اے حاکم۔ اس کا باپ بڑا بزرگ ہے۔ تو ہم میں سے کسی ایک کو اس کے بدلہ میں رکھ لے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ احسان کرنے والوں میں سے ہیں +

یعقوب علیہ السلام کا بڑھاپا

شیخ ۔ ہمارے زمانہ میں ۶۰ سے ۸۰ سال تک کے شخص کو کہتے ہیں یعقوب علیہ السلام

شیخ کس عمر کے شخص کو بلحاظ عمر کہا جا سکتا ہے

تو اُس وقت ۱۲۵ سال سے متجاوز ہو چکے تھے۔

کبیرًا ۔ لفظ شیخ عمر کو اور لفظ کبیر منصب و منزلت کو ظاہر کرتا ہے۔

محسنین ۔ مُتعوّد باحسان۔ یعنی یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ آپ تو ہمیشہ احسان کرنے ہی کے عادی ہیں۔ اب بھی معمول کے مطابق احسان فرمایئے۔

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝

یوسف نے کہا۔ ہم تو اُسے پکڑینگے جس کے پاس ہماری چیز ہم کو ملی ہے۔ دوسرے کو ہم پکڑیں تو ہم خود ظالم ٹھیرینگے۔ معاذ اللہ

ایک کی جگہ دوسرے کو گرفتار کرنا جائز نہیں

وَجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗ کے الفاظ پر ذرا کرو۔ کیسے جچے تُلے الفاظ ہیں۔
بن یامین کو سارق نہیں کہا۔ اور صورتِ معاملہ وہی بنی رہتی ہے۔

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا
نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْا
اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ
مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا
فَرَّطْتُمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ
الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ
اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ فَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ ؕ
اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ
اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ وَمَا شَهِدْنَآ
اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَافِظِيْنَ ؕ
وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا ؕ
وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ

جب ان کو بن یامین کی رہائی کی اُمید نہ رہی۔
تب وہ ایک گوشہ میں مشورہ کے لئے چلے گئے
سب سے بڑے (روبن نامی) نے کہا تم جانتے
ہو۔ کہ تمہارے باپ نے تم سے بن یامین کے
متعلق عہد الٰہی لیا تھا۔ اور قبل ازیں تم
یوسف کے بارہ میں جو تقصیر کر چکے ہو۔
وہ تم کو معلوم ہی ہے۔ پس میں تو یہاں
سے ہلنے کا ہی نہیں۔ جب تک باپ
مجھے اجازت نہ دے۔ یا اللہ میرے لئے
کوئی حکم فرمائے۔ اور وہ تو سب
حاکموں سے بہتر حکم دینے والا ہے۔
اب تم سب اپنے باپ کے پاس واپس جاؤ۔
اور جا کر کہو کہ ابّا۔ آپ کے لڑکے نے چوری
کر لی۔ اور ہم نے جو شہادت دی۔ وہ اپنے
علم کے موافق دی۔ اور ہم غیب کے نگہبان
نہ تھے۔
آپ اُس بستی سے پوچھ لیں جس میں ہم رہے
اور اُس قافلہ سے پوچھ لیں۔ جس میں لوٹ کر
آئے ہیں۔

برادران یوسف کا تخلیہ۔ گفتگو جو باپ کے سامنے کہنی چاہئے

وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝ اور ہم تو بالکل سچے ہیں +

اِسْتَایْئَسُوْا - یاس سے ہے۔ امید منقطع ہو جانا۔

خَلَصُوْا - خلص علیحدہ ہونا۔ مخلص وہ بندہ جو سب سے علیحدہ ہو کر ایک کا ہو گیا ہو۔

نَجِیًّا - سرگوشی کرنا۔ چپکے چپکے بات کرنا۔

فَرَطْتُّمْ - فرط آگے بڑھ جانا۔ حدیث پاک میں ہے۔ اَنَا فَرَطُکُمْ عَلَی الْحَوْضِ (میں تم سب سے پہلے حوض کوثر پر پہنچ جاؤں گا) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عائشہ صدیقہ کو اُن کی حالتِ نزع میں کہا تھا۔ تَقْدَمُ عَلٰی فَرَطِ صِدْقٍ۔ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا رہے ہو۔

افراط کے معنی

افراط تفریط میں فرق

افراط اور تفریط دونوں میں یہ معنی پائے جاتے ہیں یعنی افراط میں بیشی کی جانب اور تفریط میں کمی کی جانب بڑھ جانا پایا جاتا ہے۔

اَبْرَحَ - بَرَحَ بَرْحًا وَبِرَاحًا - برح المکان زال عنہ

قَرْیَۃ - لغت میں اُس جگہ کو کہتے ہیں۔ جہاں انبوہ ہو۔ قَرْیَۃُ النَّمْلِ - چیونٹیوں کا بھون۔ آبادی مردم۔ متاخرین نے بلدہ اور مصر اور قریہ میں اصطلاحی فرق کر لئے ہیں۔ قرآن مجید میں ان الفاظ کو مراد معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ مکہ معظمہ کو ایک آیت میں۔ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ بھی فرمایا ہے۔ اور ایک آیت میں هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْٓ اَخْرَجَتْكَ قریہ بھی فرمایا ہے۔ (وہ زیادہ قوت والے تھے۔ تیرے قریہ سے جہاں سے تجھے نکالا ہے)۔

قریہ کے معنی

قرآن مجید میں مکہ کو قریہ بھی کہا اور بلد بھی

عِیْر - جاونٹ۔ گدھے۔ اناج لاتے ہیں۔ اُسے عِیر کہتے ہیں۔ اور جو سامان جنگ

مویشیان بارہداری کے مختلف سامان بارہداری کے اعتبار سے

لاتے ہیں۔ اُسے قیروان کہتے ہیں۔ اور جو کپڑا وغیرہ لاتے ہیں۔ اُسے لطمہ بولتے ہیں۔

یہاں عیر سے عیر والے مُراد ہیں۔

فرزندان اسرائیل کی تقریر ہذا کا تقریر اوّل سے مقابلہ

اس تقریر پر عمل کیا گیا۔ بڑا بھائی مصر میں ٹھہر گیا۔ اور سب واپس چلے گئے۔ اس تقریر کو ذرا اُس تقریر سے ملا کر دیکھو۔ جب ابنائے یعقوب نے باپ سے آکر کہا تھا۔ کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا۔ یہاں تو بڑے وثوق سے اپنے سچے ہونے کا دعویٰ ہے۔ مصر خاص اور کاروان سے شہادت دلانے کی بھی آمادگی ہے۔ اور پہلے موقع پر جب دل میں چور تھا۔ خود ہی کہہ دیا۔ کہ تم کو ہماری بات سچی نہ لگیگی۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا ۖ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝

یعقوب نے کہا۔ نہیں۔ تم لوگوں نے ایک بات بنالی ہے۔ اب صبر ہی بہتر ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالےٰ ان سب (یوسف۔ بن یامین۔ روبن) کو میرے پاس واپس لائیگا۔ وہ تو کامل علم اور کمال حکمت والا ہے۔

یعقوب علیہ السلام کی حسن رجا

یعقوب علیہ السلام کو جو حُسنِ رجا اپنے مالک پر ہے۔ اُسے یہ تازہ بتازہ مصیبت خیز واقعات کم نہ کر سکے۔ نہ مٹا سکے۔ یہ صرف انبیاء کرام علیہم السلام ہی کی شان ہے۔ کہ مصیبت بڑھ رہی ہے۔ مگر اُن کو جو اعتماد رب العالمین پر ہے۔ اُس میں ذرا تزلزل نہیں آتا۔

وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَىٰ

یعقوب علیہ السلام نے ان بیٹوں کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور کہا۔ کہ یوسف کا بڑا افسوس

عَلٰی یُوْسُفَ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِیْمٌ

ہے۔ اب اس کی آنکھیں دل کے رنج سے سفید پڑ گئی تھیں۔ وہ پھر بھی رنج واندوہ کو دل ہی میں چھپائے ہوئے تھا۔

اَسَفٰی ۔ کا الف یٰ متکلم کا بدل ہے۔

کَظِیْم ۔ کظم مشک کا منہ باندھنا۔ دروازہ بند کرنا۔ کِظَام وہ رسّی جو اونٹ کے ناک میں ڈالی جائے۔

حُزْن ۔ رنج دل۔ اور گریہ۔ آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ روتے روتے اُن کی آنکھیں سفید پڑ گئی تھیں۔

لیکن لفظ کظم کی شمولیت سے یہ زیادہ موزوں ہے۔ کہ معنی یہ کئے جائیں کہ اندوہ دلی سے آنکھیں سفید پڑ گئی تھیں۔ کیونکہ جو شخص رو لیتا ہے۔ اُس کا رنج ہلکا ہو جاتا ہے۔ مگر جس کا غم اندر ہی اندر گھٹا رہتا ہے اُسے رونا بھی نہیں آیا کرتا۔ اور یہ غم کی انتہائی حالت ہے۔

کظم اور حزن کی کمیت و کیفیت کا نتیجہ

وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ ۔ کے مفہوم میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ روشنی بالکل بند ہو گئی تھی۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ کچھ دھوپ چھاؤں معلوم ہوتی تھی۔ اس بارہ میں کوئی روایت صحیح نہیں ملی۔ قرآن مجید میں آگے چل کر آئیگا۔ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۔ اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ روشنی چشم بالکل بند ہو گئی تھی۔

بصارت یعقوب علیہ السلام کے متعلق اختلاف مفسرین

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِیْنَ

لڑکوں نے کہا بخدا۔ تم تو یوسف ہی کا ذکر کرتے رہو گے۔ حتیٰ کہ تمہارا جسم اور تمہاری صحت برباد ہو جائے۔ یا تم ہلاک ہی ہو جاؤ +

حَرَض - عربی میں بیمار کے نام حسب مراتب ذیل ہیں -
علیل - پھر سقیم - پھر مریض - پھر وقید - پھر - دنف پھر حَرَض - اور مُحرض -
حرض کے لئے ضرب المثل ہے - لَا مَیِّتٌ فَیُرجیٰ وَلَا مَیِّت فَیُنسیٰ
(نہ مرے نہ منجا دے) -

ابناء یعقوبؑ پر باپ کے یَا اَسَفیٰ والے فقرہ کا بہت اثر ہوا تھا - اور اُنہوں نے ہمدردی کے لہجہ میں تَاللّٰہِ تَفْتَؤُ والا فقرہ کہا تھا - اگرچہ یعقوب علیہ السلام کے قول کے مخاطب وہ نہ تھے -

قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

یعقوب علیہ السلام نے کہا میں اپنے کھلے اور چھپے رنج کی فریاد اللہ تعالےٰ سے کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں جو علم مجھے حاصل ہے وہ تم کو نہیں

بَثِّیْ - بَثَّ بَثًّا - پھیل جانا - ظاہر ہو جانا - بَثَّ غم کی وہ حالت جو چھپائے چھپ نہ سکے -

حُزْنِیْ - حُزن وہ حالتِ غم جو دل کے اندر مخفی ہو -

بث و حزن میں فرق

یعقوب علیہ السلام اُس سخت درجہ کے ابتلا سے بھی واقف تھے - جو انبیاء کیلئے خاص ہوتا ہے - اور اُس رحمت ربّانیہ پر بھی یقین رکھتے تھے - جو بلا مددِ اسباب اور تعبیر تدبیر انسانی کے انسان پر نازل ہوا کرتی ہے -

یعقوب علیہ السلام کا تفویض و توکل میں منصب عالی

کلام باری کی شوکت

آیت بالا میں غایت درجہ کی تفویض و توکل اور انتہائی وثوق بر ذاتِ الٰہیہ پایا جاتا ہے - باری تعالیٰ کے کلام میں یہ ایسے اسلوب سے بیان فرمایا گیا ہے - کہ دل اور روح پر بے اختیار عظمت طاری ہو جاتی ہے -

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

اے بیٹو جاؤ (مصر جاؤ) اور یوسفؑ و بن یامین کی خوب تلاش کرو۔ تلاش کرنے میں رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہو۔ رحمت الٰہی سے مایوس ہو جانا تو کافر لوگوں ہی کا کام ہے۔

ارشاد یعقوب علیہ السلام

تَحَسَّسُوْا۔ حِسّ سے بنایا ہے۔ یعنی چشم و گوش اور عقل و ہوش سے کام لو۔ اور

روح اللہ سے یاس کفر ہے

اس راز کو حل کرو۔

تجسّس اور تحسّس میں فرق یہ ہے۔ کہ تجسّس میں طلبِ شر اور تحسّس میں طلبِ خیر کے معنی خاص ہیں۔ اسی لئے اس شخص کو جاسوس کہتے ہیں۔ جو منجانب دشمن ادھر کے لشکر کی خبر لینے آیا کرتا ہے۔ لیکن جو اپنا آدمی دشمن کے لشکر میں جاوے اُسے جاسوس نہیں بلکہ عین بولتے ہیں۔

رَوْح۔ راحت۔ فرح۔ سرور۔ رحمت۔ روح اللہ۔ رحمتِ الٰہی۔

اعلیٰ تعلیم توحید و توکل

یعقوب علیہ السلام کہتے ہیں۔ کہ یوسف اور اُسے بھیڑیئے کا کھا جانا۔ بن یامین اور اُس کا چوری میں پکڑے جانا ان خیالات کو دماغ سے نکال دو۔ اور پھر عقل و ہوش سے کام لیتے ہوئے یوسفؑ و برادر یوسفؑ کی تلاش مصر ہی میں کرو۔

اس ارشاد کے ساتھ بیٹوں کو روحانی تعلیم بھی دیتے ہیں۔ کہ مادی احوال سے آزاد ہو کر خود کو رحمتِ ربانی کا مستحق ٹھہراؤ۔ اور اُس خصوصیت کو حاصل کرو۔ جو مومن کو کافر سے الگ ٹھہراتی ہے۔

اِس پُرزور فقرہ کے فرمانے کی ضرورت اس لئے تھی۔ کہ اُنہی بیٹوں سے کام لینا تھا۔ جو یوسف کو بھیڑیا کا کھا جانا۔ اور بن یامین کے قبضہ سے مال مسروقہ کا برآمد ہونا خود اپنا چشم دید بتلاتے تھے۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ۝

پھر وہ یوسف کے سامنے گئے۔ سب نے کہا اے حاکم ہم کو اور ہمارے کنبہ کو نقصان مال و جان پہنچا ہے۔ اور ہم تیرے پاس کچھ ناکارہ سامان لے کر آئے ہیں۔ اب ہم کو پورا پورا غلہ دیا جائے۔ ہم کو صدقہ دیا جائے۔ اللہ تعالےٰ صدقہ دینے والوں کو بدلہ دیا کرتا ہے۔

یوسف صدیق کے حضور میں بھائیوں کی عاجزانہ گفتگو

ضُرّ۔ نقصان۔ نقصان جان و مال دونوں پر حاوی ہے۔

مُزْجَاةٍ۔ زجاہ۔ یزجوہ زجواً۔ لوٹا دیا۔ پھینک دیا۔

بِضَاعَتْ مزجاةٍ۔ ایسا گلا سڑا سامان۔ ٹوٹی پھوٹی چیزیں۔ جسے بازار میں کوئی قبول نہ کرے۔

تَصَدَّقْ عَلَيْنَا۔ تَصَدَّقَ عَلَيْهِ۔ فقیر کو صدقہ دیا۔ غالباً اُس زمانہ میں اولادِ نبیؐ پر صدقہ کا لینا حرام نہ ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی ذات پاک پر اور اپنی اہل بیت۔ اور جملہ بنو ہاشم پر۔ اور اُن کے غلاموں پر صدقہ کا لینا حرام فرما دیا تھا۔ سیدنا امام حسن علیہ السلام نے اس روایت کو مرفوعاً روایت کیا ہے۔ کخ کخ اَلَمَا عَلِمْتَ اِنَّا اٰلَ مُحَمَّدٍ لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ۔ تھوک دے تھوک دے۔ تجھے

اہلبیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر صدقہ کی حرمت"

امام حسن علیہ السلام کی طفلی کی حکائت

علم نہیں - کہ آل محمد کو صدقہ حلال نہیں -

بھائیوں کی دردانگیز تقریر نے یوسف علیہ السلام کو رلا دیا

قرآن مجید یا کسی روایت صحیحہ سے یہ تو معلوم نہیں ہوا - کہ فرزندان یعقوبؑ نے مصر جاکر تحسس کے کس کس طریق پر عمل کیا تھا - قرآن پاک نے تبلایا ہے کہ یہ لوگ اپنے ساتھ بے بضاعت مال لے گئے تھے - اور غلہ لانے کا تہیہ کرکے گئے تھے - اُنہوں نے جو تقریر کی - وہ بہت دردانگیز تھی - سیدنا یوسف علیہ السلام جیسے رقیق القلب کے لئے یہ تقریر بہت دل ہلا دینے والی تھی - بھائیوں کی حالت بھی صورت بہیں و حالت مپرس کی مصداق تھی - اور تَصَدَّقْ عَلَيْنَا کا لفظ تو ایسا تھا - کہ ان شیروں کو احتیاج ہی نے روباہ مزاج بنا دیا ہے یوسف صدیق کی کریم النفسی - و پاکیٔ فطرت نے اُن کو بے تاب کر دیا - اور اُنہوں نے جلد از جلد حقیقت احوال کے انکشاف کا ارادہ فرمالیا - اس لئے گفتگو کو ایک مختصر سی تمہید سے شروع فرمایا -

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنتُمْ جَاهِلُونَ ۝

یوسف نے فرمایا - تم نے وہ بھی جانا جو تم نے یوسف اور اُس کے بھائی سے کیا تھا - جبکہ تم نادان تھے -

شقشقۂ آتش سوزاں

یہ پہلا موقعہ ہے - کہ یوسف علیہ السلام نے اپنا نام بھائیوں کے سامنے بطور شخص دیگر لیا - اور برادر یوسف کا بھی ذکر کیا - ورنہ آج تک کسی گفتگو میں اشارہ و کنایہ بھی ان واقعات کی نسبت یوسف علیہ السلام نے نہیں کیا تھا -

بن یامین کے ساتھ برے سلوک کے اشارات

ان لوگوں نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ تو جو کچھ سلوک کیا تھا - وہ تو معلوم ہے - لیکن بن یامین کے ساتھ ان کے برتاؤ کا پتہ اجمالی طور پر یوں ملتا ہے -

(۱) فرزندان یعقوبؑ کو یوسفؑ اور برادر یوسف کے ساتھ حسد تھا - ان کے

ابتدائی مشورہ کے الفاظ ہیں۔ لَیُوْسُفُ وَاَخُوْہُ اَحَبُّ اِلٰٓی اَبِیْنَا مِنَّا۔

(۲) فرزندانِ یعقوب کا برتاؤ بعد از علیحدگی یوسف بھی بن یامین کے ساتھ حاسدانہ و معاندانہ تھا۔ یوسف علیہ السلام کے کلام فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا کَانُوْا میں اس کا اشارہ موجود ہے۔

(۳) یہ ظاہر ہے۔ کہ بن یامین اپنے برادر شقیق کی شفقت و حمایت سے محروم ہو گیا تھا۔ اور ضرور ہے۔ کہ اُس کے دل میں ہجوم رنج و درد تھا۔ اور اس کے سبب اوّلین یہی لوگ تھے۔

یوسف کو شناخت کر لیا

قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ اُنہوں نے کہا۔ کیا تو ہی تو یوسف ہے؟

ءَاِنَّكَ میں استفہام تقریری ہے سوال تعجّب و استغراب سے پُر ہے۔

لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۔ میں لَ ابتدا۔ انت مبتدا۔ اور یوسف خبر ہے۔ اور جملہ دو خبروں پر مشتمل ہے۔

اخوان یوسف نے کیونکر یوسف علیہ السلام کو شناخت کیا

قابل غور یہ ہے۔ کہ فرزندانِ یعقوب کیونکر اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ جو شخص اُن سے بات کر رہا ہے۔ وہی یوسف ہے۔

کوئی کہتا ہے۔ کہ یوسفؑ نے تاج سر سے اُتار لیا تھا۔ بھائیوں نے اُن کے سر کے مسّہ کو دیکھ لیا تھا۔ کوئی کہتا ہے۔ اُن کے دانتوں میں جو خاص چمک تھی۔ اُسے معلوم کر لیا تھا۔ اگر ہم ان روایتوں سے قطع نظر کر لیں۔ جو صحیح نہیں ہیں۔ پھر بھی خاص قرآن مجید کے اندر ایسی امارات موجود ہیں جن کی وجہ سے فرزندانِ یعقوب کا اس شناخت تک پہنچ جانا کہ "یوسف یہی ہیں" بالکل آسان تھا۔

(۱) یعقوب علیہ السلام کا قول اُن کو یاد تھا۔ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا

امید ہے۔ کہ اللہ جلد اِن سب کو میرے پاس لائیگا۔

(۲)۔ باپ نے اُن کو مصر ہی میں یوسف و برادر یوسف کی تلاش کے لئے فرمایا تھا۔ اِذْهَبُوْا مِصْرَ۔ (مصر جاؤ)۔

(۳)۔ باپ نے اُن کو ہدایت کی تھی۔ کہ جملہ واقعات پر عقل و ہوش سے کام لیں۔ فرمایا تھا۔ فَتَحَسَّسُوْا۔

شناخت کی بعد شناخت

(۴) وہ دیکھتے تھے۔ کہ عزیز مصر معمولی اخلاق کا حاکم نہیں۔ اُس کا عدل۔ اُس کی رعایا پروری۔ اُس کی مسافر نوازی۔ اُس کا برتاؤ۔ اُس کی گفتگو بالضرور اہل دنیا سے برتر و اعلیٰ ہے۔

(۵) اُنہوں نے دیکھا۔ کہ ان کے اہل و عیال کی مصیبت سُن کر حاکم پر اتنا زیادہ اثر ہُوا۔ جو قریب ترین اور رحیم ترین رشتہ دار ہی پر ہو سکتا ہے۔

(۶) اُنہوں نے دیکھا کہ یہ یوسف کا نام جانتا ہے۔ اور اُس کے برادر شقیق سے بھی واقف ہے۔

(۷)۔ اُنہوں نے دیکھا۔ کہ وہ برادرانِ یوسف کے مجرمانہ افعال کو صحیح طور پر اُنہی پر چسپاں کرتا ہے۔

(۸)۔ اُنہوں نے دیکھا۔ کہ وہ اُن کی طرف سے ایک معذرت بھی بیان کرتا ہے۔ جو اِذْ اَنْتُمْ کے الفاظ میں ملبوس ہے۔

ان سب باتوں کا مجموعہ شخص واحد میں اور آں واحد میں پایا جانا اِن سب کے لئے (جو باپ کے حکم سے یوسف کی تلاش میں بھی لگ گئے تھے) اس صحیح شناخت تک پہنچ جانے کے لئے کافی تھا۔

پہلے شناخت نہ کر سکنے کا سبب

بھائیوں کا یوسف علیہ السلام کو پہلے شناخت نہ کر سکنا اور اب بارِ سوم شناخت کر لینا معمولی مشاہدات انسانی کے موافق ہے۔ ہم جب

امتداد زمانہ کے بعد کسی شخص کو ایسی حالت میں دیکھتے ہیں۔ جو بلحاظ ثروت و امارت یا باعتبار فقر و مسکنت اُس کی سابقہ حالت سے بالکل مغائر ہوتی ہے۔ تو اُسے فوراً شناخت نہیں کر سکا کرتے۔ گو ہمارے ساتھ ایک مدرسہ یا ایک جماعت میں برسوں پڑھتا رہا ہو۔ یا ایک ہی جگہ ہم خدمت بھی رہا ہو۔ لیکن پچھلے زمانہ کی باتوں کا سلسلہ شروع ہوتے ہی وہ نسیان دور ہونے لگتا ہے۔ دماغ اپنے پُرانے دفتر کی یادداشتوں کا مطالعہ کرتا ہے۔ اور یکایک ایسا ہوشیار بن جاتا ہے۔ گویا اُس سے پیشتر خواب میں تھا۔ پھر تو ہر ایک چھوٹی سی چھوٹی بات بھی یاد آتی جاتی ہے۔

دماغ انسانی اور امتداد زمانی

گناہ اور جہالت یوسف علیہ السلام نے اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ میں گناہ کا فلسفہ بیان فرمادیا ہے۔ قرآن مجید کے دوسرے مقام پر یہ اصول زیادہ واضح الفاظ میں ہے۔ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ (النحل ع ۱۵) جن لوگوں نے بُرے عمل جہالت سے کئے۔ ان آیات سے واضح ہے۔ کہ جملہ جرائم

کمی جہل و افزونی عرفان اثم۔ سوء (یعقوب لیونلڑاس بیجہ پر) ہے۔ جہل جس قدر کم ہوتا جاتا ہے۔ اُسی قدر انسان ربانی میں افزونی ہوتی جاتی ہے۔ اور جس قدر علم نے تاج سر سے اُتار لیا ہے ہوتا رہتا ہے۔

قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَا اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

ئی کہتا ہے۔ اُن ہم ماہاں میں یوسف ہوں۔ اور یہ میرا بھائی ہے۔ خدا نے ہم پر احسان کیا۔ بیشک جو کوئی تقوے اختیار کرتا۔ اور صبر رکھتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

مَنَّ اللّٰہُ عَلَیْنَا - میں یوسف علیہ السلام نے سب ہی بھائیوں کو شامل فرما لیا - تاکہ اُن کا قلق و اضطراب دُور ہو جائے - جو یوسف کے یوسف ہونے اور پھر بزبان یوسف اپنے اعمال نکوہیدہ کی جانب ایک مخفی اشارہ سُن پانے سے اُن کے دل میں پیدا ہو گیا تھا -

نبی اللہ نے چاہا - کہ جلدی سے بھائیوں کو مطمئن فرما دیں -

یَتَّقِ - تقویٰ سے ہے - تقویٰ اُس ملکہ کو کہتے ہیں - جو قلب مومن میں قائم ہو جاتا ہے - اور ترقی کرتا رہتا ہے - اس ملکہ کے راسخ ہو جانے کے بعد بندہ کے دل میں عظمت و جلال ربانی مستحکم ہو جاتا ہے - اور پھر گناہ و معصیت کی جانب میلان پیدا نہیں ہوتا -

تقویٰ کے معنی

سلوک کی ابتداء بھی تقویٰ پر ہے اور انتہا بھی تقوے پر

یہ یاد رکھنا چاہیئے - کہ سالک کی ابتداء بھی تقوے سے ہوتی ہے - اور انتہا بھی تقویٰ پر -

یَصْبِرْ - صبر حبس نفس کو کہتے ہیں - اس لفظ کی تحت میں یہ معنی بھی ہیں - کہ

صبر کے معانی

(۱) نفس کو خواہشات نفسانی سے روک رکھے -

(۲) یہ معنی بھی ہیں - کہ ابتلاء و امتحان کے مواقع پر استقامت و استقلال سے رہے -

(۳) یہ معنی بھی ہیں - کہ عقائد صحیحہ و ارشاداتِ دینیہ کا جو حصہ اُسے مل چکا ہے - اُس کی حفاظت ہمیشہ رکھے -

اخلاق فاضلہ کی تعریف جس میں اپنی تعریف شامل ہو

یوسف علیہ السلام کا مقصود اس جگہ یہ ہے - کہ اللہ تعالیٰ نے جو انعام و اکرام اُن پر فرمایا ہے - وہ تقویٰ و صبر اور احسان برخلق جیسے اعمال صالحہ کا اجر ہے لیکن وہ اسلوب کلام کو بدل دیتے ہیں تاکہ سامع کو یہ وہم نہ ہو - کہ وہ خود اپنے تقوے و صبر و احسانیات پر فخر یا خودستائی

کرتے ہیں۔

بیشک خدا کے نبی و صدیق کی شانِ عالی کے یہی شایان تھا۔ کہ خود تواضع و انکسار اختیار فرمائیں۔ اور مسائل بالا کا ذکر مسئلہ شرعیہ و انعام الٰہیہ کے طریق پر کر جائیں۔ تاکہ غور کرنے والے کے لئے ایک شاہراہ ہدایت بھی مل جائے۔ اور بھائیوں کو اُن کی فضیلت و برتری ذرا بھی ناگوار نہ گزرے۔

یوسف علیہ السلام کی برتری کا اقرار

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ۝

سب نے جواب میں کہا بخدا۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے اور ہم تو ضرور خطا کار ہیں۔

آثرک - آثرہ ایثاراً - (اختارہ واکرمہ وفضلہ)

خاطئین - خاطی - وہ جو نیت و ارادہ سے ارتکاب خطا کرتا ہے۔

مخطی - وہ جس کی نیت میں ارتکاب خطا نہیں گو اُس سے صدور خطا ہوتا ہے۔

جب برادران یوسف نے یوسف علیہ السلام کا مندرجہ بالا کلام جو حقائق عالیہ سے پُر اور شرافتِ نفس و کرم طبع و نزہتِ قلب پر مشتمل تھا۔ سنا۔ تو ان پر بہت گہرا اثر پڑا۔ اور اُن کو بے اختیار اقرار کرنا پڑا جس میں یوسف صدیق کی افضلیت کا اعتراف اور اپنی مجرمیت کا اقبال تھا۔

کامیاب زندگی کا دوسرا نظارہ

یوسف علیہ السلام کی شاندار کامیاب زندگی کا یہ دوسرا نظارہ ہے۔ (۱) ایک دفعہ تو امراۃ العزیز نے سرِ دربار اپنی خطا اور صدیق کی عصمت و پاکیزگی کا اقرار کیا تھا۔ اور (۲) آج وہی حسد کے مارے ہوئے جہان کے دشمن بھائی سرِ دربار اپنی خطا کاری و جرم کا اقرار اور یوسف علیہ السلام کی فضیلت و برتری کا اعتراف کرتے ہیں۔ وَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ۔

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ

یوسف نے کہا۔ آج تم پر کچھ ملامت نہیں

اَلْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

خدا تمہیں بخشے وہ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

اللہ کی رحمت

تثریب - ثَرَبَہٗ ثَرْبًا - گناہ پر ملامت کرنا - عار دلانا -

ثَرَب - وہ چربی جو جانور کے گوشت کے ساتھ لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔

تثریب - پوست اُتار کر چربی اُتارنا - دوسرے کے جرائم کو ایسے طعن و تشنیع سے گِنوانا - کہ اُس کی چربی پگھلنے لگے۔

اللہ اکبر - یوسف علیہ السلام نے نہ صرف اپنی طرف سے عفو و درگزر کا اعلان فرمایا - اسم عظم کی تعلیم - امید غفران بلکہ شرمسار بھائیوں کو غفران رحمٰن کا بھی امیدوار ٹھہرایا - اور ان کو اللہ تعالےٰ کے اُس اسم معظم کی تعلیم دی - جو بندہ کو رحم اور رحمت ربانی کا مستحق ٹھہراتا ہے - وہ اسم پاک "ارحم الراحمین" ہے -

قحط کا دوسرا سال تھا - جب بھائیوں نے یوسف کو شناخت کیا

تورات سے ثابت ہے - کہ قحط کا دوسرا سال تھا - جب یوسف علیہ السلام نے خود کو بھائیوں پر ظاہر کیا -

فصل قمیص یوسف کا کنعان جانا یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کا روشن ہو جانا

اسرائیل و ابنائے اسرائیل کا مصر پہنچنا -

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

میرا یہ قمیص لے جاؤ - اور اسے میرے باپ کے چہرہ پر ڈال دو - وہ سوجھا کھے ہو جائینگے۔

اور تم سب اپنے اپنے کنبہ سمیت میرے پاس میرے پاس چلے آؤ -

قمیص کا اثر دور سے یعقوب کی آنکھوں پر

قمیص - قمص - قِماصاً و قُماصاً - گھوڑے نے دونوں پاؤں اُٹھا لئے - جب قمیص نکلا - تب اُس کی دونوں آستینوں کو گھوڑے کی اُٹھی ہوئی دونوں ٹانگوں سے تشبیہ دی گئی -

قمیص - کورتہ اور غلاف - وہ کُرتہ جو روئی کے کپڑے کا ہو - اور اُس کا چاک کندھے کی طرف ہو -

قدع - وہ کُرتہ جس کا چاک سینہ کی جانب ہو -

یوسف علیہ السلام کا پہلا کُرتہ - اور دوسرا کُرتہ دونوں کے متضاد اثرات یعقوب علیہ السلام پر

یوسف علیہ السلام کا یہ کلام ربانی اعلام سے تھا - غور کرو - ایک وہ کُرتہ تھا - جسے دیکھ کر یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں میں جہاں تاریک ہو گیا تھا - اور ایک یہ کُرتہ ہے - جسے مُنہ پر ڈالنے سے آنکھوں کا نُور لوٹ آیا - یہ دونوں کُرتے یوسف علیہ السلام ہی کے جسم کے تھے - اور ان دونوں کے لانے والے بھی وہی فرزندان یعقوبؑ تھے -

حقیقت یہ ہے - کہ نہ لانیوالے کی کوئی فضیلت ہے - اور نہ کُرتہ کی کوئی عظمت - مؤثر حقیقی وہی رب العالمین ہے - ہر ایک دوا - خواہ وہ کیسی ہی مجرب کیوں نہ ہو - ہر ایک دعا خواہ وہ کیسی ہی مؤثر کیوں نہ ہو - اُن میں اثر و تاثیر اُسی وقت پیدا ہوتی ہے جب مالک الملک کا حُکم ہوتا ہے -

مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے

اب تیسرے کُرتہ کو بھی یاد کرو - جسے امراۃ العزیز کے رشتہ دار نے صدق و کذب کا معیار ٹھہرایا تھا - اور اللہ تعالیٰ نے یوسف صدیقؑ کی صدق و عفت کو اُنہی کے مقرر کردہ معیار کے مطابق پورا کر دکھایا تھا -

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ

جب قافلہ نے مصر چھوڑا - تب یعقوبؑ نے کہہ دیا - کہ مجھے یوسفؑ کی خوشبو آتی

یعقوب علیہ السلام نے قبل از وقت اطلاع دی

اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ۝ ہے۔ اگر تم یہ نہ سمجھو۔ کہ یہ بہکی باتیں کر رہا ہے۔

فصل ۔ فَصَلَ فصولا علیحدہ ہُوا۔ الگ ہُوا۔ یعنی جب قافلہ شہر مصر سے باہر نکلا۔

رِیح ۔ بمعنی رائحہ۔ یعنی خوشبو آتا ہے۔ متنبی کا مصرع ہے۔ وَاَخذت اطائب ریحہ تتضوع۔

تُفَنِّدُوْن ۔ فَنِدَ فَنَدًا بڑھاپے یا بیماری سے عقل میں فرق آجانا۔ بہکی بہکی باتیں کرنا۔

اَبُوْہُم ۔ میں ہم سے مراد پوتے ہیں۔ کیونکہ بیٹے تو سب مصر چلے گئے تھے

جنگ حنین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رجز

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان حُنین میں یہ رجز فرمایا تھا۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِبْ

علم غیب انبیاء

ذرا غور کرو۔ ایک وقت وہ تھا۔ کہ یوسف صدیق خاص کنعان کی سرزمین میں چاہ کے اندر موجود تھے۔ اور یعقوب علیہ السلام کو اس کا کچھ علم نہ ہُوا۔ اور ایک وقت یہ ہے۔ کہ ابھی قافلہ دس دن کی راہ پر ہے۔ اور انہوں نے کنعان میں بیٹھے ہوئے کہہ دیا ہے۔ کہ مجھے یوسفؑ کی خوشبو آرہی ہے۔

سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا قطعہ

شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

یکے پرسید زان گم کردہ فرزند — کہ اے روشن گہر پیر خردمند
ز مصرش بوئے پیراہن شنیدی — چرا در چاہ کنعانش ندیدی
بگفت احوال ما برق جہان ست — دمے پیدا و دیگر دم نہان ست
گہے بر طارم اعلیٰ نشینیم — گہے بر پشت پائے خود نہ بینیم

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۝

وہ بولے بخدا تو تو اپنی اُسی پرانی غلطی میں ہے۔

ضلال۔ کے معنی دین۔ یا حق یا راہ سے دُور ہو جانا ہے۔ یہ لفظ نسیان کے معنی میں بھی آجاتا ہے۔ ہم نے ترجمہ میں سب سے ہلکا لفظ استعمال کیا ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ خدا کے نبی اور اپنے پدر بزرگوار کو رُو در رُو اُنہوں نے جو لفظ کہے۔ وہ بہت سخت ہیں۔ غالباً یہ گستاخی بھی معاف ہو چکی ہوگی۔

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

جب بشیر آیا۔ اُس نے کرتہ یعقوب علیہ السلام کے چہرہ پر ڈال دیا۔ تو وہ پہلے جیسے سوجھے بن گئے۔ یعقوبؑ نے کہا کیا میں نے تم سے کہہ نہ دیا تھا۔ کہ مجھے اللہ کی جناب سے وہ علم ہے۔ جو تم کو نہیں۔

البشیر۔ ابن جریرؒ نے چند روایات سے ثابت کیا ہے۔ کہ وہ یہودا ابن یعقوب تھا فرزندانِ یعقوب نے مسلسل و متواتر چند دفعہ یعقوب علیہ السلام کو یوسفؑ کی ہلاکت کا یقین دلانا چاہا۔ لیکن اُنہوں نے ہمیشہ اُن کی باتوں کو رد ہی کیا۔

اس فراق و جُدائی کو اُنہوں نے ابتلا و امتحان ہی سمجھا۔ اور دورانِ مدت ابتلاء میں نہ کبھی کسی مخلوق سے شکوہ کیا۔ نہ حرف شکایت کبھی زبان پر لائے اُنہوں نے ہمیشہ رضاء الٰہی کو اپنا مقصود و مراد بنایا۔ اور تفویض و توکل پر اعتماد

کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعتماد کو پورا کر دکھایا۔

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ۝

سب نے مِلکر کہا اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں کی بخشش کا سوال (خدا سے) کیجیے ہم تو جان بوجھ کر خطا کرتے رہے +

فرزندانِ یعقوبؑ کا یہ اقبالِ جُرم اُس وقت کا ہے۔ جب اُن کے لئے انکار کی کوئی صورت باقی نہ رہی تھی۔ امراۃ العزیز کا دربار میں اقبال بھی اسی قبیل سے تھا۔

قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

یعقوبؑ نے کہا۔ میں اپنے پروردگار سے تمہاری بخشش کی درخواست کروں گا + میرا رب تو بہت معاف کرنیوالا اور کمال رحم والا ہے

سَوْفَ مضارع کو مستقبل بعید کے معنی میں خاص کر دیتا ہے۔

ابن جریر نے ابن عباسؓ سے ایک حدیث مرفوع روایت کی ہے۔ کہ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ سے یعقوب علیہ السلام کی مراد یہ تھی۔ کہ شب جمعہ کو دعا فرمائینگے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اس روایت کو ضعیف بتلایا ہے۔ اور یہ بھی لکھ دیا ہے۔ کہ اس کے مرفوع ہونے میں بھی کلام ہے۔

یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کا اور اُنہوں نے اُن کا انتظار کیا

لہٰذا یہ سمجھنا زیادہ مناسب ہے۔ کہ یعقوب علیہ السلام نے اس دعا کو لقاء یوسف تک ملتوی کر دیا ہو۔ یوسف علیہ السلام نے بھی بھائیوں کی ایسی درخواست پر یَغْفِرُ اللّٰهُ بصیغہ مضارع فرمایا تھا۔ گویا یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کا اور یوسف علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام کا انتظار کیا۔ بیشک یہ زیادہ مکمل صورت تھی۔ کہ معافی دونوں بزرگوں کی جانب سے بوقت واحد عمل میں آئی۔ ابن جریر نے ایک طویل روایت

بیان کی ہے۔ کہ یعقوب و یوسف علیہما السلام نے ۲۰ سال تک ان کے لئے دعائے مغفرت کی۔ تب منظور ہوئی۔ یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔ اس میں یزید رقاشی اور صالح المری دونوں راوی سخت ضعیف ہیں۔ "یعقوب علیہ السلام تو اس واقعہ سے ۲۰ سال بعد تک زندہ بھی نہ رہے تھے۔

فصل ۱۔ اسرائیل و بنی اسرائیل کا مصر کو جانا۔ مصر کی اقامت

یوسف علیہ السلام اور اللہ کی نعمتوں کا اعتراف۔ مصر میں جانیوالوں کی تعداد کا نقشہ۔ مصر سے نکلتے وقت تعداد کی جدول۔

یوسف علیہ السلام کی ملاقات

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۝

جب یہ سب یوسف کے پاس پہنچے۔ تو اُس نے ماں باپ کو اپنے پاس ٹھہرایا۔ اور کہا کہ چلو مصر میں داخل ہو۔ انشاء اللہ تم کو وہاں ہر طرح کا امن ملے گا۔

تورات میں اور تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام کی والدہ کا انتقال تو بن یامین کے نفاس ہی میں ہو چکا تھا۔ اُن کی خالہ جو زوج یعقوب تھیں یعنی لیاہ بیگم۔ وہ مصر میں گئی تھیں۔ پس لفظ اَبَوَيْهِ میں انہی سے مُراد ہے۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ والدہ کے بعد سوتیلی ماں کا درجہ بھی مثل والدہ ہے۔

سوتیلی ماں کا درجہ

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ

یوسف نے ماں باپ کو عرش کے اوپر بٹھایا۔ اور وہ سب اُس کے لئے سجدہ میں گر پڑے۔

تعظیم والدین

وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ ؕ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ؕ

یوسف نے کہا پیارے باپ یہ ہے تاویل میری خواب کی۔ جو پہلے آیا تھا۔ میرے رب نے اُسے سچا کر دکھایا اللہ نے میرے ساتھ احسان فرمایا جب مجھے زندان سے نکالا۔ یہ بھی مجھ پر احسان فرمایا کہ تم کو بیابان سے یہاں لے آیا۔ اس سے پیچھے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں رنجش ڈال دی تھی۔ بیشک میرا رب اُن امور کا دانا ہے۔ جو وہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ تو علیم و حکیم ہے۔

والدین کا درجہ اور مرتبہ

خبر کشتن کا بیان یوسف علیہ السلام کی زبان سے

خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۔ کی توجیہ اکثر علمائے یہ کی ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام کے مل جانے کے شکریہ میں سب نے سجدہ کیا۔

کیا یوسف علیہ السلام صرف جہت سجدہ تھے

بعض نے یہ توجیہ کی۔ کہ یوسف علیہ السلام صرف جہت سجدہ تھے۔ جیسا کہ کعبہ ہمارے لئے جہت سجدہ ہے۔ اور کعبہ کو سجدہ کرنا کسی کا مقصود نہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کو ان علماء کرام کے قلوب میں اسلامی تعلیم اس قدر محکم جاگزیں ہے۔ کہ وہ ملل سابقہ کے افعال کی بھی توجیہ کرنا چاہتے ہیں۔ خدا کرے۔ کہ سب ہی مسلمانوں کے دل میں سجدہ غیر اللہ کی حرمت ایسی ہی قائم و دائم رہے۔ اب اصلیت یہ ہے۔ کہ یعقوب علیہ السلام

اسلامی توحید کا اثر علماء پر

شریعت موسوی اوّلین شریعت تھی

کے عہد تک کوئی شریعت نازل نہ ہوئی تھی جس میں تفصیلی احکام ہوں۔ اوّلین شریعت جو دنیا میں پائی جاتی ہے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت ہے۔ عہد موسیٰ سے پہلے کئی ایسی باتیں پائی جاتی ہیں۔ جن کا وجود نزول شریعت کے بعد اُٹھ گیا ہے۔

مثلاً نکاح واحد میں دو بہنوں کا وقت واحد میں پایا جانا توراۃ میں منع ہے۔ مگر یعقوب علیہ السلام کے گھر میں راخیل و لیاہ دونوں خواہران حقیقی موجود تھیں۔

عہد اسرائیل میں شکرانہ باجازت ربانی جائز تھا

پس صحیح تفسیر خَرُّوْا لَہٗ سُجَّدًا کی یہی ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے عہد میں سجدہ شکرانہ جائز تھا۔ بشرطیکہ اُس کی اجازت مِنَ اللّٰہِ ہوگئی ہو۔ اس سجدہ کی اجازت یوسف علیہ السلام کے ابتدائی خواب ہی میں پائی جاتی تھی۔ اسرائیل و بنی اسرائیل نے جو کچھ کیا۔ وہ اِسْتِتَالًا لِاَمْرِ اللّٰہِ کیا تھا۔ اس میں رائے یا قیاس یا رسم کا دخل نہ تھا۔

اگر حکم الٰہی موجود نہ ہوتا۔ تو یوسف علیہ السلام بھی خود گوارا نہ کرسکتے تھے۔ کہ باپ (جسے نبوۃ و علم میں بھی اُن پر تقدم تھا) بیٹے کو سجدہ کرے۔

اگر حکم الٰہی نہ ہوتا تو یوسف خود گوارا نہ کرسکتے

غالباً حکمت الٰہیہ یہ تھی۔ کہ حاسد برادران یوسف کو اُن کی ذلت و حقارت کا مجسمہ دکھلا دیا جائے۔ اور یہی فعل یوسف علیہ السلام کو اُن کے جور و ستم اُٹھانے کا بہترین انعام بن جائے۔

باقی رہے۔ ماں باپ۔ قدرۃً و فطرۃً اگر کوئی شخص کسی شخص کو اپنے سے

والدین کو ترقی ابنا کبھی شاق نہیں ہوتی

برتر و خوش تر حالت میں دیکھ کر شادمان ہوسکتا ہے۔ تو وہ والدین ہی ہیں۔ بیٹا اپنے والدین سے دولت و اقبال ظاہری اور نعمت و افضال معنوی میں خواہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ بڑھ جائے۔ ماں باپ کو اُس کی ترقی و

افزونی پر ہرگز حسد نہ ہوگا۔ بلکہ اُن کی مسرّت و شادمانی میں بھی اُسی قدر زیادہ ترقی ہوتی رہیگی۔ بعض لوگوں نے اس واقعہ سے یہ استنباط کرنا چاہا ہے۔ کہ مرید اپنے پیر و مرشد کو سجدہ کر سکتا ہے۔ مگر یہ غلطی ہے۔ اگر اُن کی دلیل ظاہر قصہ ہے۔ تب تو یہ سمجھنا چاہیئے تھا۔ کہ پیر و مرشد اپنے مرید کو سجدہ کیا کرے۔ جیسا کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو کیا تھا۔ غور کرو کہ خاص اذن الٰہی کی شرط کو ان لوگوں نے چھوڑ ہی دیا ہے۔ یاد رکھو۔ کہ اب مسلمانوں کو تو حکم یہ ہے۔ وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ یعنی اللہ ہی کو سجدہ کرو۔ وَلَا یَسْجُدُوْنَ اہل ایمان صرف اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں

یوسف علیہ السلام کے حسن ادب کو دیکھو۔ انہوں نے جیل سے نکلنے کو بھی احسان ربّی بتلایا۔ اور کنبہ کا مصر میں آجانا بھی اللہ تعالےٰ کا اپنے حق میں احسان شمار کیا۔ اس طرز کلام سے تمام کُنبہ کے دل سے یہ وہمی خیال بھی دُور کرنا تھا۔ کہ کہیں اُن کا آنا یوسف کو ناگوار نہ گذرے۔

مِنَ الْبَدْوِ ۔ بدو۔ صحرا۔ ان الفاظ پر غور کرو۔ صحرائی زندگی کو تمدنی زندگی سے کمتر بتلایا گیا ہے۔ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے۔ (مَنْ بَدَا جَفَا صحرا نشینی سے درشت خوئی پیدا ہوتی ہے) اس میں شک نہیں۔ کہ تحصیل علم و ادب اور آسائش و رفاہیت کے جو سامان شہری زندگی میں میسّر ہوتے ہیں۔ وہ صحرائی اور دیہاتی زندگی میں کہاں۔ دِہ مرو دِہ مرد را دہقان کند[1]

صحرائی و شہری زندگی

نَزَغَ ۔ طعن کرنا۔ چونک لگانا۔ فساد ڈالنا۔ نَزَغَ الشَّیْطَانُ وساوس۔

یوسف علیہ السلام کا خُلق عالی دیکھو۔ کہ گو اُنہوں نے بھائیوں کے خلاف کچھ بھی نہ کیا تھا۔ تاہم طرز کلام ایسا اختیار فرمایا۔ کہ آپ اپنے کو بھائیوں سے

---

[1] فارسی کا ایک مشہور شعر ہے۔ یوسف کہ بصر پادشاہی میکرد + میگفت گدا بودن کنعان خوشتر + دیکھو کنعان غلط شعر ہے۔ قرآن کریم سے اس کا رد ہوتا ہے۔ ۱۲

متمیز نہیں کیا۔

اللطیف ۔ جو اسماء حسنیٰ میں سے اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ اُس کے معنی ہیں اُمور مخفی کا دانا۔ دل کی چھپی باتوں کو جاننے والا۔

اسم پاک لطیف کا معنی

یہ اسم پاک اس امر کا اشارہ کر رہا ہے کہ یہ کون جان سکتا تھا۔ کہ یوسف کا چاہ میں گرایا جانا مصر میں پہنچنے کا سبب ہوگا۔

اور اُن کا جیل میں ڈالا جانا تخت امارت و حکومت پر تمکن کا ذریعہ ہوگا۔

اور قحط عام کا پھیلنا اسرائیل و بنی اسرائیل کے مصر میں آباد ہونے کا باعث بنے گا۔

حکمت ہائے ربانیہ

اللہ تعالےٰ جو لطیف بامور ہے۔ یہ سب کچھ جانتا تھا۔ اُسی نے ان جملہ اسباب کو پیدا کیا۔ اُسی نے غنا کو غنا سے اور محن کو محن سے تبدیل فرمایا۔

الف ۔ بندہ کو لازم ہے۔ کہ جب اُس پر کوئی مصیبت آئے۔ تو یوسف علیہ السلام کے مصائب کو معہ اُن کے نتائج کے یاد کرے۔

اصحاب مصائب کے نتائج

ب ۔ مومن کو واجب ہے۔ کہ یعقوب علیہ السلام کے صبر جمیل کو معہ اُس کے اجر جزیل کے یاد رکھے۔ تاکہ ایام مصیبت بھی بانتظار کشود کار باعث اطمینان و استقرار دل بن جائیں۔

صبر جمیل کا اجر جزیل

ج ۔ انسان کو شایان ہے۔ کہ جب سے آتش حسد کی جلن ستائے۔ تو وہ برادران یوسف کے انجام پر نظر ڈال لے۔

د ۔ مسلمان کو لابدی ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ اُسے اپنے افضال نامتناہی سے شاد کام فرمائے۔ تو حاسدوں۔ اور دشمنوں۔ بدخواہوں۔ اور بداندیشوں کے ساتھ عفو عام اور درگذر تام کا سلوک فرمائے۔

انعام اور عفو

مدتِ فراق یعقوب علیہ السلام اس جگہ یہ حساب بتانا ضروری ہے۔ کہ حضرت یعقوب و یوسف علیہما السلام کی مدتِ فراق کیا تھی۔

بائیبل سے ثابت ہے۔ کہ چاہ میں گرائے جانے کے وقت عمر یوسف علیہ السلام ۱۷ سال تھی۔ اور عمر بوقت وزارت ۳۰ سال۔ بھائیوں نے یوسف کو قحط کے دوسرے سال میں شناخت کر لیا۔ اسے ہم وزارت کا دسواں سال کہہ سکتے ہیں۔ پس مدتِ فراق ۲۳ سال تھی۔ اور ملاقات پدر کے وقت صدیق علیہ السلام بعمر چہل سال تھی۔ ابن جریر نے متعدد روایات میں مدت فراق ۱۸۔ و ۴۰۔ و ۸۰ سال بیان کی ہے مگر ۲۳ سال انشاء اللہ زیادہ صحیح ہے۔ البتہ ۴۰ و ۸۰ سال کی اعداد اس طرح صحیح رہ سکتی ہیں۔ کہ مدتِ وزارت اسّی سال تھی۔ اور عمر بوقت ملاقات ۴۰ سال

جاءَ بِکُمْ کی تفسیر اب جَاءَ بِکُمْ کی تفسیر میں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ذیل میں ایک نقشہ درج کیا جائے۔ تاکہ مصر میں جا بسنے والوں کے نام ناظرین کو معلوم ہو جاویں۔

اوّل یعقوب علیہ السلام۔ جن کی عمر اس وقت (بقول بائیبل) ۱۳۰ سال تھی۔
دوم۔ لیاہ خاتون۔ زوج یعقوب علیہ السلام۔

جدول اسماء بنی اسرائیل جو کنعان سے مصر میں جا آباد ہوئے

نام فرزندان یعقوب علیہ السلام کہ جو از رحم مصر میں متولد ہوئے	نام فرزندان یعقوب	نام نبیرگان یعقوب	کیفیت
لیاہ خاتون	روبن	ہنوک۔ پھلو۔ حصرون۔ کرمی	
	سمعون	یموائل۔ یمین۔ اہد۔ یکین۔ ساؤل	
	لاوی	جیرسون۔ قہات۔ مراری	موسیٰ علیہ السلام کا نسب نامہ یہ ہے موسیٰ بن عمران بن قہات بن لاوی

بیوی کا نام	نام فرزندان یعقوبؑ	نام نبیرگان یعقوبؑ	کیفیت
لیاہ خاتون	یہوداہ	سیلہ - پھارس - زارہ فرزندان پھارس ہصرون - حمول	دو بیٹے یہوداہ کے اور تھے عیر و اونان۔ وہ مصر جانے سے پیشتر مر گئے تھے۔ حضرت داؤد۔ و سلیمان و زکریا و یحییٰ و مسیح علیہم السلام یہوداہ کی اولاد میں سے ہیں
	اشکار	تولہ - فوہ - یوب - سمرون	
	زبلون	سرد - ایلون - تحلیل	
میزان اولاد لیاہ	فرزند - دختر - کل ۶ ۱ ۷	نبیرگان بنت اشکار کل ۲۴ ۱ ۲۵	کل ۳۲ بائیبل نے میزان ۳۳ دی۔ اس میں ایک غلطی یہ ہے کہ آدینہ دختر یعقوب کو شمار نہ کیا دوسری غلطی یہ۔ کہ عیر و اونان کو بھی شمار کر لیا جو مصر جانے سے پہلے مر گئے تھے
زلفہ لونڈی کی اولاد	جد	سفیان - حجی - سوئی - اسیان عیری - ارودی - اریلی	۸
	آشر	یمنہ - اسواہ - اسوی بریعاہ بنی بریعاہ حبر - ملکیل دختر سرہ	فرزند - دختر کل ۷ ۱ ۸
میزان اولاد زلفہ	۲	پوتے - پوتی ۱۳ ۱	۱۶

بیوی کا نام	فرزندانِ یعقوبؑ	نبیرگانِ یعقوب علیہ السلام	کیفیت
مبلہہ لونڈی کی اولاد	دان	حشیم	۲
	نفتالی	یحصی ایل۔ جونی۔ یصر سلیم	۵
میزان	۲	۵	۷
زحل خاتون کی اولاد	بنیامین	بلع۔ بکر۔ اشبیل۔ جیرا نعمان۔ اخی۔ روس مپم۔ حصیم۔ ارد	۱۱
	یوسف علیہ السلام	منسی۔ افرائیم	فرزندان یوسف علیہ السلام مصر ہی میں پیدا ہوئے تھے
میزان	۲	۱۲	۱۴
میزانکل	فرزندان ۱۲ - دختر ۱	نبیرگان ۵۴ پوتیاں ۲	۶۹

تفصیل بالا کے بموجب میزان ۶۹ آتی ہے۔ بائیبل میں ۷۰ ہے۔ جو حضرت یعقوب علیہ السلام کو شامل کر کے صحیح ہے۔ مگر اعمال (تتمہ انجیل) باب ۷ ورس ۱۴ کو پڑھو۔ اس کے الفاظ یہ ہیں "تب یوسفؑ نے اپنے باپ یعقوبؑ کو اور اپنے سب کنبے کو جو پچھتر شخص تھے۔ بلوا بھیجا" اب تو یعقوبؑ اور یوسفؑ اور اُن کے دو بیٹوں کے ساتھ کل تعداد ۷۹ ہو جاتی ہے۔ پادری صاحبان فیصلے کر سکتے ہیں۔ کہ عہد نامہ قدیم کی تعداد صحیح ہے۔ یا عہد نامہ جدید کی۔ یا دونوں صحیح ہیں۔ یا دونوں غلط ہیں۔ یوسف علیہ السلام اور اُن کے دونوں فرزندان کو

نکال کر (جو پہلے سے مصر میں موجود تھے) وَأُتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ کے تحت میں مصر جانے والوں کی تعداد تو (۶۶) صحیح ہے۔

یہ قابلِ غور ہے۔ کہ بائیبل نے اِس تمام قافلہ کے رجال کی عورتوں کو شمار میں شامل نہیں کیا۔ عورتوں کا عدم و وجود گویا برابر تھا۔ اب ہم چاہتے ہیں۔ کہ وہ تعداد بھی درج کردیں۔ جو خروج مصر کے وقت بنی اسرائیل کی تھی۔ مندرجہ ذیل تعداد میں حسب بیان بائیبل صرف وہ مرد شامل ہیں جن کی عمر شمار کے وقت زائد از بست سال تھی[1]

[1] بائیبل میں مدتِ قیام بنی اسرائیل (۴۳۰) سال درج کی گئی ہے۔ حالانکہ بروئے حساب اُن کی مدتِ قیام ۲۱۵ سال سے زائد نہیں ہوسکتی۔ موجودہ بائیبل میں اس قسم کی غلطیاں بہت زیادہ ہیں۔ مثلاً ۶۰۳۵۵۰ کی جو تعداد ۱۲ بیٹوں کی اولاد کی درج کی گئی ہے یہ بھی محالات سے ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا نسب نامہ یہ ہے۔ موسیٰ بن عمران بن قاہاث بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام۔ یعنی موسیٰ و یعقوب علیہما السلام کے درمیان ۴ پشتیں ہیں۔ یہی حال دیگر اسباط کا ہے۔

نسل اوّل۔ جو فرزندان یعقوب علیہ السلام کی ہے۔ ۱۲ کی تعداد میں ہے۔

نسل دوم۔ کی تعداد بھی ۵۴ ذکور اور ۱۲ اناث کے نام نام موجود ہے۔

نسل سوم۔ میں ان ۵۴ میں سے اگر ہر ایک کی اولاد ذکور فی کس ۵۴ فرزند بھی سمجھ لی جائے تب بھی ان کی تعداد ۲۳۷۶ ہوگی۔ اب ان ۲۳۷۶ کے بھی فی کس ۵۴ فرزند قرار دیئے جائیں۔ تب بھی تعداد ۱۲۸۳۰۴ ہوگی۔ یہ کل تعداد ہوگی۔ نہ کہ وہ تعداد جس میں سے ۲۰ سال سے کم مرد اور سب دختران نکال دیئے گئے ہوں۔

اس تمام مبحث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ موجودہ بائیبل کے اندراجات بہت کچھ صحت طلب ہیں۔ فقط۔

حاشیہ بائیبل کی بیان کردہ مدت قیام بنی اسرائیل بلحاظ مصر کی تنقیط

یہ تمام مردم شماری خروج کے بعد دوسرے سال کے دوسرے مہینے کی پہلی تاریخ کو کی گئی تھی۔

(۱)	اولاد روبن	۴۶۵۰۰	
"	شمعون	۵۹۳۰۰	
"	لاوی	———	
"	یہوداہ	۷۴۶۰۰	
"	اشکار	۵۴۴۰۰	
"	زبلون	۵۷۴۰۰	میزان اولاد لیا خاتون ۲۹۲۲۰۰
"	جد	۴۵۶۵۰	
"	آشر	۴۱۵۰۰	میزان اولاد زلفہ ۸۷۱۵۰
"	دان	۶۲۷۰۰	
"	نفتالی	۵۳۴۰۰	میزان اولاد بلہہ ۱۱۶۱۰۰
"	بنیامین	۳۵۴۰۰	
"	اولاد یوسف	۷۲۷۰۰	میزان اولاد راخیل خاتون ۱۰۸۱۰۰۰
میزان		۶۰۳۵۵۰	۶۰۳۵۵۰

تعداد بالا میں بنولاوی کا شمار نہیں کیا گیا۔ یہی حکم تھا۔ کہ بنولاوی کا شمار نہ کیا جائے۔ کیونکہ وہ جنگ سے بھی مستثنےٰ تھے۔ کتاب الاعداد باب اوّل۔ اگر ان گیارہ پسر کی اولاد سے ایک اوسط نکال کر بنی لاوی کا اندازہ کیا جاوے۔ تب باور کرنے کی وجہ ہے۔ کہ بنولاوی کی تعداد پچپن ہزار ہوگی۔ اس لیے کل تعداد ۶۵۸۵۵۰ ہوئی +

اسباط دوازدہ کو یعقوب و موسیٰ علیہما السلام کی برکات

ناظرین کے معلومات کو مکمل کرنے کی غرض سے میں چاہتا ہوں۔ کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت جن الفاظ سے اپنے بارہ بیٹوں کو برکت دی۔

اور پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنے انتقال کے وقت ان بارہ اسباط کو جن الفاظ سے برکت دی۔ اُس کا اندراج بھی کیا جاوے۔

اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی دکھلایا جاوے۔ کہ ارادۃ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے۔ آج ان بارہ ۱۲ اسباط کا وجود دنیا میں غیر موجود ہے۔ جن محققین نے اسرائیلی نسلوں کی تلاش میں بہت کچھ محنتیں کی ہیں۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ آج صرف ڈھائی نسلیں دنیا پر پائی جاتی ہیں۔

اسماء عبرانی کے معانی

تکمیل فائدہ کی غرض سے فرزندان اسرائیل کے ناموں کے (جو عبرانی زبان کے ہیں) معانی بھی ہم تحریر کر دیتے ہیں۔ اسماء کا اندراج ترتیب پیدائش پر ہے۔

(۱) روبن ... ... دیکھ ایک بیٹا ۔
(۲) سمعون ... ... سمیع ۔
(۳) لاوی ... ... جوڑا۔ یا جُفت ۔
(۴) یہوداہ ... ... آفرین ۔
(۵) دان ... ... منصف ۔
(۶) نفتالی ... ... کُشتی گیر ۔
(۷) جد ... ... لشکر ۔
(۸) آشر ... ... نصیب ۔
(۹) اشکار ... ... اجر یا حق المحنت ۔

(۱۰) زبلون - - - - - - - رفیق -

(۱۱) دینہ مسماۃ - - - - - منصفہ

(۱۲) یوسف - - - - - - مزید - یا سوایا -

(۱۳) بن یامین - - - - - - دہنے ہاتھ کا فرزند -

حضرت یعقوب و حضرت موسیٰ علیہما السلام کے ارشادات کا نقشہ

متعلق برکات اسباط دوازدہ عشرہ

نام سبط	ارشاداتِ یعقوب علیہ السلام	ارشادات موسیٰ علیہ السلام
روبن	اے روبن تو میرا پہلوٹا ہے - میری قوت اور میری شہ زوری کا پہلا - اور قدر میں بڑا اور عزت میں افضل ہے - لیکن تو پانیوں کا سا جوش کھا کے بڑا نہ ٹھہرے گا - کیونکہ تو اپنے باپ کے بستر پر چڑھا - تب تو نے اُسے نجس کیا - وہ بستر پر چڑھ گیا -	اے کاش کہ روبن جیوے اور نہ مرے - اور اُس کے لوگ تھوڑے نہ ہوں -
شمعون و لاوی	شمعون اور لاوی تو سگے بھائی ہیں - اور اُن کی مکاریاں ظلم کے ہتھیار - اے میری جان - ان کی مجلس میں شامل نہ ہو - کیونکہ اُنہوں نے اپنے غضب میں	لاوی کے حق میں تیرا تُمیم اور تیرا اُوریم اُس مقدس آدمی کی امانت میں رہے - جسے تو نے مسہ میں امتحان کیا - اور جس کے ساتھ تو مریبہ کے

مردوں کو قتل کیا۔ اور اپنی خود رائی سے بیلوں کی کونچیں ماریں۔ لعنت اُن کے غضب پر کہ تُند تھا۔ اور اُن کے قہر پر کہ سخت تھا۔ میں اُنہیں یعقوبؔ میں پھیلاؤں گا۔ اور اُنہیں اسرائیل میں تتر بتر کروں گا۔	چشموں پر جھگڑا کیا۔ جس نے اپنے باپ اور اپنی ماں سے کہا۔ کہ میں نے اُس پر نگاہ نہیں کی۔ اُس نے اپنے بھائیوں کو بھی نہ مانا اور اپنے بیٹوں کو بھی نہ پہچانا۔ اسلئے کہ اُنہوں نے تیری باتوں پر دھیان رکھا۔ اور تیرے عہد کی محافظت کی۔ وے تیرے عدالت کے فیصلے یعقوبؔ کو سکھاویں۔ اور تیری شریعت اسرائیل کو۔ وے تیرے آگے بخور رکھینگے۔ اور کل سوختنی قربانیوں کو تیرے مذبح پر چڑھائینگے۔ اے خدا۔ اُس کے اسباب میں برکت دے اور اُس کے ہاتھوں کے کاموں کو قبول کر اور اُن کی کمروں کو جو اُس کا سامنا کریں اور اُن کی جو اُس کا کینہ رکھیں۔ چھید کے توڑ ڈال۔ تاکہ وے پھر نہ اُٹھ سکیں۔
یہوداہ اے یہوداہ۔ تیرے بھائی تیری مدح کریں گے تیرا ہاتھ تیرے بیریوں کی گردن میں ہوگا۔ تیرے باپ کی اولاد تیرے حضور میں جھکیگی۔ یہوداہ شیر ببر کا بچہ ہے۔ اے میرے بچے تو شکار پر سے اُٹھ چلا ہے۔ وہ شیر ببر	اے خدا۔ یہوداہ کی آواز سُن۔ اور اُسے اُس کے لوگوں کے درمیان پھر لا۔ اُس کے ہاتھ اُس کے لئے کافی ہوویں۔ اور تو اُس کے دشمنوں کے مقابل اُس کا مددگار ہو

نام سبط	ارشادات یعقوب علیہ السلام	ارشادات موسیٰ علیہ السلام
	بلکہ پرانے شیر ببر کی طرح جھکتا اور بیٹھتا ہے کون اُس کو چھیڑے گا۔ یہوداہ سے ریاست کا عصا جدا نہ ہوگا اور نہ حاکم اُس کے پاؤں سے جب تک کہ سیلا نہ آوے۔ اور قومیں اُس کے پاس اکٹھی ہونگی۔ وہ اپنا گدھا انگور کے درخت سے ہاں گدھی کا بچہ خاصہ انگور کے درخت سے باندھیگا۔ وہ اپنا لباس مے میں اور اپنی پوشاک آب انگور میں دھووے گا۔ اُس کی آنکھیں مے سی لال ہوں گی۔ اور اُس کے دانت دودھ سے سفید ہونگے۔	
زبلون	مسکن زبلون کا سمندر کا کنارہ اور جہازوں کا بندر ہوگا۔ اور اُس کی سرحد صیدا تک پہنچے گی۔	اے زبلون تو باہر جانے میں شاد ہو۔
اشکار	اشکار مضبوط گدھا ہے۔ جو دو بھیڑ سالوں کے درمیان بیٹھتا ہے۔ اور جب دیکھے کہ آرام گاہ خوب اور زمین دل پسند ہے۔ تو اپنا کاندھا بوجھ اُٹھانے کو جھکائے گا۔ اور خراج گذار بنے گا۔	اشکار۔ تو اپنے خیموں میں شاد ہو۔ وے لوگوں کو پہاڑ پر بلائینگے۔ اور وہاں صداقت کی قربانیاں گذارینگے کیونکہ وے سمندروں کی فراوانی کو اور خزانوں کو جو ریتی میں چھپے ہیں۔ چوس لیں گے۔

نام سبط	ارشادات یعقوب علیہ السلام	ارشادات موسیٰ علیہ السلام
دان	دان۔ اسرائیل کے فرقوں میں سے ایک کی مانند اپنے لوگوں کا نیاؤ کریگا۔ دان راہ کا سانپ ہے۔ اور رہ گزر کا افعی۔ جو گھوڑے کی تلیوں کو ایسا ڈسیگا۔ کہ اُس کا سوار پچھاڑی گر پڑیگا۔ اے خدا میں تیری نجات کی راہ دیکھتا ہوں۔	دان۔ ایک شیر بچہ ہے۔ جو لسن سے اُچھلے گا۔
جد	ایک فوج سے مغلوب ہوگا۔ پر وہ آخر کو غالب ہوگا۔	مبارک ہے۔ وہ جد کی ترقی کرے وہ شیر کی مانند پڑا رہتا ہے۔ جو سر کی چاندی کو بازو سمیت پھاڑتا ہے۔ اُس نے اوّل بخرا اپنے لئے تجویز کیا کہ وہ وہاں شرع دینے کے حصہ میں سلامت رہا۔ اور وہ اُمت کے رئیسوں کے ساتھ آیا۔ وہ خدا کے عدل کو اور اُس کی عدالت کو اسرائیل کے ساتھ عمل میں لایا۔
آشر	آشر سے اُس کی روغنی روٹی آوے گی۔ وہ بادشاہی خوش خوراکیں دے گا۔	آشر۔ اولاد کی برکت پاوے۔ وہ اپنے بھائیوں کا مقبول ہو۔ اور اپنا پاؤں تیل میں ڈبووے۔ تیرے جوتے پیتل سے ہوں۔ اور جیسے تیرے دن ہوں۔ ویسی تیری قوت ہووے۔

نام سبط	ارشادات یعقوب علیہ السلام	ارشادات موسیٰ علیہ السلام
یوسف	یوسف ایک پھل دار پودا ہے۔ وہ پھلدار پودا جو چشمہ پر لگا ہو۔ جس کی شاخیں دیوار پر چڑھ جاتی ہیں۔ تیر انداز اُس کو چھیڑتے اور مارتے۔ اور ستاتے تھے۔ لیکن اُس کی کمان زور میں پائدار ہے۔ اور اُس کے ہاتھوں کے بازوؤں نے یعقوبؑ کے خدائے قادر کے ہاتھوں سے قوت پائی۔ وہ اسرائیل کی چوپان اور چٹان ہے۔ تیرے باپ کے خدا سے جس نے تیری مدد کی۔ اور اُس قادر مطلق سے جس نے اوپر سے آسمان کی برکتیں اور نیچے سے گہراؤ کی برکتیں۔ اور چھاتیوں اور رحموں کی برکتیں تجھ کو دے کے متبرک کیا۔ جو برکتیں تیرا باپ تیرے لئے چاہتا ہے۔ سو پرانے پہاڑوں کی برکتوں سے اور قدیم کوہوں کی نفیس چیزوں سے بڑھ جاتی ہیں۔ وے یوسف کے سر۔ بلکہ سر کی چاندی پر جو اپنے بھائیوں سے جُدا ہُوا۔	اس کی سرزمین خدا کے حضور متبرک ہووے۔ آسمان کے تحفہ جات سے اور شبنم سے اور گہراؤ سے جو نیچے پڑا ہے۔ اور آفتاب کے تحفہ حاصلوں سے اور ماہتاب کی تحفہ اُگی ہوئی چیزوں سے اور قدیم پہاڑوں کی قیمتی چیزوں سے اور ابدی ٹیلوں کے تحفہ جات سے مجملاً۔ زمین اور اُس کی معموری کی قیمتی چیزوں سے اور اُس کی خیر خواہی کے سبب جو بوٹے میں رہتا ہے۔ اے کاش کہ وہ برکت یوسف کے سر پر اور اُس کی چاندی پر جو اپنے بھائیوں سے چلا گیا تھا۔ نازل ہو۔ اُس کی شاندار ی ایسی ہے جیسے اُس کی بیل کے پلوٹھے کی۔ اور اُس کے دو سینگ گینڈے کے سے سینگ۔ اُنہیں سے وہ قوموں کو ایک ساتھ زمین کی انتہا تک ہنکیگا۔

نام سبط	ارشادات یعقوب علیہ السلام	ارشادات موسیٰ علیہ السلام
	آویں۔	دے افراہیم کے دس ہزاروں ہیں۔ اور دے منسی کے ہزاروں۔
بن یامین	بن یامین پھاڑنے والا بھیڑیا ہے۔ صبح کو شکار کھائے گا۔ اور شام کو غنیمت بانٹے گا۔	خدا کا پیارا۔ سلامتی سے اُس کے پاس رہیگا۔ اور خدا سارے دن اُس پر سایہ کریگا۔ اور اُس کے دونوں شانوں کے بیچ حکومت کریگا۔
نفتالی		اے نفتالی۔ تو فضل سے بھرپور اور خدا کی برکتوں سے معمور ہو۔ تو پچھم اور دکھن کا مالک ہو۔

فصل۔ یوسف صدیق کی دعا نعم الہیہ کا شکر۔ آخرۃ کی فکر

اسلام پر مرنے کی فضیلت

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ
وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ
فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ
فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا
وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ

اے رب تو نے مجھے ملک دیا۔ اور تو نے مجھے تاویل الاحادیث کا علم سکھلایا تو آسمان اور زمین کو وجود میں لانیوالا ہے۔ تو دنیا و آخرت میں میرا کارساز ہے۔ اسلام پر میرا خاتمہ کیجئو۔ اور مجھے صالحین کے ساتھ شامل کر دیجئو۔

"دعائے صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام"

فاطر - اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ ابتدائی حالت سے بنانے والا۔ یہ معنی اللہ تعالےٰ نے خود بتلائے ہیں۔ قُلْ اَلَّذِیْ فَطَرَکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ (بنی اسرائیل رکوع ۹) دوسری آیت ہے۔ اور وہ بھی یہی لغوی معنی بتلاتی ہے فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا (یہ وہ فطرت الٰہی ہے جس پر اللہ نے انسانوں کو پہلے سے پیدا کیا)۔

وَلِیّ - قرآن مجید کی چند آیات میں اس اسم ولی کا استعمال ذات پاک رب العالمین پر فرمایا گیا ہے۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (بقرہ ع ۲۶) وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ (آل عمران ع ۷) وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ (جاثیہ ع ۲)، فَاللّٰہُ ھُوَ الْوَلِیُّ (شوریٰ) وَھُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ (شوریٰ ع ۳)، وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَلِیًّا (نساء ع ۷)۔

تَوَفّنِیْ - توفی کا مادہ وفی ہے جس کے معنی پورا کرنا۔ پورا ہوتا ہے۔

مُسْلِمًا - عموماً مومن اور مسلم کے الفاظ پر بحث کی جایا کرتی ہے۔ لفظ مسلم کا استعمال مندرجہ ذیل آیات سے واضح ہوگا۔

(۱) مِلَّۃَ اَبِیْکُمْ اِبْرٰھِیْمَ ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ (حج ع ۸) تمہارے باپ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمہارا نام مُسْلِمِیْن رکھا ہے۔

(۲) رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ (بقرہ ع ۱۵) ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی دعا تھی۔ کہ اے خدا ہم دونوں کو مسلمان رکھیو۔

(۳) وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ۔ خلیل الرحمٰن و ذبیح اللہ علیہما السلام کی دعا ہے کہ ہماری اولاد بھی مسلمان ہو۔

(۴) وَوَصّٰی بِھَا اِبْرٰھٖمُ بَنِیْہِ وَیَعْقُوْبُ ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یَا بَنِیَّ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ یعقوب نے بھی وصیت کی تھی۔ کہ اے میرے بچو!

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (بقرہ ع ۱۶) خدا نے تمہارے دین کو برگزیدہ کیا ہے۔
اس لئے تم مرو تو مسلم رہ کر ہی مرنا۔

(۵) یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے ایمان والو۔ اللہ
وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (آل عمران ع ۱۱) کا تقویٰ کرو۔ جیسا کہ تقویٰ کرنے کا
حق ہے اور تم مرو تو مسلم رہ کر مرہ۔

(۶) قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ اے رسول لوگوں سے کہدیجئے۔ کہ میری نماز
وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ میری قربانی۔ میرا جینا۔ میرا مرنا۔ اللہ ہی کے
لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا لئے ہے۔ جو سب مخلوق کا پالنے والا ہے۔
اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ (انعام ع ۲۰) جس کا کوئی شریک نہیں۔ کہدے۔ کہ
مجھے یہی حکم ملا ہے۔ اور میں سب سے پہلا مسلم ہوں۔

اِن حوالجات سے ثابت ہوگا۔ کہ اہل اسلام نے جو باہمی مخاطبات وغیرہ میں
خود کو مسلم اور مسلمان کہنا۔ کہلانا پسند کیا ہے۔ یہ امر مستند احکام الٰہی پر مبنی ہے۔

بِالصَّالِحِیْنَ۔ قرآن مجید میں صالحین کا اطلاق انبیاء علیہم السلام کے لئے آیا ہے

قرآن مجید میں لفظ صالحین کا اطلاق انبیاء پر ہوا ہے

سورہ انعام کا رکوع ۱۰ دیکھو۔ کہ حضرت ابراہیم۔ و اسحٰق۔ و یعقوب و
نوح۔ و داؤد۔ و سلیمان۔ و ایوب۔ و یوسف۔ و موسیٰ و ہارون۔ و زکریا
و یحییٰ۔ و الیاس علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام لے کر اللہ تعالےٰ نے وَكُلٌّ
مِّنَ الصَّالِحِیْنَ فرمایا ہے۔

الحاق بالصالحین میں بہت بڑا مقصد ہے

پس یوسف علیہ السلام کی دعا اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ کا مدعا یہ ہے کہ اپنے آباء کرام
یعقوب و اسحٰق و ابراہیم علیہم السلام اور اُن سے اوپر کے انبیاء عظام کے ساتھ
جا ملیں۔ یہ یاد رکھو۔ کہ جس طرح پناہ از دوزخ۔ اور داخلہ جنّت کی دعا کرنا مسلمان
کے لئے ضروری ہے۔ اسی طرح مسلمان کے لئے زمرہ صالحین میں شامل ہونے کی

آرزو کو بھی ایک مستقل آرزو بنانا۔ اور اس امرِ عظیم کے لئے مستقل اور علیحدہ دعا کرنا بہت زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ یہ نعمت بجائے خود ایک ازکی و اوفی۔ انمی و اعلیٰ نعمت ہے۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے اس طرح فرمایا ہے۔ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ط ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ط ترجمہ یہ ہے۔ کہ جو کوئی شخص اللہ کی اور محمد رسول اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ تو وہ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوگا۔ جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ یعنی اُن کو انبیاء اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین کی معیت ملیگی۔ اور اُن کی رفاقت کیا ہی اچھی ہے۔ یہ ایک فضل ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور کافی ہے خدا جاننے والا۔

دعاء یوسف علیہ السلام کے مضامین پر غور یوسف علیہ السلام کے دعا کے مضمون پر مکرر غور کامل کرنا چاہیئے۔

پہلے اللہ تعالےٰ کے احسانات مادی و روحانی کا اعتراف کیا۔

پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔

پھر اللہ تعالیٰ کی ولایت فی الدارین کا اظہار کیا۔

ان سب کے بعد اپنے مدعا و آرزو کا ذکر فرمایا۔

حکومت بُری چیز نہیں جو لوگ دنیوی حکومت کو ہیچ پوچ سمجھا کرتے ہیں۔ وہ غور کریں۔ کہ یوسف صدیق رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ فرما کر حکومت کا ذکر بطور نعمت الٰہی فرما رہے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ حکومت تو بُری چیز نہیں۔ ہاں بُرے شخصوں کے پاس جا کر یہ بھی بُری بن جاتی ہے۔ حضرت داؤد و سلیمان۔ موسیٰ کلیم اللہ و یوشع نبی اللہ۔ و سیدنا محمد رسول اللہ صلواۃ اللہ علیہم اجمعین ایسے انبیاء ہیں۔ جو صاحبِ امرِ حکومت بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خلافتِ نبوۃ کو بھی جس میں مصالح دینی و امور

حکومت کا اجتماع ہوتا ہے۔ ایمان اور عمل صالح ہی کا نتیجہ قرار دیا ہے۔

حکومت اور خدمتِ دین

اس لئے مسلمان کی شان یہ ہے۔ کہ اپنے آپ کو حکومت کا اہل بنائے۔ اور حکومت کو نعمت الٰہی سمجھے۔ اور حکومت کو خادم دین بنا کر تائید توحید اور رد شرک اور تمکین دین کے کام اُس سے لیا کرے۔ کیونکہ انسان بحالتِ حکومت ہی عدل و رحم کے مظاہر دکھلا سکتا ہے۔ اور یہی دو اوصاف ہیں۔ جن سے دینِ

حکومت اور اخلاق فاضلہ

حقہ کی صداقت و نورانیت کا جلوہ ایک منکر بھی دیکھ سکتا ہے

علم کا درجہ حکومت سے بڑا ہے

اب یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ حکومت سے بڑھ کر علم صحیح کا درجہ ہے۔ اس دعا میں اُسے تاویل الاحادیث کہہ کر تعبیر کیا گیا ہے۔ بیشک یہ دونوں چیزیں یعنی علم اور حکومت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کا جمال و کمال اُس وقت جلوہ گر ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص ان ہر دو کا جامع

حکومت بلا علم" "علم بلا حکومت"

ہوتا ہے۔ کیونکہ حکومت بلا علم سراسر حماقت ہے۔ اور علم بلا حکومت بالکل بے زیب و زینت انسانی زندگی کا کمال ان دونوں کے حصول اور جامعیت پر ہے

آخرۃ اور اُس کی تکمیل

اب رہا امر آخرۃ۔ اُس کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ کوئی شخص اپنے تمام کاروبار دنیوی و دینی کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے وابستہ نہیں کر دیتا جو لوگ اللہ پاک کی آستان کو چھوڑ کر اَور اَور کو اپنا کارساز جانتے ہیں۔ جو لوگ دوسروں کو اپنا ولی و نصیر سمجھتے ہیں۔ وہ خسرانِ دارین کے مستوجب ٹھہرتے ہیں۔

مسلم ہو کر مرنے کی آرزو کس منہ کو زیب دیتی ہے

جس شخص نے اپنی زندگی کو مندرجہ بالا اعتقادِ درست۔ اور عمل صالح اور نیتِ خالص کے ساتھ پورا کیا ہو۔ اُسی کو زیب دیتا ہے۔ کہ اسلام پر جان دینے اور مسلم ہو کر مرنے کا خواستگار ہو۔ اور اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ بندوں کے پاک دربار میں شامل ہونے کی آرزو کیا کرے۔ اے مالک۔ اے رب۔ اے کارساز۔ اے ولی۔ اے والی۔ اے وکیل۔ اے نصیر۔ ہم

دعا بحق اہل اسلام سب تجھ سے یہی دعا کرتے ہیں۔ کہ اپنے بندۂ صدیق کی اس دعا کو ہماری دعا بنا دے۔ اور ہمارے لئے اس کی منظوری عطا فرما دے۔

دعا پر نظر کر سیدنا یوسف علیہ السلام کی دعا پر ایک بار پھر نظر ڈالو۔ کہ اللہ تعالےٰ کے ہر ایک نبی و رسول نے اپنی اپنی ضروریات و حاجات دنیوی و اُخروی کی دعا اللہ ہی سے مانگی ہے۔ جب کسی انسان کے دل میں دعا مانگنے کی نیت پیدا ہو جائے تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ شاہراہ کامیابی نظر آ گیا۔ اور جب بندہ مصروفِ دعا

قصد دعا شاہراہ کامیابی ہے بھی ہو گیا۔ تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ طلسم کامیابی کی لوح پر اُس کا قبضہ ہو گیا۔

مصروفیت دعا اولین علامت اجابت ہے بندہ کا مصروفِ دعا ہونا ہی اولین علامتِ اجابت ہے۔ پھر دعا میں جس قدر زیادہ انہماک بڑھتا جاتا ہے۔ اُسی قدر زیادہ بندہ قربِ الٰہی میں ترقی کرتا جاتا ہے۔

جو کہتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوئی، اُنہوں نے دعا مانگی ہی نہیں بے سمجھ لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ اُنہوں نے دعا مانگی۔ مگر قبول نہ ہوئی۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اُنہوں نے دعا مانگی ہی نہیں اگر کسی ایماندار کو دعا مانگنا آ گیا ہے۔ تو پھر اُس کی زبان سے یہ ہرگز نہیں نکلیگا کہ دعا منظور نہ ہوئی۔ ذرا رب العالمین ارحم الراحمین کے ارشاد اُدْعُونِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ پر غور تو کرو۔ کہ ہماری استدعاؤں کے وقوع و ظہور سے بھی پیشتر پروردگار عالم کی طرف سے فرمانِ قبولیت نافذ ہو چکا ہے۔

مبارک ہیں وہ جن کو دعا مانگنا آ گیا ہے مبارک ہیں وہ لوگ۔ جن کو دعا مانگنا آ گیا ہے۔ کہ اُن کے دل کا تعلق ہر وقت اپنے مالک و کارساز۔ مولیٰ و بندہ نواز سے لگا رہتا ہے۔ اُسے ہر وقت اپنی بے چارگی و درماندگی پیش نظر رہتی ہے۔ اُسے ہر وقت مالک کے افضال و الطاف پر اعتماد رہتا ہے۔

بندہ کا اعتماد مالک پر بندہ کا یہ اعتماد ہی اعلیٰ کامیابی ہے۔ کہ وہ ایک مالک رکھتا ہے۔ جو وسیع قدرتوں اور لامحدود طاقتوں کے ساتھ بے انتہا رافت ومحبّت والا بھی ہے۔ جس کا پیار بندوں سے اُس محبّت وتعلق سے بہت بڑھا ہُوا ہے۔ جو والدین کو اپنے بکیس بچّہ سے ہوتا ہے۔ وہ جس کی محبّت کا ظہور اُس کے اسماء حُسنیٰ رحمٰن الرحیم علیم الحکیم۔ غفور الودود۔ رؤف الکریم۔ ولی الحمید سے بخوبی ہوتا ہے۔

حمد الٰہی جس کی رحمت کا نُور اُس کے اسماء پاک خالق الباری۔ فاطر المصور حنّان المنان اور حی القیوم سے روشن ہے۔ وہ جس کی ہیبت آمیز رافت ذوالجلال والاکرام سے نمایاں ہے۔ وہ جس کی شفقت آمیز عطا اُس کے بزرگ ناموں رب الکریم۔ مالک الملک۔ وہاب البر۔ قیوم السلام۔ حفیظ النافع۔ لطیف الرزاق۔ غفور الشکور۔ فتاح المجیب۔ سمیع الرافع۔ سلام المومن۔ ہادی الباقی۔ علی المغنی۔ قوی المحصی سے بخوبی واضح ہے۔

وہ۔ جس کی بے نیازی واستغنا غنی المغنی۔ احد الصمد۔ ظاہر القادر۔ عزیز المقتدر خافض القابض۔ خالق الجلیل۔ الحق العظیم سے آشکار ہے۔

ایسے مالک ایسے آقا ایسے ولی۔ ایسے مولیٰ کا غلام کیونکر مایوس المرام اور محبوس العزام رہ سکتا ہے۔ خدا دارم چہ غم دارم محمدؐ راہ بردارم۔

یہ نہ سمجھو کہ یوسف نے دعا موت مانگی حضرت یوسف علیہ السلام کی اس دعا سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کہ اُنہوں نے اس جگہ موت کی دعا مانگی ہے۔ ہرگز نہیں۔ اُنہوں نے تو ایسی زندگی کی دعا مانگی ہے۔ جس کا خاتمہ اسلام پر ہو۔ ابن جریر نے ضحاک سے بھی یہی معنی بیان کئے ہیں۔

دعاء موت مانگنا منع ہے مسلم کے لئے عموماً موت کی دعا مانگنا منع ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ بِضُرٍّ نَزَلَ بِهٖ تم میں سے کوئی بھی کسی مصیبت یا نقصان
فَاِنْ كَانَ وَلَا بُدَّ مُتَمَنِّيًا لِلْمَوْتِ فَلْيَقُلْ کی وجہ سے موت کی آرزو نہ کرے۔ اور اگر
اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ حالت ایسی ہی ضروری ہو تو یہ کہا کرے
وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ الٰہی مجھے زندہ رکھ جب تک جینا میرے
لئے بہتر ہو۔ اور مجھے پورا کر دے جب کہ پورا ہو جانا میرے لئے بہتر ہو۔

ابو امامہ و ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی ایسی ہی روایات مروی ہیں۔

نقصان دین کے وقت دعاء موت مگر نقصان دین کے وقت تمنائے موت کرنا جائز ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔
اِثْنَتَانِ يَكْرَهُهُمَا ابْنُ اٰدَمَ يَكْرَهُ الْمَوْتَ دو چیزیں ہیں جن کو ابن آدم بُرا سمجھتا ہے
وَالْمَوْتُ خَيْرٌ لِّلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتَنِ۔ (۱) موت۔ حالانکہ مومن کے لئے موت
وَيَكْرَهُ قِلَّةَ الْمَالِ۔ وَقِلَّةُ الْمَالِ اَقَلُّ لِلْحِسَابِ فتنوں سے بہتر ہے۔
(۲) کمی مال۔ حالانکہ مال کا کم ہونا کمی حساب کا سبب ہے۔

امیر المومنین علی مرتضیٰ کی دعا امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ انتظام میں
جمعیت پیدا نہیں ہوتی۔ اور مشکلات بڑھتی جاتی ہیں۔ اُس وقت بایں الفاظ دعا کی
تھی۔

اَللّٰهُمَّ حُزْ لِيْ اِلَيْكَ فَقَدْ سَئِمْتُهُمْ وَسَاَمُونِيْ اے اللہ مجھے اپنی طرف بُلالے۔ میں نے
اُن کو دشواری میں ڈال دیا ہے۔ اور اُنہوں نے مجھے تکلیف میں ڈال دیا۔

امام المحدثین بخاری کی دعا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (جب ان کو شاہ بخارا نے نکال دیا)
دعا کی تھی۔

اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنِيْ اِلَيْكَ۔ الٰہی مجھے اپنی طرف بُلالے۔

اِن ادعیہ کا مقصد حفاظتِ دین تھا۔ نہ کہ قلتِ صبر و استقلال۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۝

یہ وہ چھپی باتیں ہیں جن کی وحی ہم نے تیری طرف کی ہے۔ اور تو اُن کے پاس نہ تھا جب اُنہوں نے اپنی بات پر اتفاق کر لیا تھا۔ اور وہ چپکے چپکے اپنی تدبیریں کرتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اقوام ماضیہ کے تاریخی حالات اس لئے اخبار غیب تھے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُمی تھے۔ حضور نے نہ کسی سے کچھ پڑھا نہ سُنا۔ ایسا شخص جو کچھ بیان کر سکتا ہے۔ وہ عالم الغیب ہی کی وحی سے بیان کر سکتا ہے۔

وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور بہت لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ گو تجھے اُن کے مومن ہونے کی بڑی خواہش ہے۔

حَرَصْتَ۔ حرص بمعنی کسی شے کا کوشش کے ساتھ طلب کرنا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی خواہش

مطلب یہ ہے۔ کہ یہود اور مشرکین مکہ نے جو یہ سوال کیا تھا۔ کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہیں۔ تو بتلائیں۔ کہ بنی اسرائیل کیونکر مصر جا پہنچے تھے۔ اس سوال کا جواب اس سورہ مبارکہ میں دے دیا گیا ہے۔ لازم تھا۔ کہ اب تو یہ لوگ مسلمان ہو جاتے۔ لیکن اب بھی وہ اپنی پہلی ضد۔ ہٹ پر قائم ہی رہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آرزو اور تمنا لوگوں کو مسلمان دیکھنے کی تھی۔ اُسے اللہ تعالیٰ نے لفظ حرص سے بیان فرمایا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی آرزو

اور اس سے ظاہر ہے۔ کہ حضور کی رغبت نہ اموال و زخارف دنیا کی جانب تھی۔ نہ حکومت و امارت پر حضور کا دل مائل تھا۔ اور نہ کوئی اور شے ایسی تھی۔ جدھر کبھی حضور کا میلان خاطر معلوم ہوا ہو۔ حضور کی سب سے بڑی آرزو اور تمام تر ہمت اگر مقصود تھی۔ تو صرف اس ایک امر پر۔ کہ سب لوگوں

کے سر اور دل خدا کی حضور میں جھکے ہوئے دیکھ لیں۔

حدیث نبوی حدیث میں ہے۔ اَنْتُمْ تَنْهَافَتُوْنَ لَتَهَافُتَ الْفَرَاشَةِ عَلَى النَّارِ وَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ۔ تم تو آگ میں اس طرح گرے پڑتے ہو جیسے پروانے گرا کرتے ہیں۔ اور میں تم کو کمر سے پکڑ پکڑ کر جہنم سے پرے ہٹا رہا ہوں۔

وَمَا تَسْاَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ تو تو ان سے کوئی بدلہ بھی نہیں چاہتا +

عَلَيْهِ کی ضمیر ایمان یا قرآن کی طرف ہے۔

کسی نبی نے اجر نبوت نہیں مانگا واضح ہو۔ کہ ہر ایک نبی نے اپنی قوم کے سامنے یہی ظاہر کیا ہے۔ کہ وہ اپنی تعلیم اور تبلیغ پر لوگوں سے کچھ بھی اجر نہیں چاہتا۔

انبیاء کے مقولے سورہ شعراء کو دیکھو۔ رکوع پنجم میں حضرت نوح۔ ششم میں حضرت ہود۔ ہفتم میں صالح۔ ہشتم میں لوط۔ نہم میں شعیب علیہم السلام کی زبان سے یہی آیت بار بار دہرائی گئی ہے۔ وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ۔ سورہ ہود میں (ع ۳) لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا بزبان نوح علیہ السلام۔ اور لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا بزبان ہود علیہ السلام فرمایا گیا ہے۔ سورہ انعام ع ۱۰ میں قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ

نبی صلعم کو فرمان اَجْرًا کہہ دینے کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا ہے۔ اور یہی حکم سورہ فرقان ع ۵ سورہ ص ع ۵ میں حضور کو دیا گیا ہے۔ سورہ یٰس میں ہے اِتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ اِتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ اس آیت میں اجر نہ لینے کو انبیاء علیہم السلام کی ذات مبارک کے لئے صفت لازم قرار دیا گیا ہے۔

ان تمام حوالجات سے آشکار ہو جاتا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان دعوت۔ تعلیم شریعت۔ اور تبلیغ احکام رب العزت پر ہرگز ہرگز کسی قسم کے اجر کا سوال بھی کسی شخص سے نہیں کیا۔ پس یہی صفت ہے۔ جو انبیاء علیہم السلام

کی حیات طیبہ کو اہل دنیا کی غرض آلود۔ و مصلحت آمود زندگی سے بالاتر و اعلیٰ تر ثابت کر دیتی ہے۔ اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جملہ اہل اسلام پر اپنی حجت کو قائم فرمایا ہے۔ و للہ الحمد[1]۔

قرآن پر رغبت کی حدیث

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِيْنَ ( ) یہ تو اہل عالم کے لئے ذکر ہے۔

ذِكْرٌ۔ قرآن مجید کا نام ذکر بھی ہے۔ حدیث پاک میں ہے اَلْقُرْاٰنُ ذِكْرٌ فَذَكِّرُوْهُ یعنی قرآن پاک واجب التعظیم ہے۔ ہمیشہ اس کی تعظیم کیا کرو۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ؕ

اور بہت سی نشانیاں ہیں۔ جو زمین و آسمان میں پائی جاتی ہیں۔ یہ لوگ اُن نشانیوں پر سے گزرتے ہیں۔ اور پھر بھی اُن نشانیوں سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

+

كَاَيِّنْ۔ کَ تشبیہ اور اَنْ سے مرکب ہے۔ اور اب معنی واحد میں بمعنی کَمْ مستعمل ہے۔

آيَةٍ۔ اصل میں اَوَيَةٌ تھا۔ لغت میں آیت بمعنی جماعت آتا ہے۔ محاورہ ہے۔ خَرَجُوْا بِاٰيَتِهِمْ" اور ہر ایک کلام منفصل بفصل لفظی کو آیت کہتے ہیں۔

آیت کی معنی

---

[1] واضح ہو کہ سورہ شوریٰ کی آیت قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى میں بھی کسی شے کا سوال اس تعلیم و تبلیغ و ہدایت راہ نمائی پر نہیں کیا گیا۔

یہ آیت دیگر متعدد آیات کی ناسخ ہے۔ اور نہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک دیگر دیگر انبیاء سے جدا رنگ رکھتی ہے۔ اس آیت کی تفسیر لطیف انشاء اللہ اُس کی مقام پر کی جاویگی۔

سورہ شوریٰ کی آیت کا وہی مطلب ہے جو دیگر آیات کا ہے۔

+

کیونکہ اس میں بھی حروف و کلمات کی ایک جماعت مجتمع موجود ہوتی ہے۔ کلام اللہ میں جب اس کا استعمال کسی فقرۂ قرآن مجید کے لئے ہوتا ہے۔ تو اُس کا استعمال بسا اوقات الف لام کے ساتھ ہوتا ہے۔ یا بحالت مضاف۔

اور جب لفظ آیت کا استعمال بمعنی نشان قدرت یا دلیل و برہان ہوتا ہے تب ایسا نہیں۔

آیت بمعنی نشان قدرت کے لئے مندرجہ ذیل آیات پر غور کرو۔

وَمِنْ اٰیَاتِہٖٓ اَنْ خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ - خدا کی آیات میں سے ہے کہ تم کو مٹی سے بنایا۔ (سورہ روم)

وَمِنْ اٰیَاتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا خدا کی آیات میں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری جنس سے جوڑا بنایا۔ (سورہ روم)

وَمِنْ اٰیَاتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - خدا کی آیات میں سے زمین و آسمان کی پیدائش ہے۔

وَمِنْ اٰیَاتِہِ الْجَوَارِ فِی الْبَحْرِ کَالْاَعْلَامِ - خدا کی آیات میں سے وہ جہاز ہیں۔ جو سمندر میں چلتے ہیں۔ بڑے بڑے جھنڈے کی طرح نظر آتے ہیں۔

واقعہ یوسف علیہ السلام کا غور سے پڑھو

اس جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام کے واقعات کو صرف ایک داستان نہ سمجھو۔ یہ تو آیت الٰہی ہے۔ اور ان سوال کرنے والوں کے اندر خود وہی ہونے والا ہے۔ جو برادران یوسف کے ساتھ ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے عبد اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کی شان رفیع اور منصب جلیل کا ظہور اسی طرح ہونے والا ہے۔ جیسے اللہ کے نبی و صدیق یوسف علیہ وعلیٰ آبائہ السلام کی شان کا ظہور ہوا تھا۔

وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ ۝

ان میں سے اکثر لوگ ایسے ہیں۔ کہ اللہ پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور وہ شرک بھی کیا کرتے ہیں۔

بُت پرستانِ عرب کے معتقدات

واضح ہو۔ کہ بُت پرستانِ عرب جن کی ہدایت وارشاد کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ وہ وجودِ باری کے مُنکر نہ تھے۔ اور صفاتِ باری کا بھی اُن کو انکار نہ تھا۔ وہ باری تعالیٰ کی کبریائی وعلوشان کا اقرار رکھتے تھے۔ لیکن بایں ہمہ اُن میں شرک پایا جاتا تھا۔ اور وہ ٹھیک ٹھیک مشرک تھے۔

مندرجہ ذیل آیات پر غور کرو۔

(۱) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ (لقمان ۳۶) اگر تو ان سے سوال کریگا کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ مشرک کہدینگے کہ اللہ نے۔

(۲) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ (عنکبوت ع۸) اگر تو ان سے پوچھیگا کہ اُوپر سے پانی کون اُتارتا ہے جس سے زمین مردہ کو زندہ کرتا ہے تب یہ مشرک لوگ جواب دینگے کہ اللہ۔

اِن اعتقادات واعترافات پر بھی اُن کو مشرک بتانے کی وجہ یہ ہے۔ جو قرآن پاک نے خود بیان کردی ہے۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفَىٰ (زمر ع۱) + مشرک وہ ہیں جنہوں نے خدا سے ورے ورے دوسروں کو بھی اپنا کارساز اور حمائتی بنا رکھا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ہم تو اُن کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے قریب کردینگے۔

کفارِ عرب کیوں مشرک تھے

اس سے یہ ثابت ہوگیا۔ کہ مشرکین عرب اس لئے اصلی اور قطعی مشرک تھے کہ اُنہوں نے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ کو نہ سمجھا تھا۔ اور وہ لوگ عبادت واستعانت میں دوسروں کو اللہ کے ساتھ شامل کرلینے کے وجہ سے مشرک تھے۔ اب بھی ہزاروں مسلمان ایسے موجود ہیں۔ جنہوں نے

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے معانی کو بخوبی نہیں سمجھا۔ یہ لوگ اپنے اپنے مانے ہوئے بزرگوں کی قبروں اور استھانوں پر جاکر وہی کام وہی افعال کرتے ہیں۔ جو مشرکین مکہ اپنے اپنے مانے ہوئے بزرگوں کے بتوں اور تصویروں اور استھانوں پر کیا کرتے تھے۔

مسلمان اپنے اپنے مشرکانہ افعال پر غور کریں ؎

مسلمانوں بھائیوں کو لازم ہے۔ کہ وہ یہ سمجھ لیں۔ کہ یہ تو وہی شرک ہے۔ جس میں مشرکین مکہ آلودہ تھے۔ یہ تو وہی شرک ہے۔ جسے تباہ و باطل کرنے کے لئے سیّد المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم تشریف لائے تھے۔

خالص دین پاک

مسلمان بھائی تب ہی خالص با ایمان ہو سکتے ہیں۔ جب ایسے افعال سے وہ خود کو پاک وصاف بنالیں گے۔ ورنہ اُن پر یہی آیت وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ صادق آئیگی۔ کہ اللہ پر ایمان کا دعویٰ بھی ہے۔ اور شرک بھی ساتھ ساتھ ہے۔

اللہ کے سوا اوروں سے مدد کا سوال بھی کیا جاتا ہے۔

اللہ کے سوا۔ اوروں کو بھی اللہ کی طرح پکارا جاتا ہے۔

اللہ کے سوا۔ اوروں کو بھی اللہ کی طرح پکارا جاتا ہے۔

اللہ کے سوا۔ اوروں کو بھی اللہ کی طرح ہر جگہ حاضر و ناظر مانا جاتا ہے۔

نتیجہ یہ ہے۔ کہ توحید کامل نہیں ہوتی۔ اور اللہ تعالےٰ کے ہاں ایسے لوگوں کے اعمال کچھ بھی وقعت و منزلت نہیں پاتے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک بھائی کو اس بُرے انجام سے بچائے۔ اور اسلام خالص۔ دین قیم پر قائم رکھے۔

اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِیَھُمْ غَاشِیَۃٌ

کیا وہ اللہ کے عذاب سے جو سب چیزوں پر چھا جانے والا ہے۔ نڈر ہو گئے ہیں

مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ یا اُن کو ڈر نہیں رہا۔ کہ قیامت اُن کے لئے یکبارگی آ جائے۔ جبکہ اُنہیں اس کا سان وگمان بھی نہ ہو۔

اَفَاَمِنُوْا۔ اَمِنَ اَمْنًا وَاَمَانًا۔ اِطْمَاَنَّ۔

غَاشِيَةٌ۔ غاشی کا مؤنث ہے۔ ڈھانپ لینے والی شے۔

واضح ہو۔ کہ اس آیت میں اُنہی لوگوں کا ذکر ہے۔ جن کا ذکر پہلی آیت میں ہے۔ کہ اللہ پر ایمان بھی ہے۔ اور شرک پر عمل بھی ہے۔

لہٰذا ان دونوں آیات کو نہایت غور سے پڑھنا۔ سوچنا اور تدبیر کرنا ضروری ہے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ اے رسول ان لوگوں کو بتا دیجئے۔ کہ میرا طریقہ تو یہی ہے۔ میں سب کو اللہ ہی کی طرف بلاتا ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رستہ

یہ ظاہر ہے۔ کہ ہر شخص اُسی کی دعوت دوسروں کو دیا کرتا ہے۔ جس کی عظمت خود اُس کے دل میں ہوتی ہے۔ نبی اللہ کے دل میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عظمت وجلال ہوتا ہے۔ اس لئے وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی جانب دنیا کو بُلایا کرتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام اسی لئے دَاعِيًا بِاِذْنِ اللّٰهِ بتلایا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت الی اللہ کے متعلق

قرآن مجید پر غور کرو۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار اسی دعوت کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اُدْعُ[1] اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (ع ۱۶) فرمایا۔ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ[2] وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ (شوریٰ ع ۲)۔ فرمایا۔ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ[3] اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ (حج ع ۹)۔

---

[1] اپنے رب کے راہ کی طرف لوگوں کو زیرکی و دانائی اور پاکیزہ نصیحت کے ساتھ بلایا کر۔ ۱۲

[2] لوگوں کو دعوت دیا کر۔ اور اس کام میں ویسا ہی مضبوط رہ۔ جیسا کہ حکم دیا گیا ہے۔ ۱۲

[3] اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو بلایا کر۔ تو ہی ہے۔ جو سیدھی اور مضبوط ہدایت پر ہے۔ ۱۲

فرمایا۔ قُلْ[1] اِنَّمَا اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا۔ (جن ع ۲)

اِن احکام کی تعمیل میں دیکھو۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکر
مکہ کے کوچہ کوچہ میں اپنی آواز کو بلند کیا۔
عقبات کی پہاڑیوں میں راہ گیروں اور مسافروں کو اللہ کا پیغام سُنایا۔
عکاظ اور مجنہ۔ اور ذی المجاز کی منڈیوں میں جا جا کر غافلوں کے کان میں
ہادی برحق کا فرمان ڈالا۔
عرب کے بے آب و گیاہ میدانوں میں خانہ بدوش قبائل کا پتہ لگا لگا کر
اُن کو پیام ربّانی پہنچایا۔
طائف کے کوہسار پر تشریف لے جا کر جواہر توحید لُٹائے اور خود پتھر کھائے۔
دنیا کے تمام مشہور حکمران بادشاہوں کے نام فرمان لکھے اور سفیر روانہ کئے۔
اہل اسلام میں سلسلہ تبلیغ و دعوت کو فرض انسانی و وجوب دینی قرار دیا
یہ تمام جد و جہد اُسی مالک الملک کے حکم کی تعمیل میں تھی جس کی محبت
جس کی عظمت جس کا جلال حضورؐ کی رگ رگ اور بال بال میں تھا۔

عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ — میں اور جو کوئی میری پیروی کرتا ہے۔ بصیرت پر ہیں۔

بَصِیْرَتْ۔ فطنت۔ حجت۔ استدلال۔ خُبرت۔ دانائی۔ روشنیٔ دل۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بصیرت پر ہونا اس لئے ہے۔ کہ

(الف) حضور عواقب امور کو اُسی طرح دیکھ لیا کرتے۔ جیسا کہ لوگ اعمال ماضیہ کے ناظر ہوتے ہیں۔

(ب) رب العالمین نے حضور کے سامنے سے اُن تمام واقعات کا (جو بعد از مرگ انسان کو پیش آنے والے ہیں۔ پردہ اُٹھا لیا۔ احوال برزخ اور بہشت و

[1] ان کو بتلا دے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کو پکارا کرتا ہوں۔ اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

دوزخ اور ملکوت السمٰواۃ والارض کے مشاہداۃ حضور کے چشم دید تھے۔

مُتَّبِعِیْن کا بصیرۃ پر ہونا اس لئے ہے۔ کہ

اہل اسلام کا جو اتباع نبوی کی بصیرت پر ہونا

انہوں نے ایسے رسول کو ہادی بنایا۔ ایسے معصوم کی ہدایت پر چلے۔ ایسے شاہد حق کے فرمودہ پر کاربند ہوئے۔ ایسے داعی الی الحق کی آواز پر گوش جان لگایا۔ ایسے رہبر کو امام بنایا جس کی اتباع کے طفیل سے ان میں نیتِ صحیح اعتقاد درست پیدا ہوگیا۔ اعمال میں نورانیت۔ اور قلب میں روحانیت پیدا ہوگئی۔ عالم روح۔ اور عالم قلب کے انوار و اسرار اُن پر کھل گئے۔ حلاوت ایمان سے چاشنی گیر ہوئے۔

وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ خدا پاک ہے۔ اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

سُبْحَان تسبیح سے بنایا ہے۔ جیسا تسخیر سے سخرہ۔

سبحان اللہ کے معنی

سُبحان اللہ کہنے کا مقصد۔ تنزیہ و تقدیس و تبریہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جملہ عیوب اور نقائص۔ اور اوناس اور ارجاس سے پاک ہے۔ ذکر الٰہی کے موقعہ پر سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ دونوں اکٹھے آتے ہیں۔

الحمد للہ کے معنی یہ ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ جملہ محامد جلال اور صفاتِ کمال کا مالک ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ نِصْفُ الْمِيْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ يَمْلَاُهٗ یعنی سبحان اللہ میزان عمل کو نصف بھر دیتا ہے۔ اور الحمد للہ اُسے بھرپور کر دیتا ہے۔ آیت زیر تفسیر میں سُبحان اللہ صرف تنزیہ کے لئے ہے۔

حدیث

آیت کا تعلق پہلی آیت سے یہ ہے۔ کہ وہ بصیرت جو رب العالمین اپنے بندگان مخلصین کو عطا فرماتا ہے۔ اُسی کی نور و ضیاء میں اہل ایمان کو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اہل شرک اپنے اپنے افعال و اقوال میں جن نقائص و عیوب کو بارگاہ

باری تعالیٰ سے منسوب کیا کرتے ہیں۔ وہ پاک قُدُّوس اُن سب سے پاک و برتر ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى

تجھ سے پہلے ہم نے بستی کے رہنے والوں ہی میں سے مَردوں پر وحی بھیجی تھی۔

رِجَال۔ رجل کی جمع ہے۔ اور اس سے یہ ثابت ہوگیا۔ کہ نبوت مَردوں سے خصوصیّت رکھتی ہے جنس نساء میں سے کسی کو نبوّت نہیں ملی۔ اُمِ موسیٰ و اُمِ عیسیٰ و ہاجرہ علیھن السلام کے پاس فرشتگان آسمانی کا آنا۔ کسی خاص واقعہ کے متعلّق منجانب اللہ کچھ سمجھا جانا نبوّت اور رسالت کے مفہوم میں داخل نہیں۔

نبوت جنس رجال سے خاص ہے

نبی کیوں فرشتہ نہیں ہوتا

یہ آیت مشرکین کے اس اعتراض کے جواب میں ہے۔ کہ نبی انسان کیوں ہوتا ہے۔ فرشتہ کو نبی بنا کر کیوں نہیں بھیجا جاتا۔ اللہ تعالےٰ نے بتلایا ہے۔ کہ جملہ انبیاء ہمیشہ سے نبی ہی ہوتے رہے ہیں۔

قرآن مجید کے دوسرے مقام پر یہ جواب بھی دیا گیا ہے۔ کہ اگر یہاں فرشتے آباد ہوتے۔ تو اُن کے لئے رسول بھی فرشتہ ہی ہوتا۔

اعتراض کرنے والے وہ تھے۔ جو جنس بشر کی فضیلت سے ناواقف تھے۔ اگر وہ یہ جانتے ہوتے۔ کہ انسان ہی اشرف مخلوقات ہے۔ اور خلافتِ الٰہیّہ کا تاج آدم ہی کے سر پر رکھا گیا ہے۔ تو کبھی یہ اعتراض زبان پر نہ لاتے۔ لیکن شرک وہ بُری بلا ہے۔ جو انسان کو خود اُس کی نگاہوں میں ذلیل بنا دیتا ہے۔ جب کوئی مشرک کسی جانور۔ یا درخت یا استھان بانشان کی پوجا کرتا ہے۔ تو ظاہر ہے۔ کہ وہ ان اشیاء کو اپنے سے برتر و اعلیٰ قرار دیتا ہے حالانکہ رب العالمین نے تو انسان کو سب سے برتر بنایا ہے۔

اعتراض کرنا فضیلت انسانی سے لاعلمی پر مبنی ہے

نبی کے بشر ہونے میں حکمت و مصلحت

اب اصل وجہ بشر کو نوع بشر کی طرف رسول بنا کر بھیجنے کی یہ ہے۔ کہ نبی اپنے جملہ افعال و اعمال میں تمام دنیا کے لئے اُسوہ حسنہ اور کمالات انسانیہ کا صحیح نمونہ ہُوا کرتا ہے۔ اگر نبی کسی دوسری جنس یا نوع سے ہوتا۔ اگر وہ فرشتہ یا جن ہوتا۔ تو اُس کے اعمال و افعال نسل انسانی کے لئے نمونہ نہ بن سکتے۔

اُسوہ و نمونہ

جب کسی شخص سے کہا جاتا۔ کہ تم بھی نبی اللہ کی سُنت کے مطابق عمل کرو۔ تو وہ جواب دے سکتا تھا۔ کہ وہ تو فرشتہ تھے۔ ہم انسان ہیں۔ اس لئے ہم ویسے اعمال و افعال کیونکر بجا لا سکتے ہیں۔ قدرت الٰہیہ نے اب کسی شخص کے لئے یہ عذر قائم نہیں رہنے دیا۔

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ط	کیا یہ لوگ ملک میں چلتے پھرتے نہیں۔ کہ وہ دیکھیں۔ کہ ان سے پہلی قوموں کا انجام کیا ہُوا۔

اقوام ماضیہ کے انجام عبرت کے لئے عبرتناک

مکہ کا قافلہ جب مصر کو۔ یا شام کو جاتا۔ تو اُن کی راہ میں ثمود اور اصحاب ایکہ کے تباہ شدہ شہر اور قلعے آیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ اُن کو آگاہ کرتا ہے۔ کہ ان اقوام کے ایسے انجام اس لئے ہوئے کہ اُنہوں نے اپنے اپنے وقت کے نبی کو حقیر سمجھا۔ اور اطاعت نہ کی۔

اب اگر اہل مکہ بھی نبی آخر الزمان کی اطاعت نہ کریں گے۔ تو وہ بھی اُسی انجام کے مستوجب ٹھہریں گے۔

وَلَدَارُ الْاٰخِرَۃِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ط	اور آخرۃ کا گھر تو تقوے والوں کے لئے بہت بہتر ہے۔ کیا تم اس بات کو نہیں سمجھتے

پہلی آیت میں بتلایا تھا۔ کہ نبی اللہ کی نافرمانی موجب بربادی اور سبب تباہی ہوتی ہے۔ اُن پر دنیا میں بھی تباہی آیا کرتی ہے۔

اس آیت میں بتلایا۔ کہ اُن کی آخرت بھی تباہ ہوتی ہے۔ کیونکہ عالم آخرت تو اہل تقویٰ کے لئے ہے۔ اور اہل تقویٰ وہی ہوتے ہیں۔ جو نبی پر ایمان لانے والے ہوتے ہیں۔

عالم آخرت کیوں دنیا سے بہتر ہے

اب رہا عالم آخرت کا عالم دُنیا سے بہتر ہونا۔

(الف) وہ اس لئے بھی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اُس جگہ انسان کو خلود عطا فرمایا ہے۔ اور یہاں انسان ہر روز ہر ساعت۔ ہر لحظ فنا کی جانب جارہا ہے۔ اور اس لئے فنا کا روگ ہر وقت انسان کے جسم اور جان سے لگا ہُوا ہے

(ب) دنیا سے عالم آخرۃ اس لئے بھی بہتر ہے۔ کہ وہاں کی نعمت و اقبال کو نقص و زوال نہیں۔ حالانکہ دنیا میں ہر ایک شے انہی عوارض کی تحت میں پائی جاتی ہے

موازنہ کی مختصر تدبیر

مختصراً غور کرو۔ کہ ہر ایک نعمت و دولت سے محظوظ ہونے کا انحصار انسان کی اپنی صحت بدن پر ہے۔ مگر صحت انسانی سینکڑوں عوارض و امراض سے گھری ہوئی ہے صحت قوی اور اعتدال عناصر اوّل تو کسی شخص کو حقیقی معنی میں حاصل ہی نہیں ہوتے۔ اور اگر کسی کو تھوڑے دنوں کے لئے یہ بات کچھ مل بھی گئی۔ تب بھی جوانی کو بقا کہاں ؟

آخرت کی برتری کا تعلق عقل سے

الغرض عالم آخرۃ کی برتری کے بیسیوں دلائل ہیں لیکن اُن کا تعلق فہم و افہام و تفہیم عقل پر منحصر ہے۔ اسی لئے آیت کو اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ پر ختم فرمایا گیا ہے جو لوگ عقل نہیں رکھتے۔ وہ عواقب امور پر نہ بحث کر سکتے ہیں۔ نہ تدبر و غور سے کام لے سکتے ہیں۔ اور نہ کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔

✣

حَتّٰۤى اِذَا اسْتَايْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ

اور جب رسول (منکروں سے) مایوس ہو گئے اور سمجھنے لگے۔ کہ یہ لوگ ہم کو جھوٹا ہی سمجھے ہیں تب ہماری مدد رسولوں کے لئے آتی ہے۔ اُس وقت اُسی کو نجات ملتی ہے۔ جسے ہم چاہتے ہیں ۔

اِسْتَايْـَٔسَ ۔ یئس ۔ یئاس ۔ یاسًا و یاسۃً سے ہے۔ اس کے معنی قطع امل ہیں۔ آیت کا جو ترجمہ کیا گیا ہے۔ وہ صحیح بخاری کی روایت عروہ عن ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضہ کی تفسیر کے مطابق ہے ۔

تفسیر آیت ۔ از ام المؤمنین رضی اللہ عنہا

معاذ اللہ۔ آیت کے یہ معنی ہرگز نہیں۔ کہ رسولوں کو رحمتِ الٰہی سے کبھی مایوسی ہو جایا کرتی ہے۔ یا اُن کو وعدۂ ربّانی میں تخلّف کا وہم بھی کبھی ہو جایا کرتا ہے۔

اس معنی کی صحت خود اس سورۂ مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔ ذرا غور کرو۔ یعقوب علیہ السلام پر کبھی یاس چھائی۔ کبھی اُن کے کلام سے نااُمیدی کی بُو بھی آئی ؟

الف۔ جب پہلی دفعہ اُن کے لڑکوں نے خبر دی۔ کہ یوسف کو بھیڑیے نے کھا لیا تب بھی اُنہوں نے یہی فرمایا۔ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا (نہیں۔ تم نے خود ایک بات بنالی ہے) ۔

(ب) جب دوسری بار اُنہوں نے بن یامین کے قید اور روبن کے ترکِ وطن کی اطلاع دی۔ تب بھی یعقوب علیہ السلام نے عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا فرمایا تھا۔

(ج) جب بیٹوں نے اُن کی یادِ یوسفؑ کو ضلالت قدیم بتلایا۔ تب بھی اُنہوں نے

صفی کی صحت اسی سورہ مبارکہ سے

اِنِّیْ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَالَا تَعْلَمُوْن بتلایا تھا۔ (مجھے اللہ کی ذات کا وہ علم ہے جو تم کو نہیں)۔

(د) جب یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو بار سوم مصر روانہ کیا۔ اور تلاش یوسفؑ کا حکم دیا تھا۔ تب فرمایا تھا۔ فَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ (یعنی رحمت الٰہی سے ناامید نہ ہونا۔ نیز فرمایا تھا اِنَّہٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ (یعنی رحمت الٰہی سے تو کافر لوگ ناامید ہوا کرتے ہیں)۔

(ہ) جب اُن کو حیات یوسف کی بشارت اور اپنی گئی ہوئی بصارت ملی۔ تب بھی اُنہوں نے اپنے اسی اعتقاد محکم کی یاد اپنی اولاد کو تازہ کرائی تھی۔ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ اِنِّیْ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَالَا تَعْلَمُوْن۔ (کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا۔ کہ میں اللہ کی بابت جانتا ہوں۔ جو تم نہیں جانتے)۔

ان واقعات سے ثابت ہو گیا۔ کہ سخت سے سخت مصیبت میں بھی نبی اللہ کے اعتماد و توکل اور اُمید فضل الٰہی میں ذرا بھی فرق نہیں آیا تھا۔ یہی وہ تعلیم ہے۔ جو اس سورۃ مبارکہ میں دی گئی ہے۔

ہاں اسی سورۂ مبارکہ میں ظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا کا نمونہ بھی دیکھ لو۔ یعقوب علیہ السلام کو یہ گمان ضرور ہو گیا تھا۔ کہ اب اُن کی اولاد اُن کی بات پر اعتماد نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جب اُنہوں نے نکہت یوسفی کو سونگھا۔ اور اُس کی اطلاع اپنی اولاد کو دینے لگے۔ تو اُنہوں نے ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا تھا۔ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْن۔ (یہ نہ سمجھنا کہ بڈھا سٹھیا گیا)۔

الغرض یعقوب علیہ السلام اور فرزندان یعقوبؑ کے حالات پر تدبر کرنے سے اس معنی کی جو بحوالہ حدیث بخاری کئے گئے ہیں۔ بخوبی توثیق و تخصیص ہو جاتی ہے۔

وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ اور ہمارا عذاب تو مجرم قوم سے لوٹایا نہیں جاتا

آیت میں دو اصول بتلائے گئے ہیں

اس آیت میں دو اصول بتلائے گئے ہیں۔

اوّل عذاب الٰہی صرف مجرمین پر نازل ہوتا ہے۔

دوم۔ نزول عذاب کے بعد پھر اُسے کوئی روک نہیں سکتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ — ان کے حالات میں دانش مندوں کے لئے بڑی نصیحت ہے۔

مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ — یہ بنائی ہوئی بات نہیں ہے۔ یہ تو اپنے سے پہلی کی تصدیق کرتی ہے۔ اور ہر شے کی تفصیل ہے — اور ہدایت ہے۔ اور رحمت ہے۔ ایمان والی قوم کے لئے۔

عِبْرَةٌ ۔ معاملات پر غور کرنا۔ دوسرے کے حالات سے نصیحت حاصل کرنا۔

اَلْبَاب ۔ لُب کی جمع ہے۔ لُب بمعنی عقل۔ ہر ایک وہ شے جو خالص عن الشوائب ہو میوہ جات کا وہ اندرونی حصّہ جو کھایا جاتا ہے۔ ہر شے کا مغز۔

يُفْتَرَىٰ ۔ فری فریا سے ہے۔ جس کے معنی خراب کرنا۔ چمڑے کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا ہے۔

افتراء جھوٹ بنانا۔ جھوٹ سے کسی کو تباہ کرنا۔

تَصْدِيقَ ۔ قائل کی نسبت دل و زبان سے صدق کا استعمال۔

قَصَصِهِمْ ۔ کی ضمیر میں انبیاء اور نجات یافتہ قومیں اور جرائم پیشہ لوگ شامل ہیں جن کا ذکر آیت إِذَا اسْتَأْيَسَ الرُّسُلُ میں آیا ہے۔ بعض نے اسے

خاندان اسرائیل کی طرف بتایا ہے۔

حَدِیثًا یُّفْتَرٰی ۔ بنائی ہوئی بات۔

کفّار مکّہ جو قرآن مجید کو کلام الٰہی نہ مانتے تھے۔ وہ یہ کہہ دیا کرتے تھے۔ کہ یہ کلام تو محمدؐ کا خود ساختہ ہے۔ سورۂ سبا میں ہے۔ کہ کفار نے قرآن مجید کو اِفْکٌ مُّفْتَرٰی (ساختہ پرداختہ) بھی کہا تھا۔

قرآن مجید نے اس الزام کا جواب ایک جگہ یہ دیا ہے۔

بناوٹ یا افتراء

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ	کیا یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ قرآن محمدؐ نے بنالیا ہے
فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ	ان سے کہہ دو۔ کہ تم بھی ایسی ہی دس سُورتیں
وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ	بنالو۔ اور خدا کے سوا جس سے مدد لے سکتے
دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ	ہو۔ اُسے بُلالو۔ اگر تم یہ بات کہنے میں سچّے ہو۔
فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ	اگر یہ لوگ اس بات کو قبول نہ کریں تب
فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ	سب کو جان لینا چاہئے۔ کہ اس قرآن
وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ	کو تو اللہ ہی نے اپنے علم سے اُتارا ہے۔
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔	اور اُس کے سوا تو اور کوئی بھی معبود نہیں ہے۔
(ہود ع ۲)	کیا تم اُس کی فرمانبرداری کروگے۔

دوسرا جواب یہ ہے۔ جو آیت زیر تفسیر میں دیا گیا ہے۔

یعنی کلام اللہ کی مندرجہ ذیل صفات پر غور کرو۔

کلام اللہ کے اوصاف عبرت آئندگان

(۱) یہ اُولوا الالباب کے لئے عبرۃ ہے۔ اور اہل دانش کے سامنے زمان ماضی کو ایسی صورت میں پیش کرتا ہے۔ جس سے زمان مستقبل میں فائدہ اور نفع اور نصیحت حاصل کی جاسکے۔

(۲) یہ تَصْدِیْقٌ لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ ہے۔ یہ صفت قرآن مجید کی ایسی خاص و اعلیٰ

ہے۔ جو اُسے دیگر کتب سماویہ سے ممتاز و برتر ثابت کرتی ہے۔

الف۔ اہل ہند کا دعویٰ ہے۔ کہ ہندوستان کے سوا اور کسی قوم پر اکاش بانی نہیں اُتری

ب۔ بنی اسرائیل نے کہا۔ کہ اسرائیلیوں کے سوا اور کسی کو نبوت نہیں ملی۔

ج۔ ایرانیوں کا پندار ہے۔ کہ پارسیوں کے سوا سروش یزدانی سے کوئی آشنا نہیں ہُوا۔

د۔ مصریوں کو اصرار ہے۔ کہ جملہ علوم روحانی و مادی اُنہی نے نکالے۔ اور اہرام پر لکھے۔

ہ۔ چینیوں نے بتلایا۔ کہ آسمانی خدا کے فرزند وہی ہیں۔ اب ہر ایک کے دعویٰ پر غور کرو۔ ہر ایک قوم اپنے دعوی کے ساتھ ساتھ کل اقوام عالم کی تکذیب بھی کر رہی ہے۔

ہندو اسرائیلیوں کو جھوٹا بتاتے ہیں۔

اور اسرائیلی ہندوؤں کو۔

ایرانی ان دونوں کو کاذب کہتے ہیں۔

اور یہ دونوں ایرانیوں کو لاف باف بتلاتے ہیں۔

علیٰ ہذا مصری ان تینوں کو دروغ گو کہہ رہے ہیں۔

اور چینی ان چاروں کی بطلان پر اصرار رکھتے ہیں۔

تکذیب و ابطال کی رَو میں ہر ایک قوم کا دوسری قوم کے مقابلہ میں حصہ

الغرض یہ تکذیب و ابطال کا سلسلہ اتنا وسیع ہو جاتا ہے۔ کہ کوئی قوم بھی اُس کے اثر سے باہر نہیں رہتی۔

قرآن مجید ہی وہ پاک کتاب ہے جس نے کل دنیا کو یہ بتلایا ہے۔ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا قَدْ خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ۔ یعنی دنیا کی ہر ایک قوم میں ایک نذیر آیا ہے۔

یہ اصول دنیا کو محبت و اتفاق۔ یک جہتی و اتحاد کی تعلیم دینے والا ہے۔ اور

یہی اصول واضح کر دیتا ہے۔ کہ ایسی پاکیزہ تعلیم کا پیش کرنے والا ہرگز ہرگز مفتری نہیں ہو سکتا۔

(۳) - یہ کتاب تَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ ہے۔ یعنی ہر ایک وہ شے جس کا تعلق تزکیۂ قلب اور تنویرِ روح - اور نجاتِ اُخروی - اور تمدّنِ انسانی - اور حیاتِ بشری — حقوق العباد - اور فرائض الٰہی سے ہے۔ اُسے نہایت جامعیّت اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ "یہی وجہ ہے کہ"

تفصیل کل شئ

الف - قرآن مجید عدالت ہائے فوجداری - و دیوانی و مال کے لئے ایک بہترین قانون بھی ہے۔

ب - اور ایامُ اللہ کے بیان میں ایک صحیح ترین تاریخ بھی۔

ج - وہ ہدایت نامہ ہے - اور کتابِ اخلاق بھی۔

د - وہ مواعظ و امثال بھی بیان کرتا ہے - اور انداز و بشارت بھی۔

قرآن مجید کی چند خصوصیات

ہ — اس میں علوم اُخروی و دنیوی کے دو دریائے ذخّار پہلو بہ پہلو جوش زن نظر آتے ہیں۔

و - وہ بُرہان کو پیش کرتا ہے - اور فطرتِ سلیمہ کو بیدار بناتا ہے۔

ز - وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے - اور صحیح صحیح طریق پر اللہ کے کام بتاتا ہے۔

ح - وہ کُتبِ سماویہ کا مہیمن ہے۔ اور اُن کے مطالب کا جامع ہے۔

توراۃ میں صرف حلال و حرام کے احکام تھے۔

زبور مجموعہ مناجات ہے۔

انجیل میں صرف اخلاقی سبق ہیں - اور اُس کی تعلیم ایسی مثالوں میں دی گئی ہے جسے اکثر اوقات مسیح کے خاص شاگرد بھی نہ سمجھا کرتے تھے لیکن اقسامِ ہدایت کی ہر ایک قسم کو اپنی ذات میں جمع کر لینا صرف قرآن پاک ہی کا خاصہ ہے۔

(۴) - قرآن مجید سراپا ہدایت اور کامل رہنما ہے۔

قرآن ہدایت ہے

ہر ایک کتاب پر غور کرو۔ کہ اُس کی تعلیم نے کیا کیا اثر پیدا کئے۔

الف۔ کیا وید کی تعلیم نے ہندوستان سے باہر کسی قوم میں کوئی وقعت پائی؟

ب۔ کیا ژندو اُستا نے اولاد ایرج کی حدود سے باہر کبھی قدم نکالا؟۔

ج۔ کیا توراۃ کی تعلیم سے اسباط کے سوا اور کسی نے کچھ استفادہ کیا؟

د۔ کیا انجیل نے توراۃ سے علیحدہ ہوکر اپنے آپ کو کبھی مستقل کتاب کہلانے کا دعویٰ کیا۔

صحف اولین کی تعلیم اور اخلاق پر اثر

ہ۔ کیا مسیح کے بارہ منتخب کردہ اور تیار کردہ شاگردوں نے انجیل کو کبھی اقوام غیر کے سامنے پیش کرنے کی سبقت کی؟

و۔ ہاں یہ قرآن مجید ہی ہے جس نے شروع ہی سے اپنے آپ کو کل مخلوق کا رہنما بتلایا ہے۔

قرآن مجید کا فیض عام

ز۔ یہ قرآن حکیم ہی ہے جس نے دنیا کے تمام ملکوں اور قوموں کو اپنا فیض پہنچایا ہے۔

ح۔ یہ قرآن مبین ہی ہے جس نے زبانوں کے اختلاف، رنگتوں کے بنائن، اور نسل و نسب کے امتیازات کو الگ کرکے سب کے دلوں میں ایک ہی عقیدہ اور سب کے دماغوں میں ایک ہی ولولہ اور سب کی زبانوں پر ایک ہی کلمہ جاری کر دیا ہے۔

فیض عام قرآن از ابتدائے نزول

ط۔ قرآن پاک کا یہ فیض عام اُسی ابتدائی زمانہ سے جاری ہے جب کہ نزول قرآن کی ابتداء ہوئی۔ یہودی۔ عیسائی۔ صابی۔ بُت پرست۔ دہریہ سب ہی اقسام کے لوگ اس آب حیات سے سیراب ہوئے۔ شاہ و گدا کو برابر اس کا فیضان ہُوا۔

بلال و صہیب کے ساتھ اکیدر و جیفر ایک صف میں بیٹھے۔ سلمان و ابوذر

جیسے بے سروسامانوں کو عمرو خزاعی اور عبد یالیل ثقفی جیسے حکمرانوں نے اپنا مقتدا تسلیم کیا۔

ی۔ الغرض قرآن مجید کا رہ نمائے کامل ہونا ایشیاء و افریقہ و یورپ میں اسی ابتدائی عہد میں مسلم ہو گیا تھا۔ جب کہ قرآن پاک کا نزول ہو رہا تھا۔

(۵) قرآن مجید رحمت ہے۔

قرآن مجید رحمت ہے

بنی اسرائیل نے نجات کے دروازے صرف اسرائیلیوں ہی کے لئے کھولے۔ ہندؤں نے صرف برہمنوں کو مکتی پانے والا قرار دیا۔

اسرائیلیوں اور ہندوؤں کی قید ہٹی

اسی طرح ہر ایک مذہب نے نجات کے لئے ایسی ایسی قومی۔ اور ملکی اور نسلی۔ خصوصیات کی قیود کا اضافہ کیا جس سے اس مذہب کا فیض بالکل محدود ہو گیا قرآن مجید نے ان قیود کو توڑا۔ اور اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کا فرمان جاری کیا۔ (یعنی تم میں زیادہ عزت والا وہی جو تقویٰ میں زیادہ ہے۔)

حقوق نسواں حقوق نسواں کے حامی آنکھیں کھول کر دیکھیں۔ کہ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ کا حکم قرآن پاک کے سوا اور کونسی کتاب نے دیا ہے۔ ترجمہ آیت یہ ہے۔ "عورتوں کے حقوق مردوں پر ویسے ہی ہیں۔ جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں"۔ ایمان سے کہو۔ کہ قرآن پاک تمام جنس اناث کے لئے کس قدر رحمت ہے۔ بلکہ زوجین کے حقوق معین کرنے کی وجہ سے اناث و رجال دونوں کے لئے کس قدر رحمت ہے۔

حقوق انسانیت حقوق انسانیت کی حمایت کرنے والے غور کریں۔ کہ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً کا حکم قرآن پاک کے سوا کسی نے اسیران جنگ کے حق میں دیا ہے۔ ترجمہ آیت یہ ہے۔ "جب لڑنے والوں کو پکڑ لو۔ تب یا تو بطور احسان چھوڑ دو۔ یا فدیہ لیکر چھوڑ دو۔

حالانکہ توراۃ میں اور وید میں جو سخت ترین احکام اسیرانِ جنگ کے لئے ہیں۔ اُنہیں کل دنیا خود جانتی ہے۔

(۳)۔ اخلاق حسنہ کے شیدائی بتلائیں۔ کہ شراب کو رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ[1] کس کتاب نے قرآن پاک کے سوا فرمایا ہے۔ اور مَا اَسْكَرَ كَثِيْرُهُ فَقَلِيْلُهُ حَرَامٌ کا حکم سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ کے سوا اور کس نبی نے دیا۔ اور آج جنگِ عظیم کے تجربہ کے بعد امریکہ و فرانس وغیرہ ممالک شراب چھوڑنے میں کس ہادی برحق کی ہدایت پر عمل کر رہے ہیں؟

اخلاق حسنہ و حرمت شراب

(۴)۔ حامیان عدل و انصاف ذیل کی آیات پر تدبر کریں۔ اور انصاف سے کہیں۔ کہ عدل کی حمائت اور انصاف کے استحکام میں قرآن پاک سے بڑھ کر کس کتاب میں تاکید موجود ہے۔

حمائت عدل و انصاف

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى	کسی قوم سے نفرت کا ہونا تم کو ناانصافی کی جانب نہ لیجائے۔ عدل ہی کرو۔ اِسی میں تقویٰ و خداترسی ہے۔
(ب) وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى	قوم سے یہ نفرت کہ اُنہوں نے تم کو خانہ کعبہ سے روک دیا تھا۔ تم کو اُن پر زیادتی کرنے کی طرف نہ لے جائے۔ تم کو نیکی اور تقویٰ میں اُن کی بھی مدد کیا کرو۔
ج۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاۗءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ	اے ایمان والو۔ حقوق کی حفاظت کرو۔ خدا لگتی گواہی دیا کرو۔ خواہ تمہاری گواہی خود تمہارے خلاف یا تمہارے والدین اور اقربا کے بھی خلاف ہو۔

شہادت کی حفاظت اور عظمت

[1] پلید۔ شیطان کا کام ۱۲ منہ جس شے کا بڑا حصہ نشہ آور ہو اُس کا قلیل حصہ بھی حرام ہے ۱۲

(۵) - عفو و درگذر کی تعلیم دینے والے اِن آیات پر غور کریں - ایک گال پر تھپڑ کھا کر دوسری گال پر تھپڑ کھانا اعلیٰ تعلیم ہے ؟ یا بدی کرنے والے کے ساتھ نیک سلوک کرتے رہنا اعلیٰ تعلیم ہے ؟

عفو و درگذر کی اعلیٰ تعلیم

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا	بدی کے بدلہ میں نیکی کرو - جس سے تمہاری
الَّذِیْ بَیْنَکَ وَ بَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ	عداوت ہو گی - وہ بھی اس طریق سے
کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ	تمہارا گرم جوش حامی بن جائے گا -
(ب) وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ	تم کو لازم ہے کہ معافی دیا کرو - تم کو لازم ہے
اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ	کہ درگذر کیا کرو - کیا تم خود یہ پسند نہیں کرتے

ہو - کہ اللہ تعالےٰ تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا کرے -

(۶) - پاکیزہ عادات اور بہترین صفات کے شیدائی اس تعلیم کی قدر و قیمت اور وسعت کا اندازہ کریں -

تعلیم پاکیزہ اخلاق

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا	اللہ نے فحش کی تمام اقسام کو حرام کر دیا ہے -
ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ	خواہ وہ فحش کھلا ہو - یا چھپا ہو -
(ب) اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ	اللہ نے اپنے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا
وَالْاِحْسَانِ - وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی	ہے - وہ یہ ہیں (۱) عدل (۲) احسان

(۳) اور اہل قرابت کے ساتھ داد و دہش -

(ج) وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ	اللہ جن کاموں سے روکتا ہے - وہ یہ
وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ	ہیں - (۱) بدکاریاں - (۲) ایسے کام

جن کا انکار کیا جاتا ہے - (۳) بغاوت - یہ خدا کی نصیحت ہے - تاکہ یاد رکھو -

(۷) - حکومت جمہوریہ کے فدائی اور آمارت شخصیہ کے منکر غور کریں - کہ اِنَّمَا

حکومت جمہوری

اَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ کا زبردست حکم اور کس کتاب نے دیا ہے"

حکومت کی بابت صرف یہی ایک صورت ہے۔ کہ وہ باہمی شوریٰ پر ہوگی"

(۸) - تمدّن و آزادی و انسانیت کے ثناخوان غور کریں - کہ

تمدن و حریت

رَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا کا حکم کس طرح دنیا کو ان لوگوں کے وجود سے پاک کرتا ہے۔ جون - منک - اور جوگی و تیاگی کے بھیس میں ہو کر انسانیت کے لئے باعث ننگ و عار - اور تمدّن کے لئے دشمن صریح بن رہے ہیں -

یہ جملہ احکام - اور ان کے اشباہ و نظائر دیگر احکام صاف طور پر واضح کرتے ہیں - کہ قرآن مجید جملہ نسل انسانی کے لئے رحمت ہے -

قرآن پاک کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کے لئے رحمت ہونے کا ثبوت

قرآن پاک اپنے نہ ماننے والوں کے لئے بھی فیض بخش و فیض رساں ہے - اور ماننے والوں کے حق میں تو وہ سراسر ہدایت - اور سراپا رحمت ہے -

مبارک ہیں وہ انسان - جنہوں نے قرآن کو اپنے لئے ہدایت بنایا - اور

وہ انسان مبارک ہے - جو قرآن سے ہدایت لیتا ہے

اس کی رحمت سے فائدہ اٹھایا ہے -

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَاصِيَتِیْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَاءُكَ اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ رَبِيْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ بَصَرِیْ وَذَهَابَ هَمِّیْ وَغَمِّیْ - وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

احقر محمد سلیمان کان اللہ لہ -

خاتمہ

سورہ یوسفؑ میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

ذَالِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ ۔ یہ غیب کی خبروں میں سے ہے۔

یہ بھی فرمایا ہے۔

اِنَّ فِيْ ذَالِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَلْبَاب ۔ اہل دانش کے لئے اس میں عبرت ہے۔

ہر دو آیات سے یہ مستنبط ہوتا ہے۔ کہ احوال یوسف صدیق کو احوال محمدی سے گونہ مماثلت ہے۔

یوسف صدیق علیہ السلام کے حالات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں مماثلت

یعنی جو معاملات یوسفؑ و برادران یوسفؑ کے درمیان ہوئے۔ وہی معاملات قریش اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہونے والے ہیں۔

سورۂ یوسفؑ کا نزول مکہ معظمہ میں ہوا تھا۔ اس لئے یہ سورہ مبارکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کے لئے فی الواقع اِخْبَارٌ عَنِ الْغَيْب ہے۔ اور واضح پیشگوئی ہے۔ ہم اختصار کے ساتھ چند واقعاتِ مماثلت کو ذیل میں قلم بند کرینگے۔

اَوّل

اوّل

یوسف علیہ السلام کی روحانی زندگی کا آغاز خواب سے ہوا تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا آغاز بھی رویائے صادقہ سے ہوا تھا۔

خواب صادق

صحیح بخاری باب کیف بدء الوحی میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے ہے۔

اَوَّلَ مَا بُدِیَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ابتداء شروع شروع میں سچے خوابوں سے ہوئی تھی۔ جو کچھ حضور خواب میں دیکھ لیتے۔

اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ - وہی نور سحر کی طرح صبح کو آشکار ہو جاتا۔

دوم

یوسف علیہ السلام کے خواب کو سُن کر یعقوب علیہ السلام سمجھ گئے تھے کہ اخوان یوسف اُن سے کید و مکر کرینگے۔

یعقوب علیہ السلام و ورقہ بن نوفل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نزول وحی کی کیفیت سُن کر پیر فرزانہ ورقہ بن نوفل نے کہا تھا۔

لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُوْدِيَ — کوئی شخص بھی وہ شے قوم کے پاس لیکر نہیں آیا جو تو لایا ہے۔ مگر یہ کہ اُس سے عداوت کی جاتی ہے

اسی بزرگوار کا ایک فقرہ یہ ہے۔

يَا لَيْتَنِي أَكُوْنُ حَيًّا إِذْ — کاش وہ اُس وقت تک زندہ رہے۔ جب تیری

يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ — قوم تجھے نکالدیگی (بخاری باب بدء الوحی)۔

سوم

ابتہاء

یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو بتلایا تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ ان کو درجہ اجتباء عطا فرمائیگا۔ اُمّت محمدیہ کے لئے بھی اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ اُسی نے تم کو اجتبا بخشا ہے۔

یہ ظاہر ہے۔ کہ یہ درجہ اُمّت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طفیل ملا ہے۔

چہارم

علم و تعلیم

یوسف علیہ السلام کو بتایا گیا تھا۔ کہ اُن کو علم تاویل الاحادیث دیا جائیگا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اللہ تعالےٰ نے اِس طرح ظاہر کی ہے۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ نبی سب کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

پنجم

اتمام نعمت

یوسف علیہ السلام کو بتایا گیا تھا۔ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ اس سے مُراد عطاءِ نبوّت تھی۔ اور اس کے تحت میں یہ بھی اشارہ تھا۔ کہ نبوّت کا جو تسلسل سیّدنا ابراہیم و اسماعیل و اسحٰق و یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہوکر ذات گرامی یوسف علیہ السلام تک پہنچا ہے۔ وہ اُنہی کی ذات پر ختم ہو جاویگا۔ چنانچہ اُن کے بعد اُن کی نسل میں پھر کسی کو نبوّت نہیں ملی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں یہ اتمام نعمت بدرجہ اتم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ

محمدؐ تم مردوں میں کسی کا باپ نہیں ہے وہ تو اللہ کا رسولؐ ہے۔ اور سب انبیاء کا خاتم ہے۔

صحیحین کی حدیث اور ختم نبوت

صحیح بُخاری و صحیح مسلم کی متّفقہ حدیث ہے۔

اِنَّ لِیْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ اَنَا اَحْمَدُ اَنَا الْمَاحِیْ الَّذِیْ مَحٰی بِهِ الْكُفْرَ

میرے کئی نام ہیں۔ (۱) میں محمدؐ ہوں (۲) میں احمدؐ ہوں۔ (۳) میں ماحی ہوں جس کے ذریعہ کفر محو کیا گیا۔

وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ (۴) میں حاشر ہوں قیامت کو سب لوگ مجھ سے پیچھے اُٹھیں گے۔

وَاَنَا الْعَاقِبُ الَّذِیْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ (۵) میں عاقب ہوں۔ عاقب وہ ہے جس کے بعد اور کوئی نبی نہ ہو۔

اتمام نعمت کی ایک قسم یہ بھی تھی۔ کہ دین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے کمال حاصل ہُوا۔

شریعت کا آغاز آدم علیہ السلام سے ہوا

یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جس طرح نسل انسان کی ابتداء ابوالبشر آدم علیہ السلام سے ہوئی ہے۔ اسی طرح شریعت کا آغاز بھی اُنہی کی ذات سے ہوتا ہے۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ فطرتِ انسان ہی بالطبع متقاضی شریعت ہے۔ شریعت مجموعہ امر و نہی کا نام ہے۔ مختصر یا مفصل ہونا اس کلیہ میں کچھ تفاوت نہیں پیدا کرتا۔

امر و نہی نوح علیہ السلام

غور کرو۔ کہ آدم علیہ السلام کے لئے جنت میں بھی اَمر و نہی موجود تھے۔ یعنی جنت کے سب میوجات کو کھا سکنا۔ اور ایک درخت خاص سے دور رہنا۔ نوح علیہ السلام پر دمِ مسفوح حرام ہُوا۔ اسی طرح ترقی ہوتے ہوتے ایک دن

موسیٰ علیہ السلام اور احکام عشرہ

وہ ہُوا۔ کہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو احکام عشرہ ملے۔ اور اُن کے بعد شریعت کے دیگر احکام بھی وقتاً فوقتاً ملتے رہے۔

داؤد علیہ السلام اور ابواب مناجات

اُن کے بعد داؤد علیہ السلام پر ابواب مناجات و دعا کھولے گئے۔ اور اُن کے بعد مسیح عیسیٰ علیہ السلام کو محاسن اخلاق کی تعلیم کے لئے مثال اور نظائر کے طریقہ کا استعمال سکھایا گیا۔ اور بالآخر نزول قرآن مجید کا آغاز ہُوا ۲۳ سال تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ اور آخر میں یہ فرمان واجب الاذعان شایع کر دیا گیا

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اتمام نعمت و کمل دین" آج تم پر میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ آج میں نے اپنی نعمت بھرپور تم کو دیدی۔ میری خوشنودی یہی ہے۔ کہ یہی اسلام تمہارا دین ہو۔

خلاصہ یہ ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام پر بھی نعمت کا اتمام ہوا۔ وہ ان کی اپنی نسل میں تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اتمام نعمت ہوا۔ اور یہ کل دنیا کے لئے تھا۔

ششم

قتل۔ وقید۔ اور طرح ارض حضرت یوسف کے قتل اور طرح ارض کے مشورے ہوئے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھی ایسا ہی مشورہ ہوا۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ (انفال ۳۰)

"جب کافر تیرے خلاف چھپ چھپ کر تدبیریں کرتے تھے۔ کہ تجھے قید کریں۔ یا قتل کریں۔ یا ملک بدر کریں"۔

یوسف علیہ السلام کے خلاف ۱۰ بھائی شامل مشورہ تھے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشورہ کرنے میں قریش کے ۱۴ سردار شامل تھے۔ ان میں سے گیارہ تو جنگ بدر میں باحال تباہ ہلاک ہوئے۔ اور تین کو امن ملا۔ سب وہ اسلام کی پناہ میں داخل ہو گئے۔

دار الندوہ کا انجام وہ دار الندوہ جہاں یہ ناپاک مشورت کی گئی تھی۔ آج صحن کعبہ میں حنفی مصلّی کے نام سے موسوم ہے۔ جہاں شب و روز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا۔ اور حضور کے دین کی اشاعت کی جاتی ہے۔

ہفتم

غیب اور غار

یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے ظلم سے غیابت الجب (کوئیں کی تہ میں) ٹھہرنا پڑا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی قریش کے ظلم سے غار ثور کی تہ میں پناہ گیر ہوئے تھے۔

ہشتم

قافلہ سیارہ کو جب یوسف علیہ السلام یکایک مل گئے تھے۔ تو انہوں نے اس پر بہت بہت اظہارِ مسرت کیا تھا۔

قافلہ مدنیاں وقافلہ انصاریاں

اوس وخزرج کا قافلہ بھی جب بمقام عقبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پُر انوار سے مشرف ہوا تھا۔ تو انہوں نے بھی اس شرفِ خداداد کے ملنے پر نہایت شکر و امتنان کا اظہار کیا تھا۔

نہم

حسن یوسفی۔ وجمال محمدی

یوسف علیہ السلام کے حسن کا اندازہ کرنے کے لئے یہ واقعہ موجود ہے کہ ایک باجمال و ذومال عورت نے اُن سے خود درخواست کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے براعتِ جمال کا اندازہ اس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ جیسی خاتون نے جو صاحب مال بھی تھی۔ اور صاحب جمال بھی۔ جو بہت سے سرداروں کی درخواست ازدواج کو رد کر چکی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی خود التجا کی تھی۔

دہم

تہمت

یوسف علیہ السلام پر امراۃ العزیز نے ارادہ بد کی تہمت لگائی۔ اور دشمنان دین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کو جو زید رضؓ کی زن مطلقہ سے تھا مطعون ٹھرایا۔

یازدہم

یوسف علیہ السلام کے خواب کا مذکور قرآن پاک میں ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی دو خوابوں کا ذکر اس پاک کتاب میں فرمایا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب

الف۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔

ب۔ لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِن شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ۔

دوازدہم

وعظ یوسف

یوسف علیہ السلام کے وعظ زندانی کو دیکھو۔ کہ اثبات توحید اور رد شرک کے متعلق کیسے زبردست دلائل کا استعمال کیا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مواعظ پاک بھی ایسے ہی واضح۔ دل نشین اور کامل ہوا کرتے تھے۔ سورہ جن کا رکوع ۲ ملاحظہ ہو۔

قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا کہدے۔ میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں۔ اور

الف۔ جو خواب ہم نے تجھے دکھایا تھا۔ وہ لوگوں کے لئے ایک آزمائش تھا۔

ب۔ خدا نے اپنے رسول کا خواب راستی کے ساتھ سچا کر دکھایا۔ جو یہ تھا۔ کہ تم انشاء اللہ ضرور مسجد الحرام میں امن وامان کے داخل ہوگے۔ تم کو کسی کا خوف نہ ہوگا۔ تمہارے سر منڈے ہونگے۔ یا بال کٹے ہوئے۔

وتعلیم محمد مصطفیٰ | اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا - کہدے۔ میں تمہارے نقصان اور نفع کا مالک نہیں ہوں

قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ کہدے۔ مجھے اللہ کے سوا اور کوئی بھی پناہ نہیں

وَلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ دے سکتا۔ اور مجھے اُس کے سوا اور کوئی بھی پناہ کی جگہ نہیں ملتی۔

سیزدہم

مصر پر حکومت یوسف ؑ مصر پر حکومت غلام نبوی

اللہ تعالےٰ نے یوسف علیہ السلام کو ملک مصر کی حکمرانی عطا فرمائی تھی۔

وہی ملک مصر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ راشد عمر فاروق کے تحت فرمان آیا تھا۔ جن کے حسن انتظام سے تمام ملک میں اسلام پھیل گیا تھا۔

خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں حجاز۔ نجد۔ یمن۔ حضرموت۔ تحت حکومت اسلام تھے۔ بحرین خراج گذار تھا۔ شام و حبش میں حضور کا کلمہ پڑھا جاتا تھا۔ اور اسم ستودہ کا اعلان ہر تکبیر و اذان میں کیا جاتا تھا۔

قصور قیصر و کنوز کسریٰ کی مفاتیح

حضور نے اپنے خلفائے کو مغانم کثیرہ کی بشارت عطا فرمائی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے کنوز کسریٰ۔ اور قصور قیصر کی کنجیاں ان کے ہاتھوں میں سپرد کر دی تھیں۔ دین کو مکنت اور امن عامہ کو استحکام۔ اور توحید خالص کو نفاذ تام حاصل ہو گیا تھا دین مبین اپنے جمال دلفریب کے ساتھ جلوہ افروز عالم تھا۔

چاردہم

حضرت یوسف کے بعد برادران یوسف قحط شدید میں مبتلا ہوئے تھے۔

قحط مکہ و قحط مصر | نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت از مکہ معظمہ کے بعد بھی قریش ایسے قحط سخت

میں گرفتار ہوئے تھے۔ کہ انہوں نے ایسا قحط شدید کبھی سُنا بھی نہ تھا۔ اللہ تعالےٰ نے پہلے سے بطور پیشگوئی فرما دیا تھا۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ — اللہ ان کو عذاب نہ دیگا۔ جب تک کہ خدا کا رسول ان میں ہے۔

پانزدہم

درخواست ترحم از برادران

برادران یوسفؑ کو یوسف صدیقؑ کے سامنے ذلیل ہوکر درخواست ترحم کرنی پڑی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور میں بھی ابوسفیان اُموی نے منجانب قوم غرض حاضر ہوکر زاری وخواری کے ساتھ رحم کی التجا کی تھی۔ اور حضور کی دعا سے قحط رفع ہوا تھا۔

شانزدہم

قوم کے لیے غلّہ کی بہم رسانی

یوسف علیہ السلام نے پیداوار مصر کا غلّہ بھائیوں کو دلایا تھا۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادم ثمامہ بن اثال حاکم نجد کو حکم بھیج کر مکہ میں غلّہ بھجوایا تھا۔

ہفدہم

الزامات بنی اسرائیل۔ اور الزامات قریش کا خاتمہ

یوسف علیہ السلام پر جو الزامات خاندان عزیز مصر نے لگائے تھے۔ یا بھائیوں نے جن مصائب کا آماج صدیق علیہ السلام کو بنایا تھا۔ اُن سب کا خاتمہ اُس وقت ہوا۔ جب حضور مصر کی وزارت عظمےٰ کے تخت پر شاہانہ اقتدار سے رونق افروز ہوئے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر بھی جو الزامات قریش نے قبل از ہجرت اور بعد از ہجرت چسپاں کئے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے اُن سب کو بھی فتح مکہ کے بعد معدوم فرما دیا تھا۔

ہژدہم

یوسف صدیق کے سامنے اُن کے دس بھائیوں نے مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ کہا تھا۔ اور تَصَدَّقْ عَلَيْنَا کے الفاظ میں درخواست کی تھی۔ اور نبی صلعم کی خدمت میں جنگ حنین کے بعد جب قبیلہ بنو سعد بن بکر نے اسیران جنگ کے لئے رحم کی درخواست کی تھی۔ (اسی قبیلہ میں حضور نے ایام رضاع پورے کئے تھے) تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ ہزار زن و مرد کو آزاد فرما دیا۔ اور اُن کو زادِ راہ بھی مرحمت فرمایا تھا۔

اسیران جنگ حنین اور قبیلہ بنو سعد بن بکر

نوزدہم

یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کے مژدہ سے خورسند فرمایا تھا۔

لا تثریب علیکم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جملہ معاندین و مخالفین کو (جنہوں نے بیسیوں مسلمانوں کو قتل کیا۔ سینکڑوں کو ستایا۔ اور اُن کا گھر بار چھین کر اُن کو آوارہ بنایا تھا)۔ ازراہ کمال رحمت و عفو یہی آیت تلاوت فرما کر اُن کو حیات تازہ کی تہنیت سے شاد کام فرمایا تھا

بستم

برادران یوسف علیہ السلام بالآخر اپنے جملہ اہل و عیال کو لے کر مصر میں یوسف صدیقؑ

مصر اور مدینہ میں ہجرت خاندان

کے پاس جا آباد ہوئے تھے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں بھی قریش اور جملہ قبائل عدنان نے مکہ سے نکل کر مدینہ میں اقامت اختیار کر لی تھی۔

بست و یکم

یوسف صدیق نے اپنے وعظ میں یعقوب و اسحٰق و ابراہیم علیہم السلام کی نبوّت کی تصدیق فرمائی تھی۔

تصدیق

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے بعد یوسف صدیق کے فرزند عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی نبوّت کی تصدیق فرمائی تھی۔ اور مجمع عام میں مشرف بایمان تازہ ہوئے تھے۔

یہ بزرگوار وہ تھے۔ جن کو یہودیان حجاز سیّدنا و ابن سیّدنا مولانا و ابن مولانا کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ انہی کی صفت میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ۔ (وہ شخص جس کے پاس توراۃ کا علم ہے)۔

بست و دوم

خالہ اور انکی حرمت بمنزلہ والدہ

یوسف صدیق کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ تاہم اُنہوں نے اپنی خالہ کا جو اہلیہ یعقوب علیہ السلام بھی ہیں۔ اُتنا ہی ادب و احترام کیا۔ جتنا کہ حقیقی والدہ کا کرنا چاہیئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کریمہ کا انتقال بھی اُس وقت ہو گیا تھا۔ جب حضور کی عمر ۶ سال کی تھی۔ مائی اُم ایمن رضی اللہ عنہا نے حضور کو گود میں کھلایا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی کمال عزّت فرماتے۔ اور اُن کو اُمّی بَعْدَ اُمّی فرمایا کرتے تھے (ماں کے بعد یہ ماں ہے)۔

بست وسوم

یوسف صدیق کے دل صداقت منزل پر دولت و اقبال دُنیوی اور حکومت شہی کا کوئی اثر نہ ہُوا تھا - وہ اس حکمرانی و فرمان دہی کے عالم میں بھی تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ہی زبان پر جاری رکھتے تھے -

قلب پاک صدیق - اور انوار اظہر نبوی پر دنیا کا کوئی اثر نہ تھا -

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے مُختار فرمادیا تھا - کہ خواہ قیام دنیا کو پسند فرمائیں - یا سفر آخرت منظور کریں - لیکن حضورؐ نے (فداہ ابی و امی) اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی ہی کو ورد زبان بنایا - اور اسی وصال سے فائز بمرام ہونے کو دنیا و مافیہا سے ارفع و اعلیٰ قرار دیا -

اللہ اکبر - یہ لغوتِ جلال اور محامد کمال صرف انبیاء کرام ہی میں پائے جاتے ہیں - جن کا ہر ایک فعل ہر ایک قول غور کرنے والے کے لئے ایک نور اور ہدایت ہے

ہم لوگ سیّدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلّم کی پاک تعلیم کے موافق اللہ تعالےٰ کے ہر ایک نبی پر ایمان رکھتے ہیں - اور اپنے آقا کو ہادی و منجی و داعی الی الحق - رحمۃ للعالمین - خاتم النبیّین - اور سید المرسلین جانتے ہیں - اور ختم کتاب سے پیشتر اس کلمہ شہادت سے اپنے دل و زبان کو پاک اور ایمان کو تازہ کرتے ہیں -

کلمہ شہادت

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ - اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِکَ وَرَحْمَتِکَ وَبَرَکَاتِکَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ اِمَامِ الْخَیْرِ وَقَائِدِ الْخَیْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَۃِ -

درود بر محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اَللّٰھُمَّ ابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یَّغْبِطُ بِہِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ

عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ . . . .
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ
وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ
وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیَّ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِکَ
وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ۝

آخری گذارش

۱۳۳۹ھ

یہ تفسیر مکہ معظمہ میں جہاں سورہ مبارکہ کا نزول ہوا تھا۔ بتوفیق الٰہی لکھی گئی۔ ۱۷ ذی الحجہ کو ختم ہوئی۔ خاتمہ بوقت واپسی جہاز موسومہ جدہ میں ۳ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ کو لکھا گیا ناظرین کرام سے امید ہے۔ کہ غلطی و لغزش کو معاف فرمائینگے۔ اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ بھی میری لغزشوں کو معاف فرمائے۔

دوران تفسیر میں اگر کوئی لفظ یا فقرہ ایسا لکھا گیا ہے۔ جو اللہ عزوجل کی مراد اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کے موافق نہیں۔ میں خود اس سے بیزاری کا اعتراف کرتا اور رجوع الی اللہ کرتا ہوں۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ ۔ خاکسار

ثُمَّ الصَّلٰوةُ عَلَی النَّبِیِّ فَاتِحَةٌ
یُبْدِیْ بِهِ الذِّکْرَ الْجَمِیْلَ وَیَخْتِمُ

راجی شفاعت و غفران قاضی محمد سلیمان سلیمان منصورپوری
خلف مولوی حاجی قاضی احمد شاہ صاحب مرحوم و مغفور

باب ذکر المشاہیر

جن ابرار کرام کے نام سورہ یوسف کی تفسیر کے دوران میں آگئے ہیں۔ اُن کی مختصر یادداشت ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ تاکہ ناظرین فی الجملہ اُن کے احوال سے اطلاع حاصل کرسکیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

اِن کا نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معد بن عدنان میں جاکر شامل ہوتا ہے ربیع ۱۶۴ھ کو بغداد میں پیدا۔ اور جمعہ ۱۲ ربیع الاوّل ۲۴۱ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ مسئلہ خلق قرآن کی بابت سخت امتحان دینا پڑا۔ امام بخاریؒ و امام مسلمؒ ان کے شاگرد ہیں۔ اور یہ امام شافعیؒ کے تلامیذ خاص میں سے ہیں۔

احمد بن یحییٰ ثعلب

ابوالعباس۔ امام لغت تھے۔ اِن کی کتاب معانی القرآن نہایت مشہور ہے تفسیر کشاف میں اُس سے بہت استفادہ کیا گیا ہے۔ ۲۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اور شنبہ ۷ جمادی الاوّل ۲۹۱ھ کو بغداد میں وفات پائی۔

انس رضی اللہ عنہ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ الانصاری الخزرجی دس سال تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ ۱۰۰ سے زیادہ بیٹے پوتے دیکھے۔ بصرہ

میں ۹۱ھ کو وفات پائی۔

ایاس بن معاویہ

تابعین میں سے ہیں۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو قاضی بصرہ مقرر کیا تھا۔ ان کے فیصلجات ان کی حیات ہی میں مدوّن کر لئے گئے تھے۔ ۱۲۲ھ کو بعمر ۷۶ سال وفات پائی۔

بریرہ رضی اللہ عنہا

یہ اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ کی لونڈی تھیں۔ اُس کا شوہر مُغیث تھا۔ جو بنو مطیع کا غلام تھا۔ بریرہ آزاد ہوگئی۔ تو اُس نے نکاح مغیث میں رہنے سے آزادی کو پسند کیا۔

عبدالملک اُموی کا (جو خاندان بنو اُمیہ کا مشہور بادشاہ ہے) بیان ہے۔ کہ مجھے بریرہ نے کہا تھا۔ کہ تجھ میں قابلیتِ سلطنت نظر آتی ہے۔ اگر تو بادشاہ ہوگیا۔ تو خوں ریزی سے اجتناب کرنا۔

اللہ اکبر۔ اہل بیت پاک کی لونڈیوں میں بھی کتنی فراست صادقہ اور نصیحت حقہ کی استعداد تھی۔

زُبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھیرے بھائی۔ ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے داماد۔ یکے از عشرہ مبشرہ ہیں۔

پنجشنبہ ۱۰ جمادی الاول ۳۶ھ کو شہید ہوئے۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

نے اُن کے قاتل کو منجانب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوزخ کی بشارت پہنچائی۔

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

لوگ اِن کو ابتدا میں زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا کرتے۔ جب آیت اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ کا نزول ہُوا۔ تب زید بن حارثہ صحیح پتہ سے معروف ہوئے یہ ام ایمن (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آیا) کے شوہر ہیں۔

اور اُسامہ (حِبِّ رسول) کے والد ہیں۔ غزوہ مُوتہ کے اولین سردار یہی تھے۔ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان کی ماتحتی میں تھے۔ ان کی لاش کو دیکھا گیا۔ تو (۹۰) زخم سامنے کی طرف تھے۔ غزوہ مُوتہ ۸ھ میں شہید ہوئے۔ ان کے فضائل میں سے اعلیٰ خصوصیّت یہ ہے۔ کہ مومنین امت محمدیہ میں سے صرف ان ہی کا نام قرآن پاک میں آیا ہے۔

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ

قبیلہ لخم بن عدی سے ہیں۔ بدر و حدیبیہ میں شامل تھے۔ ابوبکر صدیق رضؓ نے بھی ان کو بطور سفارت مصر بھیجا تھا۔ ۳۰ھ کو بعمر ۶۵ سال مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

امام حسن علیہ السلام

سبط النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نصف رمضان ۳ھ کو پیدا ہوئے۔ ۴۹ھ میں اثر سم سے شہید ہوئے۔ مدینہ منورہ میں سیدہ بتول زہرا علیہا السلام کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ ان کی فضائل و محاسن نہایت مشہور ہیں۔

امام حسین علیہ السلام سبط النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۵۔ شعبان ۴ھ کو پیدا ہوئے۔ ۱۰ محرم ۶۱ھ یوم الجمعہ میدان طف میں شہید ہوئے۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔

ہر دو شہزادوں کے مفصل حالات رحمۃ للعالمین ج ۲ میں درج ہیں۔ میں نے سال ولادت و وفات میں یہ قطعہ لکھا ہے۔

حسین آن زبدۂ آلِ محمد ﷺ — بزیر ظل احمد ﷺ شد مباہی
ہمہ کرب و بلا برداشت از صبر — شہادت یافت در یادِ الٰہی

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

سید الانصار تھے۔ اور قبیلہ اوس کے مسلّم سردار۔ غزوہ خندق سے ایک ماہ بعد شہید ہوئے۔ بنو قریظہ نے انہی کو ثالث مقرر کیا تھا۔ انہوں نے وہ فیصلہ دیا۔ جو فیصلہ آسمانی کے مطابق تھا۔ اِهْتَزَّ لَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ ان کی صفت ہے۔ یعنی رحمٰن کا عرش ان کے لئے جھوما۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ

امام مجتہد تھے۔ ثور بن عبد مناۃ کی نسل سے ہیں۔ امام الحدیث سفیان بن عینیہ کا قول ہے۔ کہ میری آنکھ نے سفیان سے بڑھ کر علم و تقویٰ میں کوئی شخص نہیں دیکھا۔ ۹۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۶۱ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔ سلطنت کی طرف سے ان کو قاضی القضاۃ بنایا جاتا تھا۔ اور ان کو حکومت سے نفرت تھی۔ اس لئے مخفی رہ کر زندگی بسر کی۔

قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ

شریح بن الحارث۔ ابوامیہ۔ کبار تابعین سے ہیں۔ ایام جاہلیت بھی دیکھے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو قاضی کوفہ مقرر کیا تھا۔ جہاں ۷۵ سال تک قاضی رہے۔ ۸۷ھ میں بعمر یک صد سال وفات پائی۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

سب سے پہلے اسلام لائے۔ یار غار کے معزز لقب سے ملقب ہوئے۔ سب سے پہلے خلیفہ رسول اللہ کے لقب سے پکارے گئے۔ دو سال ۳ ماہ کی خلافت کے بعد شب جمعہ ۷ جمادی الآخر ۱۳ھ کو بعمر ۶۳ سال انتقال فرمایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ اصلی نام عبداللہ بن عثمان (ابوقحافہ) ہے۔

قفال مروزی رحمۃ اللہ علیہ

عبداللہ بن احمد۔ بن عبداللہ الفقیہ الشافعی۔ ابوبکر کنیت۔ پہلے قفل سازی میں نام پایا۔ پھر ۳۰ سال کی عمر میں علم کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور امام کہلائے۔ ۹۰ سال کی عمر میں ۴۱۷ھ کو بمقام سجستان وفات پائی۔ امام الحرمین کے والد شیخ ابومحمد جوینی ان کے شاگرد ہیں۔ فخر رازی نے تفسیر کبیر میں ان کی تفسیر سے بہت کچھ لیا ہے۔

عبادہ بن الصامت الانصاری رضی اللہ عنہ

بزرگ صحابہ اور نقبائے محمدیہ میں سے ہیں۔ مقام عقبہ کی ہر سہ بیعت ہائے

ہیں حاضر تھے۔ یہ جامع کمالات ہیں۔ فاضل۔ معلم۔ قاضی۔ فاتح تھے۔

عبدالرحمٰن بن ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ

انصاری۔ فقیہ۔ ابو عیسیٰ کنیت۔ مشہور بزرگ۔ تابعین سے ہیں۔ عثمان ذوالنورین۔ مولیٰ علی مرتضیٰ۔ اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ شعبی و مجاہد وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے۔ ۸۱ھ میں وفات پائی۔

امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

چار واسطہ سے عبد مناف کو جا ملتے ہیں۔ جو تین واسطہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کے نواسے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو دختران کے یکے بعد دیگرے شوہر ہیں۔ یکم محرم ۲۴ھ کو خلیفہ ہوئے۔ اور ۱۷ ذی الحجہ ۳۵ھ یوم الجمعہ کو اپنے گھر میں محصور رہ کر۔ بحالت صوم و تلاوت قرآن مجید شہید ہوئے۔ اس وقت ۸۲ سال عمر تھی۔

عثمان بن جنی

ابو الفتح۔ لغت کے امام۔ ابو علی فارسی کے شاگرد تھے۔ متنبی ان کی فہم و ذکا کا مداح تھا۔ ۳۳۰ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۲۸ صفر ۳۹۲ھ کو وفات پائی۔ ان کی کتاب الخصائص ہمارے پاس ہے۔

امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچیرے بھائی نبوت کا پہلا دن تھا۔ کہ دس سال کی

عمر میں اسلام لائے۔

یوم الجمعہ ۱۷ ذی الحجہ ۳۵ھ کو خلیفہ ہوئے۔ چار سال ۹ ماہ کی خلافت کے بعد یوم الجمعہ ۱۷ رمضان ۴۰ھ کو بعمر ۶۳ سال مسجد کوفہ میں زخمی ہوکر شہید ہوئے۔ سیدہ زہرا بتول علیہ السلام کے شوہر۔ ابو الحسنین۔ اور خیر اہلبیت ہیں۔

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ

علی بن احمد بن حزم الاندلسی۔ ابو محمد۔ ان کی تصنیف سے اسی ہزار ورق خود قلم لکھے ہوئے پائے گئے۔ ان کے والد سلطنت اندلس کے وزیر تھے۔ اوّل شافعی المذہب تھے۔ پھر ظاہری المذہب ہوئے۔ ولادت چار شنبہ سلخ رمضان ۳۸۴ھ وفات شنبہ دوم رمضان ۴۵۶ھ مشہور کتاب الفصل انہی کی تصنیف سے ہے جو بغایت نافع ہے۔

خازن رحمۃ اللہ علیہ

علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی۔ الصوفی۔ علاء الدین۔

تفسیر خازن کے مصنف ہیں۔ یہ تفسیر معالم البغوی کا خلاصہ بحذف اسناد ہے۔ مؤلف نے احادیث صحیحہ کے حوالہ ایزاد کردینے سے اس تفسیر کو معالم سے زیادہ مفید بنادیا ہے۔ چار شنبہ رمضان ۷۲۵ھ کو تفسیر سے فارغ ہوئے۔ ۷۴۱ھ میں وفات پائی۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

آٹھ واسطے سے ان کا نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں شامل ہوجاتا ہے ابو حفص کنیت۔ ۸ جمادی الاخری ۱۳ھ کو خلیفہ ہوئے۔

شب چارشنبہ - ۳ ذی الحجہ ۲۳ھ کو مسجد نبوی میں بحالتِ نماز صبح مجروح ہوکر شہید ہوئے - دس سال ۶ ماہ - ۵ دن خلافت کی -

خواجہ فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ

فضیل بن عیاض بن مسعود - بن بشر التمیمی الطالقانی - ابو علی کنیت - سمرقند یا ابیورد میں پیدا ہوئے - کوفہ میں تکمیل حدیث کی - پھر مکہ معظمہ میں رہے - اور اُسی جگہ محرم ۱۸۷ھ میں جان بحق ہوئے - امام عبداللہ بن مبارک اور امام ابو علی الرازی وغیرہ ائمہ حدیث نے ان کی بہت مدح کی ہے - قدوۃ صوفیان چشت ہیں -

ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ

قاسم بن سلّام - ابو عُبَید - حدیث و فقہ اور تفسیر میں امام ہیں - فن غریب الحدیث میں سب سے پہلے انہوں نے الگ تصنیف کی -

ان کی تصانیف ۲۰ و ۳۰ کتابوں کے درمیان ملتی ہیں - عبداللہ بن طاہر ان کو ۱۸ ہزار درم ماہوار کا وظیفہ دیا کرتا - کہ فراغِ خاطر سے تصنیف میں مشغول رہیں - امام اسحٰق بن راہویہ کہا کرتے تھے - کہ ہم کو ابو عُبَید کی ضرورت ہے - اُسے ہماری ضرورت نہیں - وہ ہم سے زیادہ وسیع العلم ہیں -

ولادت ۱۵۰ھ وفات ۲۲۴ھ مدینہ طیبہ میں مدفون ہوئے -

کعب بن سور اُزدی رضی اللہ علیہ

صحابی ہیں - امیر المؤمنین عمر فاروق رضؓ نے اِن کو قاضی بصرہ مقرر کیا تھا یوم الجمل میں فریقین کو سمجھاتے ہوئے قبل از جنگ تیر ناگہانی سے شہید ہوئے -

امام محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ

یکے از ائمہ اربعہ۔ سنہ ۱۵۰ھ کو بمقام غزہ پیدا ہوئے۔ دو سال کے تھے۔ جب مکہ معظمہ میں آئے۔ سنہ ۱۹۵ھ کو بغداد میں آئے۔ دو سال ٹھیرے۔ پھر مکہ معظمہ آئے۔ پھر سنہ ۱۹۸ھ میں بغداد آئے۔ اور ایک ماہ ٹھیرے۔ پھر سنہ ۱۹۹ھ کو مصر گئے۔ اور آخر وفات تک وہاں ہی رہے۔ وفات یوم الجمعہ سنہ ۲۰۴ھ کو ہوئی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد۔ اور مجتہد مطلق ہیں۔

جملہ ائمہ حدیث وفقہ واصول ونحو ولغت کا اُن کی ثقاہت وامانت وعدالت وزہد۔ وورع وزاہت ذات وعفت نفس وحسن سیرت وعلو قدر وجود وسخا پر اتفاق ہے۔ ابو ثور رح کا قول ہے۔ آج اگر کوئی یہہ کہے۔ کہ اس نے کوئی شخص علم وفصاحت اور معرفت وثبات میں مثل شافعی رح دیکھا ہے۔ تو اُسے جھوٹا سمجھو۔

محمد بن جریر الطبری رح

محمد بن جریر بن یزید بن خالد الطبری۔ ابو جعفر تفسیر وتاریخ اور حدیث وفقہ میں امام تھے۔ سنہ ۲۲۴ھ کو آمل طبرستان میں پیدا ہوئے۔ یوم السبت ۲۶ شوال سنہ ۳۱۰ھ کو بغداد میں وفات پائی۔

امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ

کتاب الصحیح الجامع کے مصنف ہیں۔ ۱۶ سال میں ۶ لاکھ احادیث میں سے انتخاب کر کے اس کتاب کو تیار کیا۔ صدق (یوم الجمعہ ۱۳ شوال سنہ ۱۹۴ھ) میں پیدا ہوئے اور نور (یوم الفطر سنہ ۲۵۶ھ) میں وفات پائی۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ

محمد بن مسلم القرشی الزہری - ابن شہاب - اعلام تابعین سے ہیں - دس اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کیا - ۵۱ھ میں پیدا ہوئے - اور ۱۷ رمضان ۱۲۴ھ کو وفات پائی -

سیدنا محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ

ابو القاسم محمدؒ - سیدنا علی المرتضیٰ کے فرزند ہیں - ان کی والدہ کا نام خولہ ہے - شیخ ابو اسحاق شیرازی رحمہ نے ان کو بذیل فقہاء شمار کیا ہے -

ولادت ۲۱ھ وفات یکم محرم ۸۱ھ طائف میں مدفون ہیں - فرقہ کیانیہ کا اعتقاد ہے - کہ علی مرتضیٰ کے بعد یہی امام اہل بیت ہوئے - ان کے بعد ہاشم عبد اللہ پھر محمد بن علی بن ابن عباسؓ -

---

کیانیہ کا اعتقاد ہے - کہ وہ جبل رضوی میں مختفی ہیں - اور وہی مہدی آخر الزمان ہیں -

فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ

محمد بن عمر بن حسین بن حسن بن علی التیمی البکری - علم نحو - وطب - و فقہ - اصول - منطق میں تصانیف عدیدہ و مفیدہ کے مصنف ہیں - تفسیر کبیر انہی کی تصنیف ہے - ان کا سلسلہ شاگردی ۸ واسطہ سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو جا ملتا ہے عربی و فارسی میں قادر الکلام تھے - ولادت ۲۵ رمضان ۵۴۴ھ وفات یوم عید الفطر ۶۰۶ھ ہرات میں مدفون ہیں -

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

محمود بن سبکتگین۔ شب عاشورا ۳۶۱ھ کو پیدا ہوئے۔ ۱۱ صفر ۴۲۱ھ کو وفات پائی۔ یمین الدولہ۔ امین الامۃ۔ لقب ہے۔ سلطان غزنی۔ فاتح ہند۔ ان کا دربار مرجع فضلاء و علماء تھا۔ قفال مروزی اس کے دربار کے شیخ الاسلام تھے۔ نہایت مشہور بادشاہوں میں سے ہیں۔ متقی و پرہیزگار۔ متبع سنت تھے۔

علامہ محمود زمخشری

تفسیر کشاف کے مصنف ہیں۔ معتزلی المذہب۔ ان کی تصنیف لغت و معانی و ادب کے لحاظ سے اس قدر مفید ہے۔ کہ اس تفسیر کے بعد جس قدر تفاسیر لکھی گئیں۔ سب نے علوم بالا میں اس سے استفادہ اٹھایا ہے۔ ان کی رائے و فہم کو عقائد میں تسلیم نہیں کیا جاتا۔ نحو و لغت۔ فقہ۔ و تفسیر میں نہایت مفید کتابوں کے مصنف ہیں۔ ولادت چارشنبہ ۲۷ رجب ۴۶۷ھ وفات شب عرفہ ۵۳۸ھ

مرثد رضی اللہ عنہ

مرثد بن ابی المرثد الغنوی۔ باپ بیٹا دونوں مہاجر اور بدری ہیں۔ سیدنا امیر حمزہ کے حلیف۔ مرثد رضی اللہ عنہ سریہ رجیع میں شہید ہوئے۔

مسلمہ بن مخلّد رضی اللہ عنہ

انصاری ہیں۔ وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ۱۴ سال کے تھے۔ شجعانِ عرب میں سے ہیں۔ ۱۶ سال تک مصر و افریقہ کے حاکم واحد رہے۔ مجاہدؒ کا قول ہے۔ کہ یہ نہایت صحیح قرآن مجید پڑھنے والے تھے۔ مساجد مصر میں سب سے پہلے انہی نے مینار تعمیر کر دئے تھے۔ ۶۲ھ میں وفات پائی۔

مسلم بن الحجاج صاحب الصحیح رحمۃ اللہ علیہ

حدیث کے لئے حجاز و عراق اور شام و مصر میں سفر کئے۔ اور موجودہ کتاب کو تین لاکھ احادیث میں سے منتخب کر کے جمع کیا۔ ۲۵ رجب ۲۶۱ھ کو نیشا پور میں بعمر ۵۵ سال انتقال کیا۔

مقداد بن الاسود الزہری رضی اللہ عنہ

یہ ولادت کے اعتبار سے مقداد بن عمرو بن مالک البہرانی (من قضاعہ) ہیں۔ وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے پوتے اسود نے ان کو متبنیٰ بنالیا تھا۔ اس لئے بن الاسود مشہور ہو گئے تھے۔ اظہار اسلام میں ساتویں شخص ہیں۔ بدر اور جملہ مشاہد میں ہمرکاب نبوی تھے۔ ان کا شمار فضلاء و نجباء و کبار الخیار صحابہ میں ہے۔ ۳۳ھ میں بعمر ۷۰ سال ملک مصر میں وفات پائی۔ لاش

مدینہ منورہ میں لائی گئی۔ عثمان ذوالنورین نے نماز جنازہ پڑھائی۔

فراء نحوی

یحییٰ بن زیاد الاسلمی الدیلمی۔ ابو زکریا۔ کوفہ میں پیدا ہوئے۔ بغداد میں قیام کیا۔ ۲۰۷ھ میں براہ مکہ معظمہ ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

امام لغت ثعلب کا قول ہے۔ کہ اگر فراء نہ ہوتا۔ تو عربیت جاتی رہتی۔

امام الفقہ محمد بن حسن رحمہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔

رَحِمَہُمُ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

احقر محمد سلیمان عفی عنہ

سبیل الرشاد

سفرنامہ حجاز - حرمین پاک کی ہر چیز - ہر مقام کی صحیح تاریخ - مناسک حج کا دلچسپ بیان - فرضیت حج کے عقلی دلائل - معلومات صحیحہ کا ذخیرہ - اقوام عرب کے حالات - قیمت عہ دو روپے *

استقامت

ایک متذبذب مسلمان کے خط کا جواب - عیسائیت پر اسلام کی فضیلت - اس کے مطالعہ کے بعد کئی عیسائی مشرف باسلام ہو چکے ہیں :- قیمت " ۳ر

مہر نبوۃ

بچوں کے لئے - سیرت نبی پاکؐ کے حالات - بار اوّل ۱۸۹۹ء میں شائع ہوئی - اب بار بار ہزاروں کی تعداد میں چھپ رہی ہے - مختلف زبانوں میں بھی اس کے ترجمے ہوئے - قیمت ۰۲ر +

*

LIBRARY
HYDERABAD

غائت المرام

عقائد مرزائیہ کی اصلیّت ۸ر

تائید الاسلام

عقائد مرزائیہ کی اصلیّت - حصّہ دوم ۸ر + دونوں لاجواب کتابیں ہیں

الصّلوٰۃ والسّلام

درود شریف کے متعلّق جملہ احادیث کا مجموعہ - درود شریف کے متعلّق جملہ مسائل اور مباحث علمیّہ کا ذخیرہ - قیمت عہر +
"حافظ عبدالرحمٰن صاحب سیاح امرت سری کی کتابیں"

کتاب الصرف

کتاب النحو

ہندوستان کے تمام مکاتب و مدارس میں داخل تعلیم ہیں -
قیمت فی کتاب .. .. .. ۸ر +

قاضی محمد سلیمان سلمان پٹیالہ } ریاست گاہ پنجاب